حیاتِ

شیرِ کشمیر شیخ محمد عبداللہ

مرتبہ

ایس غلام محمد

پبلشرز

شاہین بکسٹال اینڈ پبلشرز بڈشاہ چوک
مائسمہ بازار سرینگر

بارِ اوّل۔ تعداد ایک ہزار۔

جنوری ۱۹۸۶ء

قیمت۔ پچھتر روپے

کتابت۔ م خانم شاہین رقم سرینگر۔

زیرِ اہتمام۔ شیخ جاوید احمد

مطبوعہ۔ (نیو پبلک پریس دہلی)

ناشر۔

شاہین پبلشرز سول ڈسٹری بیوٹر

شیخ غلام محمد اینڈ سنز بکسیلرز اینڈ پبلشرز مائسمہ بازار سرینگر

فون۔ 72206

فہرست مضامین

عرضِ ناشر

بطلِ حریت، قائدِ اعظم، بابائے قوم حضرت شیرِ کشمیر شیخ محمد عبداللہ کی ذات والا صفات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ نہ صرف برصغیر بلکہ دنیا کے کروڑوں لوگ آپ کی ذات سے واقف ہیں۔ صفِ اول کے مجاہد، فرقہ وارانہ اتحاد کے زبردست حامی، غیر متزلزل ارادے کے مالک، جرأت و جوانمردی میں یکتا، حق گوئی میں نڈر اور بیباک، سچے مسلمان اور پکے دیش بھگت ہونے کے علاوہ شیخ صاحب کے دل میں مظلوموں کے تئیں ہمدردی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ کشمیر اور اہلِ کشمیر سے آپ کو بے انتہا پیار تھا۔ چالیس لاکھ غلام اور مظلوم کشمیریوں کو آزادی اور عزت و آبرو کی زندگی عطا کرانے کے لئے آپ نے اپنی زندگی کے بہترین سال قید و بند میں گزارے۔ بے شمار مصائب اور صعوبتیں برداشت کر کے کشمیریوں کو آزادی اور عزت کی زندگی کا سلیقہ بخشنے والا شیرِ کشمیر ہی تھا۔ "نیا کشمیر" کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لئے آپ نے جی توڑ کر کوشش کی۔ ریاست کو اقتصادی پسماندگی سے نکال کر ایک فلاحی ریاست بنانے کے لئے آپ نے جو کام کئے وہ اظہر من الشمس ہیں۔ بابائے قوم حضرت شیرِ کشمیر کشمیری تشخص کے حقیقی محافظ اور علمبردار تھے۔ کشمیر کے سیاسی افق پر نصف

صدی تک چمکنے والا یہ سورج ۱۹۸۲ء کو غروب ہو گیا۔ اِنا للہ
وَ اِنا اِلیہِ راجعُون۔

"جب تک کشمیر کے افق پر آزادی کا سورج چمکتا رہے گا
غیرت شیر کشمیر زندہ رہینگے۔ فرقہ وارانہ اتحاد کی مشعل جس
وقت تک ریاست میں روشن رہے گی شیخ صاحب کو بھلایا
نہیں جا سکتا۔ آزادی کی لڑائی سے لیکر "نیا کشمیر" کے تعمیر تک کا
زمانہ جو پچاس سال پر پھیلا ہوا ہے اس دوران شیخ صاحب
نے یہاں کے عوام کے دلوں پر حکومت کی ہے۔ آپ نے
مظلوم کشمیریوں کو بے پناہ پیار دیا، حوصلہ دیا، آزادی
کی تڑپ دی، آزادی کی نعمت دی۔ عزت و وقار کی زندگی
گزارنے کا سلیقہ دیا، مالی اور اقتصادی خوشحالی دی۔
شیر کشمیر اور کشمیری قوم کے درمیان رشتہ کی بنیاد امن
پیار و محبت پر مبنی ہے۔ اور یہ رشتہ شیخ صاحب کی وفات
سے ٹوٹا نہیں بلکہ امر ہو کر رہ گیا ہے۔"

شیخ صاحب برصغیر کے قد آور شخصیتوں اور صفِ
اول کے لیڈروں میں گنے جاتے تھے۔ آپ دو قومی نظریے
کے زبردست مخالف اور عظیم گاندھیائی تھے۔ آپ نے اپنا

ساری زندگی کشمیریوں کی فلاح و بہبود کے لئے وقف کی تھی اور جواب میں تمام کشمیریوں نے بلا امتیاز مذہب و ملت کے شیخ صاحب کو اپنی پلکوں پر بٹھایا۔ اُس کی ہر آواز پر لبیک کہا اور شیخ صاحب کی ذات کو اپنی متاع عزیز سمجھا۔ شیخ صاحب کی صلاحیتوں، صفتوں، قربانیوں، کاوشوں اور کامیابیوں کو احاطہ تحریر میں لانا آفتاب کو گویا چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔ لیکن پھر بھی ایک کشمیری کے ناطے شیخ صاحب کے عظیم کارناموں، قربانیوں اور احسانوں کے تئیں اعتراف اور عقیدت کے اظہار کے لئے زیر نظر کتاب شایع کرنے کی جسارت کر رہا ہوں اور امید کرتا ہوں کشمیری عوام اسے پسند فرمائینگے۔

شیخ غلام محمد۔

شاہین پبلشرز سرینگر۔

۷۸۶

سوانح حیات

شیخ محمد عبداللہ ۵ر دسمبر ۱۹۰۵ء کو سرینگر کے ایک نواحی علاقہ صورہ میں ایک متمول گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا نام شیخ محمد ابراہیم جو شالوں کا کاروبار کرتے تھے۔ شیخ صاحب نے ۱۹۱۱ء سے ۱۹۲۲ء تک گورنمنٹ پرائمری اور گورنمنٹ ہائی سکول باغ دلاور خان میں تعلیم پائی۔ ۱۹۲۴ء میں ایس پی کالج سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۲۶ء میں اسلامیہ کالج لاہور سے بی۔ ایس سی کی ڈگری حاصل کی اور ۱۹۳۰ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڈھ سے ایم۔ ایس سی کا امتحان امتیازی شان سے پاس کیا۔ شیخ صاحب نے ایک مقامی سرکاری سکول باغ دلاور خان میں سائنس ٹیچر کی حیثیت سے ملازمت شروع کی۔ مگر قدرت کو آپ سے کوئی اور ہی کام لینا تھا۔ اس لئے سرکاری ملازمت آپ کو راس نہ آئی۔ اور ۱۹۳۱ء کو ملازمت سے مستعفی ہو کر سیاسی میدان میں قدم رکھا۔ آپ نے دیکھا۔ کہ یہاں کے غریب عوام سے

بیگار کا کام لیا جاتا ہے اور حکمران لوگ یہاں کے عوام کو غلام تصور کرتے ہیں
آپ کو جاگیر داری اور شخصی راج کے مظالم دیکھکر بے حد دکھ ہوا۔ اور بہت
زیادہ متاثر ہوئے چنانچہ آپ زندگی کے وسیع میدان میں عوام کی صحیح رہنمائی
کے لئے جلد ہی سیاسی میدان اتر آئے۔ لوگوں کی بدحالی اور مفلسی کے نظارے
اُن سے نہ دیکھے گئے۔ جاگیر دارانہ اور آمرانہ حکومت کے ظلم وستم نے ان کے
دل میں بغاوت کا جذبہ پیدا کیا۔ اُنھوں نے تعلیم یافتہ نوجوانوں کا ایک
سٹیڈی سرکل قائم کیا۔ یہاں بحث و مباحثہ کے ذریعے حالات و واقعات
کا جائزہ لیا جانے لگا۔ حکمران وقت نے شیخ صاحب کو ان سرگرمیوں
سے باز رہنے کی تلقین کی۔ اور ان سرگرمیوں پر روک لگانے میں
کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ مگر آپ اپنے ارادے پر ڈٹے رہے۔ عوام کو
ان کے حقوق کا احساس دلاکر متحد کرنے کی کوششیں شروع کردیں۔
شخصی راج کے خلاف جس عزم و استقلال سے شیخ محمد عبداللہ نے
مقابلہ کیا۔ اس کی بدولت لوگوں کے دلوں پر ان کی شخصیت
منقش ہوگئی۔ اور عوام نے اس نوجوان قائد کی سربراہی قبول کی۔
اور انہیں "شیر کشمیر" کا خطاب دیا۔ اسی اثنا میں مہاراجہ ہری
سنگھ کو ایک یادداشت پیش کرنے کا فیصلہ ہوا۔ اور اس سلسلہ

میں خانقاہِ مُعلّیٰ میں ایک تاریخی جلسہ منعقد کیا گیا۔ یہ جلسہ شیخ صاحب کی زندگی میں ایک اہم اور مؤثر ثابت ہوا۔ حکومت کی طرف سے دباؤ کے باوجود یہ مشعل اور روشن ہوئی۔ اور تحریک آہستہ آہستہ ہمہ گیر صورت اختیار کر گئی۔ اور شیخ صاحب عوام کے مقبول ترین رہنما بن گئے۔

۱۳ر جولائی ۱۹۳۱ء کے دن پولیس نے عوام پر اسوقت گولیاں برسائیں جب وہ سری نگر کے سنٹرل جیل میں اپنے ایک ساتھی کو انصاف دلانے کی اپیل کرنے کیلئے آئے تھے۔ اس کے بعد دوسرے روز ۱۴ر جولائی ۱۹۳۱ء کو شیخ صاحب پہلی مرتبہ گرفتار کئے گئے۔ اور انہیں قلعہ ہاری پربت میں قید رکھا گیا۔ مہاراجہ ہری سنگھ نے مارشل لاء نافذ کیا۔ مگر ہمہ گیر عوامی احتجاج اور ہڑتال کے پیشِ نظر شیخ صاحب کو ۱۷ دن کے بعد غیر مشروط طور پر رہا کر دیا گیا۔ اور مارشل لاء کی پابندی بھی اٹھالی گئی۔ ۱۹۳۲ء کو آپ دوبارہ گرفتار کئے گئے۔ اور ایک ماہ جیل میں رہے۔ حکومت نے دوبارہ مارشل لاء نافذ کر دیا۔ اکتوبر ۱۹۳۲ء میں آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس قایم کی گئی۔ شیخ محمد عبداللہ صاحب اس کے صدر منتخب ہوئے۔ ریاست میں یہ پہلی سیاسی جماعت تھی۔ اور اس کا پہلا اجلاس ۱۵ر اکتوبر ۱۹۳۲ء کو سری نگر میں ہوا۔ تمام سیاسی سرگرمیوں کے لئے مسلم کانفرنس کا پلیٹ فارم

استعمال کیا جانے لگا۔ اور تمام مذاہب کے لوگ جوق در جوق اس پلیٹ فارم کے ارد گرد جمع ہونے لگے۔ ۱۹۳۳ء کو آپکی تیسری گرفتاری عمل میں لائی گئی۔ اور ڈیڑھ ماہ کے بعد دوبارہ رہا کیا گیا۔ اور اسی سال انہوں نے اپنی شادی بیگم اکبر جہاں سے کی۔ جن کو ساری عوام "مادر مہربان" کے نام سے پکارتے ہیں۔ ۱۹۳۴ء میں ریاست میں پہلی بار قانون ساز اسمبلی کے لئے انتخابات ہوئے جسمیں شیخ صاحب کی پارٹی کو کامیابی حاصل ہوئی۔ مخالف جماعتوں کا ایک بھی امیدوار کامیاب نہ ہو سکا۔ اس دوران آمریت اور شخصی حکومت کے خلاف عوامی تحریک نے شدت اختیار کی تھی۔ غیر مسلم عوام کی خواہشوں کی قدر کرتے ہوئے اور تنظیم کے قومی رنگ اور نظریہ کو مدنظر رکھ کر شیخ صاحب نے ۱۹۳۸ء میں مسلم کانفرنس کا نام بدل کر نیشنل کانفرنس رکھ دیا۔ اور اسکو ایک سیکولر جماعت بنایا۔ اس اقدام پر مہاتما گاندھی۔ پنڈت جواہر لال نہرو۔ اور مولانا ابو الکلام آزاد جیسے قومی رہنماؤں نے بے حد مسرت کا اظہار کیا جس کی عکاسی نیا کشمیر کے اقتصادی اور سیاسی پروگرام میں کی گئی ہے۔ نیا کشمیر پروگرام ایک ایسے سماجی نظام کا تصور ہے۔ جسمیں بلا لحاظ مذہب و ملت رنگ و نسل تمام لوگوں کیلئے

اعلیٰ زندگی اور ترقی کے یکساں مواقع فراہم ہوں۔ یہ پروگرام اس
عظیم رہنما کی گہری سوچ اور سیاسی یقین کی عکاسی کرتا ہے۔
اگست ۱۹۳۸ء کو جناب شیخ صاحب کو پھر گرفتار کیا گیا۔
اسوقت ریاست کے وزیراعظم سر گوپال سوامی آئینگر تھے۔ اور پھر
چھ ماہ کے بعد رہا کیا گیا۔ ۱۹۳۹ء میں شیخ صاحب نے آل انڈیا
اسٹیٹس پیپلز کانفرنس کے لدھیانہ سیشن میں شرکت کی جسکی
صدارت کے فرائض پنڈت جواہر لال نہرو نے انجام دیئے۔ شیخ صاحب
نے پنڈت نہرو کے ساتھ ہندوستان کی ریاستوں کے کروڑوں
باشندوں کو غلامی کے بندھن اور مطلق العنان حکمرانوں کے چنگل
سے نجات دلانے کی جدوجہد میں شاندار پارٹ ادا کیا۔ ۱۹۴۲ء میں
شیخ صاحب نے مرکزی رہنماؤں کے ساتھ آواز ملا کر "ہندوستان
چھوڑ دو" کی تحریک کا ساتھ دیا۔ ۱۹۴۴ء میں آل جموں و کشمیر نیشنل
کانفرنس کا اجلاس سرینگر میں ہوا جسکی صدارت جناب شیخ صاحب
نے کی۔ اور انہوں نے "نیا کشمیر" کے لائحہ عمل کی وضاحت کی اور بتایا
کہ اس کا مقصد کشمیر میں ایک ایسی ذمہ دار حکومت کا قیام ہے
جو جمہوری اصولوں پر مبنی ہو۔ اور صحیح معنوں میں عوام کی نمائندہ ہو۔

سنہ ۱۹۴۵ء اگست کے مہینے میں جموں وکشمیر نیشنل کانفرنس سوپور کے سالانہ اجلاس میں جسکی قیادت شیخ صاحب نے کی حق خود ارادیت کی اہم اور بنیادی قرار داد پاس کی۔ اس اجلاس میں پنڈت جواہر لال نہرو۔ مولانا ابوالکلام آزاد۔ خان عبدالغفار خان ودیگر قومی رہنماؤں نے بھی شرکت کی۔

سنہ ۱۹۴۶ء مئی کے مہینے میں "کشمیر چھوڑ دو" تحریک کا نعرہ پوری شدت سے گونج رہا تھا۔ ہندوستان میں برطانوی سامراج کے خلاف لوگوں کی تحریک اپنے اختتامی مراحل میں تھی۔ ملک کو تقسیم کرنے کے منصوبے بنائے جارہے تھے۔ ہندوستان کی فضا غیر یقینی کا شکار تھی۔ "کشمیر چھوڑ دو" کی تحریک کا مقصد یہ تھا۔ کہ جب اختیارات ہندوستان کو منتقل کئے جائیں۔ تو ریاستی عوام کے حق خود ارادیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ریاستوں کے اختیارات ان کے سپرد کئے جائیں۔ نہ کہ حکمرانوں کے سپرد۔ شیخ صاحب نے جموں وکشمیر کے عوام کو منظم کر کے شخصی راج کے خلاف آواز بلند کی۔ اور ذمہ دار حکومت کے قیام کے لئے جدوجہد کی۔ یہ اس دباؤ کے خلاف ایک آواز تھی۔ جس کا ریاستی عوام کو اس وقت سامنا تھا۔ شخصی حکمرانوں نے

اس تحریک کو دبانے کے لئے ہر طرح کا ظلم و جبر کیا۔ ہزاروں لوگ گرفتار کئے گئے۔ تحریک کے بانی جناب شیخ صاحب کو ۲۰ رمئی ۱۹۴۶ء کی شام کو رنبیر پینل کوڈ کی دفعہ ۱۹۴ کے تحت گرفتار کیا گیا یہ گرفتاری سرینگر سے ڈیڑھ سو کلومیٹر دور گڑھی کے مقام پر ہوئی۔ جبکہ شیخ صاحب گاندھی جی اور دوسرے بڑے قومی لیڈروں سے بات چیت کرنے کے لئے دہلی جا رہے تھے۔ جناب شیخ صاحب پر غداری کا مقدمہ چلایا گیا۔ مقدمہ کی پیروی کے لئے پنڈت جواہر لال نہرو کشمیر آرہے تھے۔ مگر مہاراجہ نے پنڈت جی کے داخلہ کشمیر پر پابندی لگا دی اور کوہالہ پل پر انہیں گرفتار کر لیا۔ مسٹر آصف علی نے مقدمہ کی پیروی کی اور امدادی وکلاء میں ان کے ساتھ دیوان چمن لال اور شری بھگوان سہائے بھی تھے۔ مگر سیشن جج لالہ برکت رائے نے زیر دفعہ ۱۲۴ (اے) رنبیر پینل کوڈ بغاوت کے جرم میں شیخ صاحب کو ۹ سال قید بامشقت اور پندرہ سو روپیہ جرمانہ کی سزا دی۔ (بصورت عدم ادائیگی جرمانہ ۹ ماہ مزید قید محض) کا حکم سنا دیا۔ حراست کے دوران شیخ صاحب کو کل ہند سٹیٹس پیپلز کانفرنس کے سیشن منعقدہ گوالیار کا صدر منتخب کر لیا گیا۔ ۲۹ ستمبر ۱۹۴۷ء کو حکومت کشمیر شیخ صاحب کو

رہا کرنے پر مجبور ہوئی۔ اگست ۱۹۴۷ء کو ملک آزاد ہوا۔ جسکے نتیجے میں ہندوستان اور پاکستان کی دو مملکتیں قایم ہوئیں۔ سارا ہندوستان فرقہ وارانہ فسادات کی لپیٹ میں تھا۔ ہر طرف آگ اور خون کا سماں تھا۔ اور لوگ بڑی بے دردی سے ایکدوسرے کو مار کاٹ رہے تھے۔ شیخ صاحب نے یہاں کا ماحول فرقہ وارانہ فسادات کی آلودگی سے مکدر نہ ہونے دیا۔ اور کشمیر کی مسلم اکثریت نے اپنے محبوب لیڈر کے ارشادات کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے غیر مسلم بھائیوں کے جان و مال اور ان کی عزت و آبرو کی حفاظت کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا کر انہیں بچالیا۔ شیخ صاحب کی اس شاندار کامیابی پر گاندھی جی اور دنیا کے بڑے بڑے لیڈروں نے تحسین و آفرین کے پھول نچھاور کئے۔ شیخ صاحب نے فرقہ وارانہ بھائی چارے کو جس طرح قایم رکھا۔ وہ اُن کا ہی حصہ ہے۔ اُن کا نعرہ "ہندو مسلم سکھ اتحاد" ہر طرف گونجنے لگا۔ اور فرقہ وارانہ میل ملاپ کے انہی مناظر نے مہاتما گاندھی کو یہ کہنے کی تحریک دی۔ کہ کشمیر میں مجھے "روشنی کی کرن" نظر آرہی ہے۔ ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ہنگامی حالات میں ایک ایمرجنسی حکومت قایم ہوئی جس کا ناظم اعلیٰ شیخ صاحب کو مقرر کیا گیا۔ اس عظیم رہنما نے

نہایت دلیری کے ساتھ حالات کا مقابلہ کیا۔ ریاست کی تمام جمہور
نواز قوتوں کو اس چیلینج کا مقابلہ کرنے کے لئے متحرک کیا۔ تاکہ علاقائی
سلامتی کی حفاظت کی جاسکے۔ اس عظیم رہنما نے بڑے استقلال سے
فرقہ دارانہ میل ملاپ کو بنائے رکھا۔ اسکا ذکر ہمیشہ تاریخ میں سنہری
حروف سے کیا جائیگا۔ آپنے پاکستانی حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے
کے لئے قوم میں نئی روح پھونک دی۔ اور ریاست کے متاثرہ علاقوں
میں امن و استحکام برقرار رکھا۔ اور ریاست کا الحاق بھارت سے
کیا۔ جسے حکومت ہند نے عارضی تسلیم کرتے ہوتے رائے شماری کی
شرط لگادی۔ اور پنڈت نہرو نے بھی دلی سے براڈ کاسٹ کرتے ہوئے
اس کی تائید کی۔ ۲ر نومبر ۱۹۴۷ء کو پنڈت جواہر لال نہرو نے آل انڈیا
ریڈیو سے اعلان کیا۔ کہ کشمیر کا معاملہ آخری طور پر وہاں کے عوام طے
کریں گے۔ یہ وعدہ ہم نے ان سے کیا ہے۔ یہ وعدہ نہ صرف کشمیری عوام
کے ساتھ ہے۔ بلکہ دنیا بھر کے ساتھ ہمارا یہی وعدہ ہے۔ ہم نہ اس
وعدہ کی خلاف ورزی کریں گے۔ اور نہ کر سکتے ہیں۔ جونہی امن
بحال ہو۔ اقوام متحدہ کے کسی بین الاقوامی تنظیم کی نگرانی میں ہم
کشمیری عوام سے رائے حاصل کرنے کو تیار ہیں۔ ۱۹۴۸ء کو جناب

شیخ محمد عبداللہ صاحب ریاست جموں و کشمیر کے پہلے وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ ان کو ایک گمبھیر حکومت کی ذمہ داریاں سنبھالنا پڑیں۔ یہ ان کے لیے ایک آزمائش کا دور تھا۔ شیخ صاحب کی سربراہی میں حکومت نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر ریاست کی تعمیر نو کا کام ہاتھ میں لے لیا۔ ٹرانسپورٹ کی قومی ملکیت قرار دیا گیا۔ جموں و کشمیر آل انڈیا ریڈیو کی برانچ قائم کی۔ وزارت اعظمیٰ کی عنان سنبھالتے ہی سب سے پہلے بیگار کا خاتمہ کیا۔ ملک کو مہنگائی اور قحط سے بچانے کے لئے غلہ اور دیگر بنیادی ضروریات زندگی کی تقسیم کا کام کواپریٹو سوسائیٹیوں کے سپرد کیا۔ سرینگر کو بذریعہ سڑک پختہ پٹھانکوٹ سے ملایا۔ کیونکہ ریاست سے ہندوستان جانیکے تمام راستے پاکستان کی اس وقت کی حکومت نے ہندوستان سے کشمیر عارضی الحاق سے پہلے ہی بند کر دیئے تھے۔ شیخ صاحب ہندوستانی وفد کے ساتھ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے اجلاس میں شریک ہوئے۔ اور وہاں اپنی تقریر میں ریاست کشمیر کے باشندوں کا زاویہ نظر پیش کیا۔ ۱۹۴۹ء میں ہندوستان کی مجلس دستور ساز کے ممبر بنائے گئے۔ اور آئین ہند کی تدوین اور ترتیب میں نمایاں حصہ لیا۔ ۱۳ جولائی ۱۹۵۰ء کو یوم شہداء کے موقعہ پر جاگیرداری اور زمینداری کا خاتمہ

کیا گیا۔ اور خود کاشت کرنے والوں کے لئے فی کس ۲۲ ایکڑ زمین کی حد مقرر کردی گئی۔ اس طرح جو لوگ زمینداروں اور جاگیرداروں کی زمینیں کاشت کرتے تھے۔ وہ خود قانونی طور پر زمین کے مالک قرار پائے۔ ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۰ء کو آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس کی جنرل کونسل میں کشمیر دستور ساز اسمبلی کو وجود میں لانے کا ریزولیشن پاس کیا گیا اور کشمیر دستور ساز اسمبلی کے دائرہ عمل کی وضاحت کی گئی۔ شیر کشمیر نے اپنی آنکھوں سے کشمیری عوام کی غریبی۔ لاچاری اور ان پر صدیوں سے ڈھائے جانے والے مظالم کا مشاہدہ کیا تھا۔ اور ان دردانگیز حالات سے ان کا دل اپنے ہم وطنوں کی محبت سے بھر گیا۔ اور وہ ہمہ وقت میں یہاں کے عوام کو خوشحال دیکھنا چاہتے تھے۔ اس خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لئے انہوں نے تن من دھن سے کام شروع کیا۔ ۱۹۵۱ء میں کشمیر دستور ساز اسمبلی کے لئے ارکان کے نام بغرض انتخاب عوام کے سامنے پیش کئے۔ جنہیں عوام نے متفقہ طور پر کامیاب کیا ۱۹۵۲ء کو مہاراجہ کشمیر کے موروثی حق کا خاتمہ کیا گیا۔ پانچ سالہ منصوبہ کی اسکیم کے بعد سندھ ہائیڈرو پروجیکٹ کی جانب قدم اٹھایا گیا۔ زمینوں کی تقسیم اور قبائلیوں کی غارتگری کے باعث ریاست کا تجارتی سلسلہ

درہم برہم ہو گیا تھا۔ چنانچہ اسے از سر نو ترتیب دیا۔ اور ہندوستان کے ہر چھوٹے بڑے شہر میں کشمیر کی صنعت و حرفت اور دستکاری کو فروغ دینے کی اسکیم پر عملدرآمد کیا۔ اور کئی مقامات پر ایمپوریم قائم کئے گئے۔ جولائی ۱۹۵۲ء میں حکومت ہند کے ساتھ نیا معاہدہ کیا جو معاہدہ دہلی کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس کے نکات کی تشریح و وضاحت کرتے ہوئے ریاستی دستور ساز اسمبلی کے سامنے ۱۱ اگست ۱۹۵۲ء کو تقریر کی۔ صوبہ جموں کو ریاست کشمیر سے الگ رکھنے کے لئے پرجا پریشد نے تحریک شروع کر دی۔ شیخ صاحب نے اپنے حسن تدبر سے اس کو زائل کیا۔ اور جموں کے عوام کو اس کے خطرناک نتائج سے آگاہ اور خبردار کیا۔ جموں کی طرح لداخ میں بھی علیحدگی پسندی کی تحریک کا آغاز ہوا۔ اس کے لئے بھی شیخ صاحب نے انسدادی تدبیریں کیں۔ اور عوام کو معاملہ کی نزاکت کا احساس دلایا۔ ہندوستان کی فرقہ دار جماعتوں ہندو مہاسبھا۔ جن سنگھ۔ اور رام راجیہ پریشد نے بھی جموں کی فرقہ دار جماعت پرجا پریشد کی تائید و حمایت میں ایجی ٹیشن شروع کر دی۔ جس کا مقصد یہ تھا۔ کہ ریاست جموں و کشمیر کو ہندوستان کے ساتھ قطعی طور پر ضم کر

دینا چاہئیے۔ شیخ صاحب نے اس تحریک کو بھی اردو کا۔ اور پوری ریاست کو اس کے فرقہ وارانہ اثر سے محفوظ رکھا۔

۱۹۵۲ء میں ہندوستان میں ہر طرف بڑھتی ہوئی فرقہ پرستی اور اقلیتوں کے مصائب و آلام کی طرف خصوصی طور پر حکومت ہند کو توجہ دلائی۔ جن سنگھ کے صدر ڈاکٹر شیاما پرشاد مکرجی کے ساتھ خط و کتابت کے دوران شیخ صاحب نے کشمیری عوام کا [illegible] یہ واضح کیا۔ جموں و کشمیر کے بعض مقامات پر بعض ریاستی وزیروں کے خلاف وعدہ خلافی اور لاپرواہی کا رشوت خوری اور کنبہ پروری کی شکایتیں کی گئیں۔ تو شیخ صاحب نے ان کے بارے میں تحقیقات کا وعدہ کیا۔ نیز کنبہ پرور اور رشوت خور افسروں اور ان کی حمایت کرنے والے وزیروں کے خلاف بھی تحقیقات کا وعدہ کیا۔ جون ۱۹۵۳ء کے مہینہ میں حکومت ہند اور پنڈت نہرو کے کہنے پر ایک اعلیٰ سطح کمیٹی وجود میں لائی گئی۔ یہ ضرورت اس لئے محسوس کی گئی۔ کہ حکومت ہند اور حکومت پاکستان دونوں ملکوں کے وزرائے اعظم کی باہمی ملاقات اس موضوع پر کسی فیصلہ کن بات چیت کے لئے ہونے والی تھی۔ اس لئے حکومت ہند نے انہیں کہا۔ کہ اس

کمیٹی بنائی جائے۔ اور اس کے فیصلہ سے انہیں مطلع کیا جائے
چنانچہ آٹھ ممبروں پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی۔ ۱۔ شیخ محمد عبد اللہ
صاحب چیرمین۔ ۲۔ مولانا محمد سعید مسعودی۔ ۳۔ مرزا محمد افضل بیگ
۴۔ بخشی غلام محمد۔ ۵۔ پنڈت شام لال صراف۔ ۶۔ خواجہ غلام محمد صادق
۷۔ پنڈت گردھاری لال ڈوگرہ۔ ۸۔ سردار بدھ سنگھ۔ کمیٹی کی
متعدد میٹنگیں ہوئیں۔ اور آخرکار ایک قرارداد متفقہ طور پر پاس
کر کے حکومت ہند اور پنڈت جواہر لال نہرو کو بھیجی گئی۔ اس فیصلہ
پر بخشی غلام محمد نے بھی دستخط کئے۔ اور پُر زور تائید و حمایت کی۔
عید الفطر کے موقعہ پر شیخ صاحب ایک تقریر براڈکاسٹ کرنے والے تھے
جس کا مسودہ اردو زبان میں تیار کیا گیا تھا۔ مگر قبل از وقت ہی
۸ اور ۹ اگست ۱۹۵۳ء کی درمیانی شب کو ایک منظم سازش
کے تحت غیر آئینی طور پر شیخ صاحب کو گرفتار کر کے کد جیل میں نظر
بند کر دیا گیا۔ بعد میں ان پر غیر ملکی طاقتوں کے ساتھ سازش
کرنے کا بے بنیاد الزام لگایا گیا۔ جو کبھی شرمندہ ثبوت نہ ہوا۔ نظر بندی
کے دوران ۱۹۵۶ء میں جب ریاست جموں و کشمیر کی دستور ساز
اسمبلی کا سیشن اس مقصد سے بلایا گیا کہ ریاست کا دستور یہیں

کیا جائے۔ تو شیخ صاحب نے اسمبلی کے صدر خواجہ غلام محمد صادق کو اگست کے مہینہ میں خط لکھا جس میں اس امر کی وضاحت کی کہ ہاؤس کے لیڈر اور دوسرے ارکان اسمبلی کو اس طرح غیر آئینی طور پر نظر بند کر کے ان کی غیر حاضری میں دستور ساز اسمبلی کا اجلاس بلانا اور اس میں دستور پاس کرنا کسی صورت سے بھی جائز نہیں اس لئے الگ ڈفلی نہ بجائی جائے۔ بلکہ کوئی متفقہ اور متحدہ صورت اختیار کی جائے۔ جو سب کے لئے قابل قبول ہو۔ ہندوستان کی پارلیمنٹ کے ممبر ڈاکٹر سیمبر اینی اور اس وقت مرکزی حکومت کے وزیر تار و ڈاک تھے نے کد جیل میں شیخ صاحب کے ساتھ ملاقات کی۔

۱۹۵۸ء بین الاقوامی دباؤ اور ملکی صورت حالات کے پیش نظر ساڑھے چار سال کی طویل نظر بندی کے بعد شیخ صاحب کو ۸ر جنوری ۱۹۵۸ء شام کے پانچ بجے کد جیل سے رہا کیا گیا۔ جبکہ کد کا تمام علاقہ برف سے ڈھکا ہوا تھا۔ اور راستہ کے تمام پہاڑ برف پوش تھے۔ ساڑھے تین مہینے کی رہائی کے بعد ۲۹ اپریل ۱۹۵۸ء کو پھر شیخ صاحب کو ان کے مکان صورہ سے آدھی رات کے وقت دوبارہ گرفتار کیا گیا۔ اور کشمیر سازش کیس کے تحت

آپ پر مقدمہ چلایا گیا۔ اس مقدمہ کی سماعت جموں میں ایک اسپیشل مجسٹریٹ کی عدالت میں ہوئی۔ سنہ ۱۹۶۴ء کو انہیں چھ سال کی طویل نظر بندی کے بعد غیر مشروط طور رہا کر دیا گیا۔ اور کشمیر سازش کیس واپس لیا گیا۔ پنڈت جواہر لال نہرو کی دعوت پر شیخ صاحب نے نئی دہلی میں پنڈت جی کے ساتھ گفت و شنید کی۔ اور اسکے بعد ایک خیر سگالی مشن پر پاکستان گئے۔ اس وقت پاکستان کے صدر فیلڈ مارشل ایوب خان تھے۔ صدر پاکستان کے ساتھ شیخ صاحب نے تبادلہ خیال کیا۔ پاکستان میں بھی آپ کا والہانہ استقبال کیا گیا۔ یہ مشن جواہر لال نہرو کی بے وقت اور اچانک موت کے سبب ادھورا رہ گیا۔ اور وہ واپس نئی دہلی تشریف لائے۔ ۱۹۶۵ء میں شیخ صاحب اپنی اہلیہ بیگم صاحبہ اور مرزا محمد افضل بیگ کے ہمراہ زیارت بیت اللہ شریف تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے برطانیہ۔ مصر۔ الجزائر کا بھی دورہ کیا۔ دہلی واپس پہنچنے پر آپ کا پاسپورٹ ضبط کیا گیا۔ اور آپکی گرفتاری عمل میں لائی گئی۔ اس مرتبہ آپ کو اوٹاکمنڈ اور کوڈائی کنال میں بند رکھا گیا۔ جنوری سنہ ۱۹۶۸ء میں آپ کی رہائی عمل میں لائی گئی۔ محاذ رائے شماری کو خلاف قانون قرار دیئے جانے کے نتیجہ میں آپکو جنوری سنہ ۱۹۷۱ء

میں کشمیر سے جلاوطن کر دیا گیا۔ ایوان اقتدار سے باہر رہ کر بھی شیخ صاحب کا دل ریاستی عوام کی فلاح وبہبود اور خوشحالی کی طرف لگا رہا۔ یہ اسی تمنا اور خواہش کا نتیجہ تھا۔ ۱۹۷۲ء میں آپ کی رہائی پر وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے ریاست کی لیڈرشپ اور مرکز کے مابین ماضی کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی غرض سے ریاست میں سازگار اور مفاہمانہ فضا قائم کرنے کی پہل کی۔ شیخ صاحب نے اسکا خیر مقدم کیا۔ اور وزیر اعظم کو آگاہ کیا۔ کہ انہیں ان مقاصد کی تکمیل کے لئے مفاہمت کی بہتر فضا تیار کرنے کے لئے کوئی ہچکچاہٹ نہیں۔ جس کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے۔ دونوں رہنماؤں نے بات چیت کے آغاز کے لئے مرحوم مرزا محمد افضل بیگ اور مسٹر پارتھا سارتھی کو اپنا اپنا نمائیندہ نامزد کیا۔ مذاکرات کا یہ دور دو سال تک جاری رہا۔ اور اس وقت ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ جب مرکز اور ریاست کے مابین تعلقات کے لئے مستحکم بنیاد کی داغ بیل ڈال دی گئی۔ جو ڈھائی برس جاری رہنے کے بعد "کشمیر ایکارڈ" کی صورت میں سامنے آیا۔ اسی ایکارڈ کے نتیجے میں ۲۵ فروری ۱۹۷۵ء کو آپ نے ریاست کے وزیر اعلیٰ کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ اُن کی قیادت

میں حکومت نے انتظامی۔ مالیاتی۔ اور تعلیمی اصلاحات سے متعلق دُور رس نتائج کے اقدامات کئے۔ اور ریاست بھر میں کورپشن اور بدعنوانیوں کے خلاف وسیع پیمانے پر ایک زبردست مہم شروع کی گئی۔ اس اقدام سے صحت مند اثرات مرتب ہوئے۔ اور ریاست میں ربط وضبط۔ ترقی کے ایک بالکل نئے دور کا آغاز ہوا۔ ریاست کی معشیت کو مضبوط بنیادوں پر استوار کیا گیا۔ شیخ صاحب کی قیادت میں قائم ہوئی یہ حکومت اسوقت تک جاری رہی جب ۲۷ مارچ ۱۹۷۷ء میں ریاست پر گورنر راج نافذ کیا گیا۔ ۱۹۷۷ء میں شیخ صاحب کی سفارش پر ریاستی اسمبلی توڑ دی گئی۔ اور جولائی ۱۹۷۷ء میں عام انتخابات کرائے گئے۔ نیشنل کانفرنس کو بھاری اکثریت ملی اور ۹ جولائی ۱۹۷۷ء کو شیخ صاحب نے دوبارہ وزیر اعلیٰ کی حیثیت میں حلف اٹھایا۔ انتخابات کے دوران شیخ صاحب کی طبیعت خراب ہوگئی۔ اور آپ صاحب فراش رہے۔ لیکن آپ کی شخصیت کے سامنے حزب مخالف کی جماعتیں ٹک نہ سکیں۔ گذشتہ پانچ برسوں کے دوران آپ کی حکومت کا پروگرام اور کارکردگی کا ریکارڈ شاندار رہا۔ عوامی فلاح وبہبود اور

ریاست کی تعمیر و ترقی کے لئے موثر اقدامات کئے۔ جموں و کشمیر کو ایک مثالی ریاست بنانے کے لئے آپ کی کوششیں ہمیشہ یاد رکھی جائینگی۔ شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ کی صحت اگرچہ کمزور ہو گئی تھی۔ تاہم وہ معمول کے کام کاج میں برابر مصروف رہتے تھے۔ جون ۱۹۸۲ء میں آپکی طبیعت بے حد بگڑ گئی۔ اور ڈاکٹروں کی دواؤں اور لاکھوں پرستاروں کی دعاؤں سے اُن کی صحت بحال ہو گئی۔ تاہم نقاہت باقی رہی۔ بیماری کے اس حملے کے بعد اُنھوں نے پھر سرکاری کام شروع کیا تھا۔ اگست ۱۹۸۲ء میں آپ کی صحت پھر بگڑ گئی۔ اور اس بار یہ حملہ جان لیوا ثابت ہوا۔ چنانچہ ۸ ستمبر ۱۹۸۲ء شام کے چھ بجے آپ نے داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ اور اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیہِ راجِعُون ساٹھ لاکھ کشمیریوں کے سوئے دلوں کو جگانے والا اعظیم و بلند بالا "شیر" ہمیشہ کے لئے سو گیا۔ آپ کے انتقال کی خبر کا پھیلنا تھا۔ کہ ایک طوفان آگیا۔ بچے۔ بوڑھے۔ جوان۔ مرد اور عورتیں سینہ پیٹنے لگے۔ اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ پوری وادی میں جیسے زندگی اچانک رُک سی گئی ہو۔ ہر طرف صفِ ماتم بچھ گئی۔ اور لوگ ہزاروں کی تعداد میں اُسی وقت سینہ کوبی کرتے ہوئے پولو گراونڈ پہنچ گئے۔ دیہات اور قصبہ جات سے

ماتمی ٹولیاں سیلاب کی طرح اُمڈ نے لگیں۔ خواتین۔ بچے۔ بوڑھے۔ جوان ہر کوئی ماتم کر رہا تھا۔ شہر کی تمام سڑکیں۔ گلی کوچے۔ جلوسوں سے بھر گئے جن کی ایک ہی منزل "پولو گراونڈ" تھی۔ مذہب کا کوئی بھید بھاؤ نہ تھا۔ یہ ماتم مشترکہ تھا۔ ساری عوام مذہب و ملت سے بالاتر کندھے سے کندھا ملا کر یک زبان ہو کر نوحہ زاری کر رہے تھے۔

الوداع ! الوداع ! اے شیر کشمیر الوداع !

جب تک سورج چاند رہیگا　　روشن تیرا نام رہیگا۔

شیر کشمیر کی وفات سے برصغیر میں عموماً اور ریاست جموں وکشمیر میں خصوصاً تاریخ کا ایک پورا دور ختم ہو گیا۔ کشمیری عوام کو صدیوں کی غلامی اور ظلم و جبر سے نجات دلا کر انہیں عزت و آبرو سے زندگی گذارنے کا جو حوصلہ شیر کشمیر نے بخشا۔ اُس کے لئے وہ ہمیشہ عوام کے دلوں پر حکومت کرتے رہینگے۔ نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک برصغیر کی سیاست پر چھائی رہنے والی یہ شخصیت تادم مرگ سیکولرازم جمہوریت اور سماجی برابری کا درس دیتی رہی تھی۔ غریبوں اور سماج کے کچلے ہوئے لوگوں کے حقوق کے لئے شیخ صاحب ہمیشہ لڑتے رہے۔ وہ انسانوں کے بنیادی حقوق کے علمبردار تھے۔ شیر کشمیر کی ذات

اور کارناموں کو الفاظ کا جامہ پہنا کر پیش کرنا ناممکن ہے۔ شیخ محمد عبداللہ ایک ایسی عظیم شخصیت کا نام تھا۔ کہ جس کے آگے دوست تو دوست دشمنوں کے سر بھی تعظیم اور عزت کے ساتھ جھک جاتے تھے۔ صدیوں کی گردش کے بعد زمانہ ایسا شخص پیدا کرتا ہے۔ ارضِ کشمیر اس عظیم رہنما کی جدائی کو ہمیشہ محسوس کرتی رہیگی۔

عطا ایسا بیان تجھ کو ہوا رنگین بیانوں میں
کہ بامِ عرش کے طائر تھے تیرے ہم زبانوں میں

اس صدی کا المناک اور اندوہناک واقعہ

بابائے قوم جناب شیرِ کشمیر شیخ محمد عبداللہ صاحب کی میت کا آخری دیدار

جناب شیخ محمد عبداللہ مرحوم کی میت عام لوگوں کے دیدار کے لئے ۹ ستمبر ۱۹۸۲ء صبح چھ بجے پولو گراونڈ میں لائی گئی۔ اور ۱۰ ستمبر تک

لوگوں کے دیدار کے لئے میت کو وہاں رکھا گیا۔ لاکھوں لوگوں نے اپنے بابائے قوم شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہؒ کا آخری دیدار کیا۔ مختلف سیاسی عقاید کے لوگ تھے۔ لیکن سبھوں کی آنکھیں فرط غم سے نم تھیں۔ صدر جمہوریہ مسٹر ذیل سنگھ۔ وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی۔ مسٹر اٹل بہاری واجپائی۔ مسٹر چندر شیکھر۔ مسٹر بہوگنا۔ مسٹر چندر جیت یادو۔ مسٹر کنڈو رلو۔ مسٹر جارج فرنانڈس اور دوسری سینکڑوں سرکردہ شخصیتوں نے میت پر پھول چڑھائے۔ اور سیکولرازم اور جمہوریت کے اس بلند قامت علمبردار کو خراج عقیدت پیش کیا۔ ریاست کی طرح ملک کے تمام حصوں میں شیر کشمیر کی وفات سے غم واندوہ کی ایک لہر دوڑ گئی۔ مرکزی حکومت نے دو دن کے سوگ اور تعطیل کا اعلان کیا۔ قومی پرچم سرنگون کیا گیا۔ ریاست میں گیارہ دنوں کے ماتم کا اعلان کیا گیا۔ اور تین دنوں تک دفاتر۔ تعلیمی اور کاروباری ادارے بند رہے۔ ریاست کے اطراف واکناف میں ہڑتال رہی۔ اور ماتمی جلوس نکالے گئے۔ ۱۰ ستمبر ۱۹۸۲ء کی صبح کو پولو گراونڈ سے جنازے کا جلوس شروع ہوا۔ میت ایک توپ گاڑی پر رکھی ہوئی تھی۔ جو پھولوں سے بھری تھی۔ فوج کے دستوں نے ہتھیار الٹائے اور بینڈ نے ماتمی دھن بجائی۔

جلوس کے ابتداء میں ہی لوگوں کا وہ جم غفیر تھا۔ کہ جہاں تک نظر کام کرتی تھی۔ لوگ ہی لوگ نظر آرہے تھے۔ پولو گراونڈ سے حضرتبل تک جہاں مرحوم کی آخری آرام گاہ تیار تھی۔ لاکھوں لوگ اپنے محبوب رہنما کے آخری دیدار کے انتظار میں تھے۔ جوں جوں جنازے کا جلوس آگے بڑھتا گیا۔ لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ کہیں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ راستے کے دونوں طرف مکانوں کی چھتوں اور تمام در و دیواروں پر صرف لوگ ہی لوگ نظر آرہے تھے۔ اپنے محبوب ترین لیڈر جناب شیخ صاحب کو آخری مرتبہ دیکھنے کے لئے محو انتظار تھے وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی پولو گراونڈ سے ٹورسٹ سنٹر تک جنازے کے جلوس میں شریک تھیں۔ ملک کی سرکردہ سیاسی شخصیتیں بیرونی ممالک کے سفارت کار۔ فوج کے اعلیٰ افسر۔ کئی ریاستوں کے وزرائے اعلیٰ اور گورنر اور مرکزی وزراء ان لاکھوں سوگواروں میں شامل تھے۔ جو کشمیر کے اس مایہ ناز فرزند کے آخری سفر میں اُسے اپنی ابدی آرام گاہ تک لے جا رہے تھے۔ جنازے کے جلوس میں بے پناہ ہجوم اور دھکم پیل سے بے شمار افراد زخمی ہو گئے۔ سوگوار مرد و زن سینہ کوبی کر رہے تھے۔ کشمیر کی تاریخ میں ایسا ماتمی منظر پہلے کبھی نہیں

دیکھا گیا ہے۔ نوحہ خوانی اور ماتم کرنے والے لوگوں کا سیلاب تھا۔ جو ہر لمحہ بڑھتا جا رہا تھا۔ جنازے میں شرکت کے لئے ہزاروں لوگ لمبی مسافتیں پیدل طے کر کے آئے تھے۔ لاکھوں سوگواروں کا یہ بے پناہ جلوس ڈل گیٹ۔ ناڈ پورہ۔ خانیار۔ نوہٹہ۔ سعدہ کدل اور نگین سے ہوتا ہوا حضرتبل پہنچ گیا۔ پولو گراؤنڈ سے حضرتبل تک ۱۲ کلومیٹر کا یہ سفر طے کرنے میں دس گھنٹے کا وقت لگا۔ یہ اپنی نوعیت کا پہلا اور یادگار جلوس تھا۔ نماز جنازہ تقریباً پندرہ لاکھ لوگوں نے پڑھی۔ میت کی گاڑی پر ہر جگہ پھول برسائے جا رہے تھے۔ نماز جنازہ کے بعد میت کو جھیل ڈل کے کنارے نسیم باغ لے جایا گیا۔ جہاں مرحوم قائد نے اپنی آخری قیام گاہ کا انتخاب خود آج سے دس سال قبل کر رکھا تھا۔ انہوں نے زمین کا یہ قطعہ اسی مقصد کے لئے خریدا تھا۔ اور اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تھا۔ کہ اسی مقام پر اُن کی آخری آرام گاہ ہونی چاہیئے۔ چنانچہ ان کی وصیت کے مطابق انہیں اپنی خریدی ہوئی زمین میں سپردِ خاک کیا گیا۔ میت کو پورے سرکاری اعزاز کے ساتھ لحد میں اتارا گیا۔ وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی۔ گورنر جموں و کشمیر مسٹر بی۔ کے نہرو وزیر اعلیٰ ڈاکٹر فاروق عبداللہ۔ بیگم شیخ محمد عبداللہ۔ سوگوار خاندان کے

افراد۔ بیرونی ممالک کے سفارت کار۔ سرکردہ سیاسی لیڈر۔ اور سول اور فوجی شخصیتیں اس وقت موجود تھے۔ لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ یہ سماں نہایت دردناک تھا۔ نصف صدی تک لاکھوں دلوں پر حکومت کرنے والا شیر کشمیر سپرد خاک کیا جارہا تھا۔ کتنا دل سوز منظر تھا۔ اے اجل تو کس قدر بے رحم ہے؟ اے لحد ہم تمہیں وہ محبوب سونپ رہے ہیں۔ جسے ہم نے ہمیشہ پلکوں پہ بٹھایا ہے۔ یہی ہمارا سرمایہ ہے۔ یہ اس قوم کی متاع ہے۔ اسے سنبھال کر رکھنا۔

دفتر ہستی میں تھی زریں ورق تیری حیات
تھی سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات

شیخ صاحب کی وفات پر تعزیتی پیغامات

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

بابائے قوم جنابِ شیر کشمیر شیخ محمد عبداللہ مرحوم کی شخصیت شہرت اور مقبولیت کا اندازہ اُن کے انتقالِ پُر ملال پر ہندوستان کے رہنماؤں اور کشمیر کے اولوالعزم ہستیوں کے اُن تعزیتی پیغامات سے بخوبی ہو تا ہے جو انہوں نے اس سانحہ عظیم کے موقعے پر جاری کیے :-

صدر جمہوریہ گیانی ذیل سنگھ

شیخ محمد عبداللہ اعلےٰ خصوصیات کے مالک ایک عظیم قوم پرست رہنما تھے۔ اِن کی موت سے ملک ایک عظیم مجاہد آزادی اور جمہوریت اور سوشلزم کے علمبردار سے محروم ہوا ہے۔ اُن کے آہنی عزائم اور

وسیع النظری قابل تعریف تھی۔ شیخ صاحب کے ساتھ میرے قریبی تعلقات تھے۔ ہم دونوں نے مہاراجہ کی ریاست میں اسٹیٹ پیپلز کانفرنس میں ایک ساتھ کام کیا۔ میرے لئے وہ ایک بڑے بھائی کی طرح تھے۔ اور مجھے اُن سے بے پناہ محبت اور رہنمائی ملتی رہی۔ اُنکی موت سے ملکی زندگی میں جو خلاء پیدا ہوا ہے۔ اُسے پُر کرنا مشکل ہے۔

نائب صدر ہدایت اللہ

نائب صدر مسٹر ہدایت اللہ نے مرحوم رہنما کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ہے۔ کہ ملک صف اوّل کے مجاہد آزادی اور بلند قامت شخصیت سے محروم ہوا ہے۔ شیخ صاحب اعلٰی صفات اور آہنی عزائم کے مالک تھے۔ شیر کشمیر کی موت سے ملک میں ایک بہت بڑا خلاء پیدا ہوا ہے۔ اُن کی جدائی سبوں کو تڑپاتی رہے گی۔

وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی

وزیر اعظم شریمتی اندرا گاندھی نے شیخ صاحب کو خراج عقیدت

پیش کرتے ہوئے اُنہیں قوم کی ایک عظیم شخصیت اور بابائے جموں و کشمیر قرار دیا ہے۔ اپنے تعزیتی پیغام میں وزیر اعظم نے کہا کہ ایک عظیم ہندوستانی ہم سے جدا ہوا۔ اُنہوں نے کہا۔ کہ شیر کشمیر کی قد آور شخصیت نصف صدی تک اس خوبصورت خطۂ ارض پر چھائی رہی۔ اُنہوں نے کئی بار موت کو للکارا۔ جو آخر اُن پر غالب آگئی۔ میں نے شیخ صاحب کو پہلی بار ۱۹۳۱ء میں ایک جلوس کی رہنمائی کرتے ہوئے دیکھا تھا اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہ ملک کی آزادی کی تحریک میں ایک اہم شخصیت بن گئے۔ ملک کے دیگر اعلیٰ رہنماؤں کی طرح شیخ صاحب نے بھی نو آبادیاتی اور جاگیردارانہ نظام کے خلاف جنگ لڑی۔ اُنہوں نے مختلف علاقوں سے تعلق رکھنے والے مذاہب کے لوگوں کے دل جیت لئے۔ اور ملک آزاد ہونے کے بعد ہی شیخ صاحب پر ایک امتحان کی گھڑی آپڑی لیکن اپنی دلولہ انگیز رہنمائی سے اُنہوں نے ۱۹۴۷ء کے حملہ کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کے لئے لوگوں کو آواز دی۔

مسٹر بی۔ کے نہرو گورنر جموں و کشمیر

ریاست کے گورنر مسٹر بی۔ کے۔ نہرو نے شیخ صاحب کی وفات

پر اپنے گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ کہ شیخ صاحب ایسے مقتدر رہنماؤں میں سے تھے۔ جنہوں نے برطانوی تسلط اور راجواروں کے جاگیردارانہ نظام سے آزادی دلانے میں ہمارے ملک کی قیادت کی۔ وہ ایسے لوگ تھے۔ جن کی زندگی کا مقصد لوگوں کی بھلائی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اور جنہوں نے ملک کے فایدے کے لئے بے شمار قربانیاں دیں۔ اُن کے ساتھ میری اپنی ذاتی دوستی چالیس سالہ پُرانی تھی۔ اور انہوں نے مجھے ہمیشہ بڑے بھائی کی طرح سمجھا۔ نصف صدی تک پھیلے ہوئے اپنے سیاسی کریکٹر کے دوران اُنہوں نے غیر سیکولر قوتوں کے خلاف لڑائی لڑی۔ اور اپنی زندگی کو کشمیری عوام اور ہندوستان قوم کی فلاح کے لئے وقف کیا۔

شری مُرارجی ڈیسائی

سابق وزیر اعظم ہند شری مُرارجی ڈیسائی نے شیخ صاحب کی رحلت پر تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ کہ اگرچہ بعض معاملات پر ہمارے میں اختلاف تھا۔ لیکن ہم اچھے دوست تھے۔ اُنہوں نے شیخ صاحب کو

ریاست کا سب سے زیادہ قابلِ احترام رہنما قرار دیا۔ جنہوں نے ریاست کی بھلائی کے لئے بہت سے کام کئے۔

شری اٹل بہاری واجپئی

بھارتیہ جنتا پارٹی کے صدر مسٹر اٹل بہاری واجپائی نے شیخ صاحب کو ایک باہمت شخص قرار دیتے ہوئے کہا کہ وہ ہر اُس کام کے لئے جو انہیں صحیح لگتا تھا کسی بھی حد تک مصائب برداشت کرنے کیلئے تیار رہتے تھے۔ اپنے تعزیتی پیغام میں مسٹر واجپائی نے کہا۔ کہ وہ ملک کے موجودہ سیاست دانوں میں سب سے بلند قامت شخص تھے۔ جو اپنے مخالفوں سے کبھی خوف زدہ نہیں تھے۔ تلخیات کو اُنہوں نے کبھی اپنے نظریہ پر حاوی نہیں ہونے دیا۔ شیخ صاحب کی وفات سے ایک عہد کا خاتمہ ہو گیا۔

شری چندر شیکھر

جنتا پارٹی کے صدر مسٹر چندر شیکھر نے ان الفاظ میں تعزیت کا اظہار کیا۔ تحریک آزادی کا آخری عظیم رہنما ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوا ہے۔ اور قومی زندگی کا ایک باب اختتام پذیر ہو گیا۔

شری ای۔ ایم۔ ایس نمبودری پد

مارکسی کمیونسٹ پارٹی کے جنرل سیکرٹری مسٹر نمبودری پد نے شیخ صاحب کی رحلت کو سامراج مخالف تحریک کا نقصان قرار دیا۔ تعزیتی پیغام میں اُنہوں نے کہا۔ کہ شیخ صاحب اُس نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ جس نے سامراج مخالف تحریک کے پھیلانے میں اہم رول ادا کیا۔ ایسے افراد بھی جنہیں اُن سے اختلاف تھا۔ اس بہترین رول کے لئے ان کا احترام کرتے تھے۔ جو انہوں نے ادا کیا۔

شری ایل کے ایڈوانی

بھارتیہ جنتا پارٹی کے جنرل سیکرٹری مسٹر ایل۔ کے۔ ایڈوانی نے کہا شیخ صاحب کی رحلت سے ایک ایسا خلاء پیدا ہوا ہے۔ جس کا پُر کرنا مشکل ہے۔ اُنہوں نے کہا۔ کہ ایک زمانے سے کشمیر کی سیاست شیخ صاحب کی شخصیت سے پہچانی گئی۔

شری ایس بی چوان

مرکزی وزیر منصوبہ بندی مسٹر ایس بی چوان نے کہا ہے کہ شیخ صاحب کے

وفات سے ملک نے ایک مجاہد آزادی اور ایک بہترین منتظم کو کھو دیا ہے

شری پی سی سیٹھی

مرکزی وزیر داخلہ مسٹر پی۔ سی۔ سیٹھی نے شیخ صاحب کی وفات پر اپنے گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ کہ وہ ایسے مقتدر رہنماؤں میں تھے جنہوں نے آزادی اور سیکولرازم کے لئے انتھک لڑائی لڑی ان کے جانے سے پیدا شدہ خلاء پُر کرنا مشکل ہے۔

شری راؤ بریندر سنگھ

مرکزی وزیر زراعت مسٹر راؤ بریندر سنگھ نے کہا۔ شیخ صاحب اپنے وقت کے LEGEND تھے۔ جنہوں نے لاکھوں لوگوں کو سیکولرازم کے لئے لڑنے کی تحریک دی۔

شری این۔ کے۔ ایل۔ سالوے

مرکزی وزیر اطلاعات و نشریات مسٹر سالوے نے کہا ہے۔ کہ ملک نے عموماً اور جموں و کشمیر نے خصوصاً ایک شاندار رہنما کھو دیا ہے

اُنہوں نے کہا۔ کہ شیخ صاحب نے ملک کی جنگ آزادی میں بہادرانہ کانٹریبیوشن کیا ہے

شری گنڈو راؤ

کرناٹک کے وزیر اعلیٰ مسٹر گنڈو راؤ نے کہا ہے۔ کہ یہ صرف جموں وکشمیر کا ہی نہیں۔ بلکہ پورے ملک کا نقصان ہے۔ اُنہوں نے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا۔ کہ شیخ صاحب ایک مقتدر رہنما اور بزرگ سیاست دان تھے۔

شری بابا صاحب بھونسلے

مہاراشٹر کے وزیر اعلیٰ نے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا ہے۔ کہ ایک مضبوط سیکولر جمہوریت کا قیام اُن کے تئیں موزوں خراج عقیدت ہوگا۔

شری بھجن لال

ہریانہ کے وزیر اعلیٰ نے کہا ہے۔ کہ اس بلند مرتبت شخص کے بغیر

جموں وکشمیر کا تصور مشکل ہے۔ فرقہ داریت کے خلاف اُن کی لڑائی ہمیشہ یاد رکھی جائیگی۔

مُفتی محمد سعید

جموں وکشمیر پردیش کانگریس آئی کے صدر مُفتی محمد سعید نے کہا۔ کہ شیخ صاحب کی رحلت سے ایک ایسے دور کا اختتام ہوا۔ جو کشمیر کی تاریخ میں واقعات سے بھرے ہوئے دور کے طور یاد کیا جائیگا۔ اُنہوں نے کہا کہ شیخ صاحب ریاست کی تحریک آزادی کے بانی تھے۔

شری اے بی اے غنی خان چودھری

وزیر ریلوے شری خان نے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا ہے۔ کہ انہیں شیخ صاحب کی وفات سے گہرا صدمہ ہوا ہے۔ شیر کشمیر کا تعلق قومی رہنماؤں کے اس درخشاں کہکشان کے ساتھ تھا۔ جو ملک کی جدوجہد آزادی میں ہر وقت پیش پیش تھے۔ ان میں سخت سے سخت چلینجوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت تھی۔ جس نے

اُسے انسانی عظمت کی بلندی پر پہنچادیا۔ اپنے قومی کارناموں کے لئے ملک اور قوم ان کو ہمیشہ یاد کرے گی۔

شری اے۔ بی۔ شرما

مرکزی وزیر مواصلات شری اے۔ بی۔ شرما نے کہا ہے۔ کہ مجھے شیر کشمیر کی موت کی خبر سُن کر بہت صدمہ ہوا ہے۔ ان کی موت تمام ملک کے لئے ایک بھاری نقصان ہے۔ خصوصی طور میرے لئے۔ کیونکہ وہ میرے ذاتی دوست تھے۔ وہ کشمیر کے کار آزمودہ رہنما اور ملک کے پُرانے مجاہد آزادی تھے۔ شیخ صاحب مُصمم ارادے کے مالک اور اپنے عزم کے پکے تھے۔ ان کی موت سے ملک نے ایک عظیم سپوت کھویا ہے۔ یہ خلاء کبھی پُر نہیں کیا جا سکتا ہے۔

شری بھیشم نرائن سنگھ

پارلیمانی امور مکانات و تعمیرات کے مرکزی وزیر شری بی۔ این۔ سنگھ

نے کہا ہے۔ کہ شیخ صاحب تحریک آزادی کے ایک آزمودہ کار رہنما تھے۔ اُنہوں نے ملک میں سیکولر روایات کی بُنیاد قائم کرنے والوں کے اصولوں کی آبیاری کے لئے اپنی جان نچھاور کر دی۔ ان کی موت ملک کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے۔

شری وریندر پاٹل

مرکزی وزیر محنت و بحالیات شری وریندر پاٹل نے کہا۔ مجھے شیخ محمد عبداللہ کے انتقال سے گہرا صدمہ ہوا ہے۔ وہ ایک بزرگ سیاست دان سچے محبّ وطن اور سرگرم نیشنلسٹ تھے۔ وہ ریاست جموں و کشمیر کی قوت تھے اور عوام کو ان کے ساتھ بے حد محبت تھی۔ وہ ایک اعلیٰ منتظم تھے۔ انہوں نے کئی ذمہ داریاں خوش اسلوبی سے انجام دیں۔ ان کی موت سے ملک ایک عظیم محبّ وطن سے محروم ہوا ہے۔

شری دھرم ویر

محنت کے مرکزی نائب وزیر شری دھرم ویر نے کہا۔ کہ شیخ صاحب کی موت سے قومی زندگی میں پیدا ہوئے خلاء کو کبھی پُر نہیں کیا جاسکتا۔ وہ ایک عظیم محبّ وطن۔ قوم پرست اور تحریک آزادی کے کارآزمودہ سپاہی تھے۔ اُنہوں نے قومی ایک جہتی کے لئے ہمیشہ کام کیا۔

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر

مثلِ ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

شیخ صاحب کے ایام اسیری سنہ ۱۹۳۱ء سے سنہ ۱۹۷۱ء تک

نمبر شمار	عرصہ اسیری	مقام اسیری	وقت دن۔مہینے۔سال	عہد وزارت
۱	۲۱ر ستمبر سنہ ۱۹۳۱ء تا اکتوبر سنہ ۱۹۳۱ء	قلعہ ہاری پربت سرینگر	۱۳ - ۔ - ۔	وزیراعظم ہری کرشن کول
۲	۲۳ر جنوری سنہ ۱۹۳۲ء تا ۴ر جون سنہ ۱۹۳۲ء	سنٹرل جیل سرینگر	۱۳ - ۴ - ۔	وزیراعظم کرنل کالون
۳	۳۱ر مئی سنہ ۱۹۳۲ء تا ۱۸ر اگست سنہ ۱۹۳۳ء	سنٹرل جیل سرینگر	۱۸ - ۲ - ۔	وزیراعظم کرنل کالون
۴	۱۲ر جولائی سنہ ۱۹۳۴ء تا اول اگست سنہ ۱۹۳۴ء	سنٹرل جیل سرینگر	۱۹ - ۔ - ۔	وزیراعظم ویکفیلڈ
۵	۲۹ر ستمبر سنہ ۱۹۳۸ء تا ۲۹ر فروری سنہ ۱۹۳۹ء	بھدرواہ جیل قلعہ باہو جموں	۔ - ۶ - ۔	وزیراعظم سوامی آئینگر
۶	۲۰ر مئی سنہ ۱۹۴۶ء تا اول اکتوبر سنہ ۱۹۴۷ء	بادامی باغ سرینگر بھدرواہ جیل	۱۱ - ۴ - ۱	وزیراعظم رام چند کاک
۷	۹ر اگست سنہ ۱۹۵۳ء تا ۱۸ر جنوری سنہ ۱۹۵۸ء	کُد جیل۔ تارا محل اودھم پور	۲۹ - ۴ - ۴	وزیراعظم بخشی غلام محمد
۸	۲۹ر اپریل سنہ ۱۹۵۸ء تا ۸ر اپریل سنہ ۱۹۶۴ء	سپیشل جیل کُد	۹ - ۱۱ - ۶	وزیراعظم بخشی غلام محمد
۹	۱۸ر جنوری سنہ ۱۹۶۵ء تا ۲ر جنوری سنہ ۱۹۶۸ء	بیرون ریاست کوڈے کنال نظربند	۲۶ - ۷ - ۲	بحکم مرکزی سرکار
		کل عرصہ اسیری	۲۲ - ۶ - ۱۶	

"شیرِ کشمیر"

شیخ صاحب نے کہا ہے

- ہم کسی کو غلام بنانے کے خواہش مند نہیں ہیں۔ اور نہ ہم کسی کے غلام بننے کے لئے تیار ہیں۔
- ہم اپنے مطالبات پیش کرنے میں ہرگز کوتاہی نہیں کریں گے۔ خواہ اسکے عوض ہمیں پھانسی پر ہی کیوں نہ لٹکا دیا جائے۔
- انسان کو جو چیز حق گوئی سے باز رکھتی ہے۔ وہ خوف ہے۔ لیکن اسلام نے حق گوئی کے مقابلہ میں ہر قسم کے خوف کو بے اثر کر دیا ہے۔
- کامیابی چلتے رہنے اور بڑھتے رہنے کا نام ہے۔ اور نامرادی اٹک جانے اور رہ جانے کا نام ہے۔
- میں ہرگز اردو کو کسی ایک فرقے کی زبان تسلیم نہیں کرتا اور نہ اس کو مسلمانوں کی مذہبی زبان تصور کرتا ہوں۔
- جب میں پاکستان پر نکتہ چینی کرتا ہوں۔ تو ہندوستان مجھے "شیر" کا خطاب دیتے ہیں۔ لیکن جب میں اکثریتی فرقہ کی فرقہ پرست کارروائیوں کا گلہ کرتا ہوں۔ تو مجھے پاکستانی یا کمیونسٹ کہا جاتا ہے۔

○ فوجی طاقت سے نہ تو جذبۂ حریت کو پامال کیا جا سکتا ہے۔ اور نہ عوام کے پیدائشی حق کو سلب کیا جا سکتا ہے۔

○ مجھے ہر وہ جماعت پسند ہے۔ جو انصاف اور انسانیت کی حامی ہو۔ مجھے ہر وہ پارٹی پسند ہے۔ جو ظالم اور مظلوم کی جنگ میں مظلوم کے ساتھ ہو۔ مظلوم ہندو بھی ہیں۔ مسلمان بھی ہیں۔ اور سکھ بھی۔

○ میرے دشمن اور میرے بدخواہ ہر شئے سے میرا رشتہ کاٹ سکتے ہیں۔ لیکن میرے اور خدا کے دائمی ابدی اور مقدس رشتے کو نہیں کاٹ سکتے۔

○ ہم دوسروں کا سامانِ عیش بن کر زندہ نہیں رہیں گے۔ ہم اس سے بہتر یہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم مر جائیں۔ اور ہمارا نام صفحۂ ہستی سے مٹ جائے۔

○ اگر ہم کشمیری عوام سے اپنے کئے ہوئے وعدوں سے ہٹ گئے۔ تو ہماری ساکھ ساری دنیا میں ختم ہو جائے گی۔ اور پنڈت نہرو کی قدر و منزلت بھی گر جائے گی۔

○ میں ہندوستان سے نفرت نہیں کرتا۔ میں ہندوستان کے

وقار کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا۔ مجھے ہندوستان سے کوئی شکایت بھی نہیں ہے۔

○ سوال ہندو اور مسلمان کا نہیں ہے۔ سوال ظالم اور مظلوم کا ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں کبھی بھی ہندو اور مسلمان کا فرق نہیں کیا۔ کشمیر کا فیصلہ ہندو اور مسلمان دونوں کریں گے۔

○ ترقی ایک مسلسل دوڑ ہے۔ ایک طوفانی دوڑ۔ یہ دوڑ کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ تاریخ نے بڑے بڑے غارتگروں کی تیغ آزمائی اور تباہ کن مظالم دیکھے ہیں۔ مگر ہر نئی نسل اپنے پیشتر و متفکر اور روشن دماغ مجاہدوں کے زخمی ہاتھوں سے ترقی کی اس مشعل کو دست بدست لیتی رہی ہے۔ آج اس مشعل کے نگہبان اور وارث ہم ہیں۔

شیخ محمد عبداللہ

عظیم لیڈروں کی نظر میں

(مہاتما گاندھی)

شیخ عبداللہ کشمیر کے سچے مالک ہیں۔

شیخ صاحب کے بارے میں مہاتما گاندھی نے ۵ نومبر ۱۹۴۷ء کو کہا۔ "کشمیر میں شیخ عبداللہ بڑی بہادری سے لڑ رہے ہیں۔ ان کی بہادری کی میں نے ہمیشہ تعریف کی ہے۔" ۱۱ نومبر کو انہوں نے کہا۔ شیخ عبداللہ کشمیر کے سچے مالک ہیں۔ اگر وہ وہاں کے صرف مسلمانوں کی طرف سے ہی بولتے تب وہ کشمیر کے سچے مالک نہیں ہو سکتے تھے۔ لیکن وہاں کا ہر ہندو۔ سکھ۔ پارسی اور عیسائی ان کے ساتھ ہے۔ ۲۸ نومبر کو گاندھی جی نے کہا۔ "شیخ عبداللہ وہاں کا سچا مہاراجہ ہے۔ ہزاروں مسلمان ان پر فدا ہیں۔ ان کو "شیر کشمیر" کہتے ہیں۔ وہ نکما ہے۔ ایسا کہنا اچھا نہیں لگتا۔ وہ کہتا ہے۔ میں مسلمان ہوں۔ لیکن وہ کیسا مسلمان ہے۔ کہ ہندو مسلمان سکھ سب کو ایک ساتھ لے کر بیٹھتا ہے۔ ۲۹ دسمبر کو گاندھی جی نے اپنے قتل کے صرف ایک ماہ قبل کہا۔ آج کشمیر کی بھومی پر ہندو دھرم اور اسلام کا امتحان ہو رہا ہے۔ اگر دونوں صحیح طریقے سے اور ایک ہی راستے پر چلیں تو اعلیٰ کارکنوں کو شہرت حاصل ہوگی

اور کوئی ان کی شہرت اور عزت نہیں چھین سکے گا۔ میری تو ایک ہی پرارتھنا ہے۔ کہ اس اندھیارے دیش میں کشمیر روشنی دکھانیوالا ستارہ ہے۔

"محمد علی جناح"

شیخ عبداللہ میری بات مان لو۔

شیخ صاحب نے دہلی میں ایک تقریر میں کہا۔ کہ ایک بار جب میں قائداعظم محمد علی جناح سے اُن کے دو قومی نظریئے کے بارے میں کافی دیر تک بحث کے بعد بھی قایل نہ ہوا۔ تو قائداعظم فرمانے لگے۔ کہ شیخ عبداللہ میں تمہارے باپ کی حیثیت رکھتا ہوں۔ تم میرے ان سفید بالوں کو دیکھ رہے ہو۔ یہ دھوپ میں سفید نہیں ہوتے ہیں۔ اسی سیاست کی وادی میں میری عمر گزری ہے۔ میں بھی پہلے انہی ہندو لیڈروں کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر متحدہ ہندوستان کا خواب دیکھ رہا تھا۔ لیکن اب مجھے وہ راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔ اسے یاد رکھنا۔ کہ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو ایک دن تم بھی پچھتاؤ گے۔ میں نے قائداعظم کے یہ جملے سُن کر فوراً کہا۔ کہ ہمارے برادران وطن میں کمزوریاں ضرور ہیں

لیکن اس کا حل یہ تو نہیں۔ کہ انہیں چھوڑ دیا جائے۔ میں تو اسی سیلاب کے آگے بند باندھنے چلا ہوں۔ میری حیثیت تو ایک ڈاکٹر کی سی ہے جب تک مریض کی جان میں جان ہے۔ مجھے اُسے دوا دینی ہے۔ شاید وہ تندرست ہو جائے۔

"خان عبدالغفار خان"

شیخ عبداللہ پر خدا کا فضل ہے۔

۱۹۴۵ عیسوی میں سرحدی گاندھی خان عبدالغفار خان نے کشمیر میں ایک تقریر کے دوران کہا تھا۔ سولہ سال قبل جب میں یہاں آیا تھا تو میں نے یہاں کی حالت نہایت پس ماندہ دیکھی تھی۔ لیکن آج میں آپ کی حالت میں جو تغیر اور آپ کے جذبہ میں جو بے باکی دیکھ رہا ہوں یہ سب شیخ عبداللہ کی کوششوں کی بدولت ہے۔ ناشکر گذار ہونا سب سے بڑا گناہ ہے۔ گری ہوئی قوم کو جو اُٹھاتے ہیں۔ وہ خدا کی مہربانی کی بدولت ہوتے ہیں۔ آپ کا رہنما شیخ عبداللہ آپ پر خدا کا فضل ہے۔ ان کی مدد کرنا آپ پر فرض ہے۔ اگر آپ اپنی آزادی کے مجاہدین کا ساتھ نہ دو گے۔ اور اپنے قومی خدمتگاروں کا ساتھ نہ دو گے۔ تو اس دُنیا میں بھی سزاوار ٹھہرو گے۔ اور اُس دُنیا میں بھی۔

"مولانا ابوالکلام آزاد"

شیخ عبداللہ پر بھروسہ کرو۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے کشمیریوں کے نام پیغام دیتے ہوئے کہا۔ آپ مجھ سے کسی پیغام کے متوقع ہوں گے۔ میں آپ کو ایک چھوٹا سا پیغام دیتا ہوں۔ اگر آپ غور کریںگے۔ تو اسمیں آپکو بصیرت کے دفتر مضمر ملینگے۔ وہ یہ ہے۔ کہ جب تک ملک کو ایک قابل اور مستعد رہنما نہ ملے۔ ملک اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ آپ کو قدرت نے شیخ محمد عبداللہ دیا ہے۔ آپ اس پر اور اس کے ساتھیوں پر اعتماد رکھیں۔ اور ان کا ساتھ دیں۔ اگر آپ ان کی رہنمائی پر استقلال سے کاربند رہینگے۔ تو وہ وقت قریب ہے۔ کہ آپ کی قیادت میں آزادی حاصل کر لینگے۔ کامیابی آپ کو تلاش نہیں کرنا پڑیگی۔ بلکہ کامیابی آپ کی تلاش میں ہوگی۔ اور آپکے قدم چومے گی۔

"پنڈت جواہر لال نہرو"

شیخ عبداللہ نے تمہیں نئی زندگی دی ہے

پنڈت جواہر لال نہرو نے یوں تو لاتعداد مرتبہ شیخ محمد عبداللہ کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ انہوں نے شیخ محمد عبداللہ کی کشمیر چھوڑدو

کی تحریک کے سلسلے میں ڈوگرہ شاہی سے ٹکر لیکر خود کو گرفتار بھی کرایا۔ لیکن شیخ محمد عبداللہ کے بارے میں ان کے یہ تاثرات تاریخ میں ہمیشہ یاد رہینگے۔ انہوں نے سوپور میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ کشمیری بھائیو شیخ عبداللہ نے تمہیں نئی زندگی دی ہے۔ خدا کا شکر ادا کرو۔ کہ اس نے تمہیں ایسا لیڈر دیا ہے۔ جو تمہارے لئے دنیا کی ہر طاقت سے ٹکر لینے کے لئے تیار ہے۔ ڈوگرہ حکومت نے تمہیں جانوروں کی سی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ لیکن اس کی کوششوں سے تم آج پھر انسانوں کے روپ میں نظر آرہے ہو۔ میں نے یہاں آکر ہر جگہ "شیر کشمیر زندہ باد" کا نعرہ سُنا۔ جب سیدھے سادھے دیہاتی ان کا ذکر محبت سے کرتے ہیں۔ اس وقت آپکے محبوب رہنما کی عظمت کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ یہ تمام ریاستی باشندوں کی خوش قسمتی ہے۔ کہ ایسے نازک موقعہ پر ان کو ایسا رہنما ملا ہے۔

شیخ عبداللہ پر پنڈت نہرو کی آخری تقریر۔

اپنے وقت وفات سے چند دن قبل پنڈت جواہر لال نہرو نے آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے اجلاس بمبئی میں تقریر کرتے ہوئے شیخ

عبداللہ کے متعلق کہا تھا۔ "شیخ عبداللہ" سکولرازم کے اصولوں پر پختہ یقین رکھتے ہیں۔ اور کوئی ایسا قدم اُٹھانا نہیں چاہتے جس سے ان اصولوں کو کسی نوع کا بھی نقصان پہنچنے کا احتمال ہو۔ وہ اس دو قومی نظریئے کو بھی نہیں مانتے ہیں۔ جو قیام پاکستان کی اساس ہے۔ تاہم ان کا یہ بھی خیال ہے۔ کہ ہندوستان کے لئے اپنے اصولوں پر قائم رہتے ہوئے بھی پاکستان کے ساتھ امن و آشتی کی زندگی گذارنا ناممکن نہ ہونا چاہیئے۔ اور اس طرح کشمیر کی گتھی بھی سُلجھ سکتی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ اپنی کوششوں میں ہم کامیاب ہی ہوں گے لیکن یہ حقیقت ہے۔ کہ جب تک اس مقصد میں کامیابی نہ ہو۔ ہندوستان کو پاکستان کے ساتھ مُسلسل تصادم کے بوجھ کو اور ان تمام نتایج کو جو اس میں مُضمر ہیں۔ برداشت کرتے رہنا ہوگا۔ "شیخ عبداللہ" اگر یہ کر سکے۔ تو وہ دونوں ملکوں کی عظیم خدمت انجام دے سکیں گے۔ اس مقصد کے حصول کی کوشش میں ہم ان کی ہر طرح مدد کرنے کے لئے تیار ہیں۔

اوروں کا ہے پیام اور میرا پیام اور ہے
قوم کے دردمند کا طرزِ کلام اور ہے
(اقبال)

پیامِ صداقت

مرتبہ :-
شیخ محمد عبداللہ
ایم۔ ایس۔ سی (علیگ)

شیخ صاحب نے ۱۹۳۱ عیسوی کے پُرآشوب دور میں
یہ پیغام دیا تھا۔

نسبت

میں اِن چند اوراق کو جو نہایت خلوص اور صداقت سے حوالہ قلم ہوئے۔ ہر اس شخص کے نام نامی سے منسوب کرتا ہوں جس کے پہلو میں دِل اور دِل میں قومی درد کا احساس ہو۔

نیازمند:۔
ایس۔ ایم۔ عبداللہ

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

چالیس۴۰ کروڑ مسلمان پچیس۲۵ کروڑ ہندو اور ... لاکھ سکھوں کی خدمت میں

گذارش:۔

کون نہیں جانتا کہ کشمیر میں گذشتہ کئی ماہ میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہوا جس نے کشمیر کو دنیا کے گوشہ گوشہ میں مشہور کر دیا۔ اِس انقلاب میں جو جو حالات بروی کار آئے۔ وہ ناظرین سے پوشیدہ نہیں۔ اور نہ ہی مجھے اِس وقت اُس پر بحث کرنیکا مقصد ہے۔ اسکے متعلق میں چاہتا ہوں۔ کہ ایک الگ اعلان "انکشاف حقیقت" کے زیر عنوان بالتفصیل شایع کر دوں۔ جسمیں ابتدا سے آجتک سچے حالات قلمبند کروں۔ اس انقلاب عظیم میں مختلف قسم کی کارروائیاں عمل میں آئیں۔ اور ضروری ہے کہ ایسے شور محشر میں قدرتی طور پر بعض غلط فہمیاں پیدا ہو جائیں جن کا اثر ملک و قوم پر بہت ہی زہریلا ثابت ہو۔

چونکہ اس بیداری کا تعلق زیادہ تر میرے ذات اور میرے ہمخیال مسلم نوجوان پارٹی سے ہے۔ اسلئے ہم اپنا یہ اہم فرض سمجھتے ہیں کہ

عوام و خواص کی آگاہی کیلئے مختصر الفاظ میں بذریعہ اعلان ہذا اصلی حال مشتہر کر کے ایسی غلط فہمیوں کا ازالہ کریں۔ ہم عوام و خواص کے خدمت میں پر زور اپیل کرتے ہیں۔ کہ یہ اعلان ہماری دل کی صدا ہے۔ اسلئے یہ صداقت کی آواز ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچائی جائے تاکہ کوئی شخص بدگمانی اور غلط فہمی کا شکار نہ بنے۔

موجودہ جدوجہد اور ہم

یہ ایک اہم سوال ہے۔ کہ ہم نے کیوں یہ جدوجہد شروع کی۔ اور اس کے اصلی وجوہات کیا ہیں۔ اسلئے ہم اسکی اصلی وجہ کو یہاں بھی اُسی طرح دُہراتے ہیں جسطرح کہ ہم نے گذشتہ واقعات میں اپنے والی ملک کے حضور میں گذارش کیا تھا۔

"ہم حضور والا کو یقین دلاتے ہیں۔ کہ جن اصلاحات کو ہم آگے بیان کرنیوالے ہیں۔ انکی اصلیت کسی بناوٹی اور بے بنیاد شورش پر مبنی نہیں ہے بلکہ تکالیف کے ایک لمبی اور ناقابل برداشت سلسلہ نے ہمیں اس یقین پر پہنچادیا ہے۔ کہ بغیر اصلاحات کے حضور والا کی مسلم رعایا کی زندگی تلخ رہیگی۔"

ناظرین یہ دیرینہ تکالیف اور ناقابل برداشت ظلم وستم جو ہم پر توڑے جارہے تھے۔ ہم اپنے آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ اُن کا دلدوز نظارہ اندر ہی اندر سے ہمارے دلوں اور سینوں کو بوجہ ہمارے مجبوریوں کے صدمہ عظیم پہنچاتا تھا۔ جواب عملی صورت میں ناقابل برداشت ہوا۔ اور ہم نے تہیہ کرلیا کہ ہم اس صدمہ جانکاہ سے اپنے ملک کو آزاد کرینگے۔ اور واقعی اُن مظالم کو دور کرنے کیلئے ہمیں قید خانہ ایک مہمان سرائے۔ جلاوطنی ایک سیر۔ گولیوں کا نشانہ بننا ایک مرہم جان نظر آیا۔ اور اُن تمام مصائب کو اپنے نظروں میں حقیر سمجھنا ہمیں موجودہ مظالم سے چھٹکارا پانے کا ذریعہ دکھائی دیا ہے۔ اسلئے کمر ہمت باندھکر ہم نے صداقت کی آواز کو بلند کیا۔ جس کا نتیجہ آپ سے پوشیدہ نہیں۔

برادرانِ وطن اور ہم

جب سے موجودہ گورنمنٹ کی بنیاد کشمیر میں پڑی۔ اُسوقت سے برادران وطن سرکاری عہدوں پر براجمان ہو کر ترقی فائز چلے آئے ہیں۔ انہوں نے ان پیشوں کی طرف کبھی توجہ نہ کی۔ جنکے کرنے میں محنت شاقہ

کرنی پڑتی ہے۔ اور اکثر بیکاری. نقصان مال. اور خطرہ جان کا احتمال ہوتا ہے۔ انہوں نے "کمائیں آپ اور کھائیں ہم" ضرب المثل کو مدنظر رکھکر صرف سرکاری ملازمت کو اپنا مستقبل پیشہ قرار دیا. انکا پختہ خیال ہے. کہ کشمیری مسلمان ہمارے غلام در غلام ہیں. وہ ہمارے خدمت کیلئے اور ہم انکی حکومت کیلئے پیدا ہوئے ہیں۔

جس وقت صدای حق بلند ہوئی. تو قدرتی وہ اس امر کو خلاف توقع محسوس کرنے لگے. اور مختلف قسم کے مکروہ پروپگنڈا میں مصروف رہے. اور اس جد و جہد کو فرقہ وارانہ رنگ دینکی ٹھان لی. اوّل اوّل تو وہ چند خود غرض اصحاب کامیاب ہوئے. بالآخر جب ہندو پبلک نے غلط اور متعصبانہ طرز عمل پیدا ہونے والے نتائج بد و اخلاقی جرم کے ارتکاب کو محسوس کیا. تو اب حقیقت حال کے روایات سے قایل ہو کر مسلمانوں سے تعاون کرنے پر آمادہ ہوگئے۔

برادران وطن! آپ تو وہ وقت یاد کیجئے. جبکہ پنجابیوں نے حکومت پر قبضہ کیا ہوا تھا. تو اسوقت آپ کی حالت کیا تھی۔ اور جب آپنے جد و جہد شروع کی. تو کس طرح تمام لوگوں نے آپ کو امداد دی۔ نیو انڈیا اور انڈین سٹیٹس

پانڈی چیری انگریزی اخبار کی فائیل اٹھا کر اپنے مضامین کو دوبارہ ملاحظہ کریں اور اپنے دل سے پوچھیں کہ اسوقت آپ کے دِل کی کیا حالت تھی۔ اور اب کیسا ہے۔

مجھے اس امر میں مسرت ہے۔ کہ موجودہ جدوجہد میں آپ نے کئی اصلاحات اپنی جماعت میں کئے۔ ان ہی باتوں سے کشمیر دنیا میں کامیاب ہو سکتی ہے۔ اور اہل کشمیر ایک قوم کہلانیکے مستحق بن سکتے ہیں۔ میں آپ میں سے اُن حضرات کو بحیثیت اکثریت اور تمہ احباب کو بحیثیت اقلیت جو ملازم ہیں عرض کرتا ہوں۔ کہ وہ یک قلم ان اخلاق سوز عادات جیسے رشوت ستانی سخت گیری ترک کردیں۔ اور مادہ انسانیت و ہمدردی کو اپنے آپ میں پیدا کریں۔ میرا روئے سخن یہاں سب ملازمین سے ہے۔ خواہ وہ ہندو ہوں۔ یا مسلمان۔ سکھ ہوں یا عیسائی۔ کہ وہ خدا سے ڈریں۔ اور اصولاً رشوت ستانی ترک کردیں۔

برادرانِ وطن! میری آغوش محبت آپ کے لئے کھلی ہے۔ میں اور میرے ہمخیال آپ کے خدمت گذاری کیلئے وقف ہیں۔ بشرطیکہ آپ کو ہمارے ساتھ اتحاد عمل کا منشا ہو۔ اور آپ ہمارے واجبی حقوق تسلیم کرنے کیلئے تیار ہوں۔ تاکہ ہم آپسمیں بھائی بھائی کے طرح اتفاق کے

ساتھ رہ کر اپنے والی ملک کے ساتھ پدر و فرزندی کے تعلق کو زیادہ استوار بنانے کے قایل ہو جائیں۔

حکومت کشمیر اور ہم

یہ سب کچھ ہوتا رہا ہے۔ لیکن ہمارے عزم و استقلال میں کوئی تزلزل نہ آیا۔ ہمارا مقصد یہ تھا۔ کہ ہم سچے حالات اپنے والی ملک کے روبرو بلاواسطہ پیش کریں۔ تاکہ صحیح واقعات انکے پاس پہنچ جائیں۔ میں اپنے طرف سے اور ہم خیال دوستوں اور تمام مسلمانوں کیطرف سے پر زور الفاظ میں یہ اعلان کرتا ہوں۔ کہ ہم ہمیشہ اپنے والی ملک مہاراجہ بہادر کے خیر خواہ رہے ہیں اور رہینگے۔ ہماری وفاداری اور نیک خواہی کا ہی یہ تقاضا تھا۔ کہ ہم بھولی بھالی رعایا اور ستم رسیدہ زمینداروں کا حال سرکار کو گوشگذار کریں۔ کیونکہ ہمیں یقین تھا اور ہے کہ سچے حالات سنکر ہمارے والی ملک متاثر ہونگے۔ اور ان کے دل کا ضرور یہ تقاضا ہو گا کہ انکی رعایا بھی اس افلاس اور ذلت کی زندگی سے نکل کر مہذب دنیا کی طرح عزت اور آزادی کی زندگی بسر کریں۔ اس مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کیلئے ارباب حل و عقد نے توڑ دوڑ سے اٹکائے اور جو جو

پیچیدگیاں پیدا کیں وہ دنیا سے پوشیدہ نہیں۔ قید و بند میں ہم کو ڈالا گیا۔ گولیاں ہم پر برسائی گئیں۔ ٹکٹکی پر ہم بے رحمی سے باندھے گئے۔ اور جور و استبداد کی ہر ممکن طاقت سے کام لیکر ہماری آواز کو دبانیکی کوشش کیگئی۔ لیکن حق و صداقت کی آواز دنیاوی مادی طاقتوں کی سختیوں سے کہاں دب سکتی تھی۔ جس کیلئے تاریخ شاہد ہے۔

ہمارا عزم راسخ تھا۔ اسلئے ہمارے استقلال میں فرق نہ آیا۔ خداوند کریم کی امداد شامل حال تھی۔ اور آخر کامیابی کا راستہ کھلا۔ اور مطالبات بلاواسطہ والی ملک کے سامنے پیش کئے گئے۔ جن میں بعض تو منظور ہوئے اور باقی منظور ہونگے۔ خدا کرے کہ جلد سب مطالبات منظور ہونیکا اعلان ہم اپنے کانوں سے سنیں اور آنکھوں سے دیکھیں تاکہ اسکے استفادہ سے راعی و رعایا کے درمیان پدر و فرزندی کا تعلق استوار رہے۔

کشمیری مسلمانوں کا اتفاق

ناظرین! دنیا میں مختلف نشے انسان کو مست بناتے ہیں اور جوش دلاتے ہیں جنمیں سب سے بڑا غلبہ مذہبی جوش کا ہے۔

اسلام ایک فطری مذہب ہے۔ اور اسمیں سب سے بڑھکر احترام کلام اللہ یعنی قرآن کریم کا ہے۔ مسلمان آج تک سب قسم کے ظلم و ستم تو برداشت کرتے تھے۔ لیکن جبکہ یہاں تک نوبت پہنچی۔ کہ ظلم و ستم کا ہاتھ مذہب میں بھی بڑھ گیا ہے۔ اور قرآن کریم کی توہین ہوئی۔ اذان بند کردی گئی۔ خطبہ اور وعظ ممنوع ہوا وغیرہ وغیرہ۔ اس سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوکر بھڑک اُٹھے۔ اور وہ اس امر کو محسوس کرنے لگے۔ کہ یہ مظالم ہم پر کیوں توڑے جا رہے ہیں۔ تو اُن کو یہ امر واضح طور پر معلوم ہوا کہ یہ مظالم ہمارے ساتھ ان ظالموں نے اسلئے روا رکھے گئے۔ کہ ہم میں بجائے خود طاقت نہیں۔ نااتفاقی نے ہمیں اندر اندر سے ہی ناسور کیطرح کھایا ہے اور ہمارا شیرازہ اتفاق بکھرا ہوا ہے۔ غربت اور افلاس نے ہمیں آدبایا ہے۔ اسلئے جب تک اس نااتفاقی کا قلع و قمع نہ کیا جائے۔ تب تک نہ ہم اس افلاس سے چھٹکارا پا سکتے ہیں۔ اور نہ ہماری آواز صدا بصحرا سے زیادہ وقعت رکھ سکتی ہے۔ اس مرض کے مداوا کیلئے کشمیر میں تمام خیالات کے مسلمان (سنی۔ شیعہ۔ حنفی۔ اہلحدیث۔ وہابی احمدی وغیرہ) اس صحن عالی میں جمع ہوئے۔ جہاں سے کشمیر میں نورِ اسلام روشن ہوکر تمام صوبہ میں زمانہ قدیم میں پھیل چکا ہے۔ حضرت بانی

مسلمانی جناب میر سید علی ہمدانی علیہ الرحمہ کے خانقاہ معلیٰ کے صحن پاک میں سب اطراف واکناف کے نمایندے اور باشندے جمع ہو کر اتحاد اسلامی کے جھنڈے کے نیچے آ گئے۔ اور عہد کر لیا کہ ہم آپسمیں اتفاق وتعاون اور اشتراک عمل کرینگے۔ اور اس عہد کے ساتھ کمر بستہ ہو کر تمام فروعی مسایل کو بالائی طاق رکھکر میدان عمل میں اتر پڑے۔ اور اس اتفاق واتحاد نے جو شاندار کامیابی دکھائی۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔

بیرونی جدوجہد اور ہم

یہ صداقت کی آواز جب بلند ہوئی۔ تو دنیا حیران رہی۔ اور اسمیں مختلف قسم کی چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ بعض کو کشمیر میں اسلامی سلطنت کے ڈالنے کے خواب نظر آئے۔ اور یہاں تک مبالغہ کیا گیا کہ سر شفیع۔ سر اقبال وغیرہ کو خدانخواستہ مہاراجہ بہادر کو تخت سے اتر واکر اسلامی حکومت قایم کرنیکا ارادہ ہے۔ اور بعضوں نے انگریزوں کو اس کا منبع اور محرک قرار دیا۔ غرضیکہ جتنی منہ اتنی باتیں ہوئیں۔ حالانکہ ان خود ساختہ افواہوں کی کوئی بھی بنیاد نہ تھی۔ عقلمند اور اہل دانش لوگوں نے اس بے بنیاد قصہ کو قصہ الف لیلہ سے زیادہ کچھ وقعت نہ دی۔

یہ آواز "بھٹیں جب دل کو لگے آہ رسا پیدا ہو" کے مصداق تب ہی بلند ہوئی جبکہ جور واستبداد ظلم وستم۔ تعصب وفرعونیت حد کو پہنچکر متجاوز ہو گئی۔ اور اسمیں کسی بیرونی تحریک ایجی ٹیشن کا ہاتھ اور ساتھ نہ تھا۔

عالم اسلام اور ہم

مسلمانان عالم کیا تہذیب اور کیا شائستگی میں کیا علم اور عمل میں ہم سے بہت آگے بڑھ چکے ہیں۔ وہ ہمارے تکالیف دیکھتے تھے۔ اور کانوں سے سنتے تھے۔ اور اخوت اسلامی کا یہ تقاضا ہے۔ کہ اُن کو بھی دُکھ ہو۔ لیکن وہ آج تک کچھ نہ کر سکے۔ اور نہ کر سکتے۔ کیونکہ "خدانے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی۔ نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا"

جب ہم میں خود احساس موجود نہ تھا۔ تو بیرونی اشخاص کا احساس بیکار تھا۔ پس جس وقت ہمیں اپنے تکالیف کا خود احساس پیدا ہوا۔ ہم نے ظلم وستم کے خلاف آواز حق بلند کی۔ تو دنیائے اسلام نے لبیک کہکر عملی ہمدردی کا جامہ پہنا۔ اور یہ دیکھکر کہ کشمیری مسلمان کامل اتحاد اور راسخ عزم رکھتے ہیں تو ہر عقیدہ اور ہر خیال

کے لوگ ہمارے امداد کیلئے کھڑے ہوئے۔ کشمیر کانفرنس آل انڈیا کشمیر کمیٹی۔ احرار پارٹی۔ مسلم لیگ وغیرہ وغیرہ۔ انجمنوں کے علاوہ شاید ہی کوئی پارٹی باقی رہی ہو۔ سجادہ نشینان۔ پیران طریقت۔ عالم ربانی ایکطرف اور ماہرین سیاست دوسرے طرف حتی الوسع ہمارے ممد و مددگار بنے۔ اُن خالص انجمنوں نے بحیثیت مجموعی اور بزرگ ہستیوں نے بحیثیت انفرادی محض اسلامی اخوت کے وجہ سے امداد فرمائی۔ اس کا اعتراف جتنے بلند پایہ و برگزیدہ الفاظ میں ہو سکے کم ہے۔

مُسلم پریس اور ہم

اس نازک وقت میں مُسلم پریس نے جو امداد فرمائی۔ وہ قابل تحسین و آفرین ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ عین موقعہ پر کئی مُسلم جرائد کا داخلہ ریاست میں ممنوع تھا۔ اسلئے ہمیں اس سے جو نقصان اُٹھانا پڑا ناقابل تلافی ہے۔ لیکن بیرونی دنیا میں ایسے اخبارات نے ہماری آواز بلند کی۔ اور ایسے اخبارات نے جن کا داخلہ بند نہ تھا۔ اچھے خدمات اپنے بھائیوں کی بجا لائے۔ اور ہمیشہ واجب نکتہ چینی کر کے حکومت کو نیک مشورے دیتے رہے۔ جیسا کہ مسلمانوں کا شیوہ ہے۔

چنانچہ حکومت نے اپنی غلطی کو محسوس کرتے ہوئے ان اخبارات کے داخلہ کی پھر اجازت دی۔ جن کا داخلہ بند تھا۔ کیونکہ دراصل اس ہنگامی جوش میں صحیح رہنمائی کرنے میں مسلم پریس کا بہت بڑا حصہ ثابت ہوا۔

ہندو پریس اور ہم

ہمیں یہاں پر اس امر کے ظاہر کرنے میں سخت افسوس ہے کہ ہندو پریس کے بعض ذمہ دار جرائد نے خلاف انسانیت اس قسم کا مکروہ پروپیگنڈا برپا کیا۔ جس سے کشمیر کی فضا بہت ہی مکدر ہوگئی۔ سچے واقعات پر نقاب ڈالنے کی کوشش کیگئی۔ اور ظالموں کے حیاسوز مظالم کو انصاف نام رکھا گیا۔ اور مسلمانوں کے صدائے حق کو بغاوت سے تعبیر کیا گیا۔ ان خود غرض اشخاصوں نے جسقدر کشمیر کے باہمی ہندو مسلم اتحاد کو صدمہ پہنچایا اس کی تلافی مدت تک نہیں ہو سکتی۔ اور اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کیلئے غلط اور فر دبستہ خبریں درج کر کے جسطرح مسلمانوں کے دل زخمی کئے۔ اسکا علاج جلدی نہیں ہو سکتا ہے میری پہلی گرفتاری پر ٹربیون جیسے

اخبار نے یہ لکھا کہ "میرے ہوس بوٹ کی تلاشی کی گئی۔ اور وہاں سے کچھ کاغذات برآمد ہوئے۔ جن میں سے ایک میں درج تھا کہ کس روز ہندوؤں کے کس محلے کو لوٹ لیا جائے۔ اور ہندوؤں کو قتل کیا جائے وغیرہ وغیرہ" اس قسم کی غلط بیانی کا مطلب جو کچھ بھی ہو سکتا ہے وہ ناظرین سے پوشیدہ نہیں۔ اتنا ہی نہیں۔ بلکہ میرے نام کے ساتھ ایسے ایسے القاب مثلاً بچہ سقہ۔ غنڈوں کا سردار۔ لیڈر۔ باغی وغیرہ وغیرہ اپنی بارگاہ شرافت سے عطا کئے میں ایسے اصحاب سے سوائے اس کے کیا کہہ سکتا ہوں ؎

"بدم گفتی و خورسندم عفاک اللہ نکو گفتی۔ جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا"

میں اُن کی اس شرافت کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جس کے اظہار میں وہ عالم تہذیب و اخلاق کے سامنے لاجواب ہونگے۔

اسلام مجھے اجازت نہیں دیتا کہ میں کسی مذہب کو بُرا کہوں۔ میں بحیثیت مسلمان ہر مذہب کی توقیر کرنا فرض سمجھتا ہوں۔ اور میرے مذہب کا تقاضا ہے۔ کہ جنہوں نے میری ذات اور میرے ہم خیال نوجوان مسلمانوں پر ناجائز سے ناجائز حملے کئے۔ انکا شکریہ کروں۔ اب یہ ان کا فرض ہے کہ وہ دیکھیں اور سوچیں کہ اُن کو

ہمارے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے۔ کیا اُنکی عزت یہ تقاضا کرتی ہے کہ اُن کے مسلمان بھائی اس ناگفتہ بہ حالت میں ہوں؟ بیشک اُنہوں نے علم اور دولت میں بہت ترقی کی۔ لیکن وہ گاڑی جسکے تین پائے چھوٹے ایک پہیہ بہت بڑا ہو کبھی نہیں چل سکتی ہے۔

میں چاہتا ہوں۔ کہ کشمیر میں ہندو مسلمان سکھ۔ اور دیگر اقوام آپسمیں دوش بدوش بھائیوں کی طرح رہیں۔ اور ایکدوسرے کو غلام نہ بنا بیٹھیں۔ ایک کا دست تظلم دوسرے کو نہ ستائے۔ اور ایکدوسرے پر غلبہ نہ کر سکے۔ میں ان کو عہد و انصاف سمجھتا ہوں۔

ہم کیا چاہتے ہیں

ناظرین! جس نے مطالبات بغور پڑھے ہونگے۔ اُن کو معلوم ہوا ہوگا۔ کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔ ہم صرف اسقدر چاہتے ہیں۔ کہ ملک سے افلاس اور غربت۔ بیکاری۔ مظلومیت کافور ہو جائے۔ ریاست میں کوئی کسی کا غلام نہ بنے۔ ملک میں امن امان قایم ہو۔ کسی فرقہ کو کسی دوسرے فرقہ کے ساتھ کشمکش نہ ہو۔ ملک میں عدل و انصاف کا دور دورہ ہو۔

مہاراجہ بہادر کشمیر کی سلطنت اور حکومت مہذب اور مضبوط

ہو کر کسی بیرونی طاقت یا حریفت کی بیجا مداخلت سے محفوظ رہے۔ یعنی راعی اور رعایا اسطرح زندگی بسر کریں۔ جیسا کہ بیٹا باپ کیساتھ۔ اور تمام رعایا اسطرح سے آپسمیں متفق و متحد ہو کر زندگی بسر کریں۔ جسطرح بھائی بھائی کے ساتھ محبت و پریم سے زندگی بسر کرتا ہے۔ اور وہ اس طرح سے ہو گا کہ مسلم رعایا کی گری ہوئی قوم رفعت و کامیابی کے مقام پر پہنچ جائے۔ اور برادرانِ وطن اور ڈوگرہ راجپوت کے برکات میں شریک ہوں۔ اور ملک میں صرف مہاراجہ بہادر کی حکومت قایم رہے۔

میرا عقیدہ

میرا عقیدہ مختصر طور یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین سید المرسلین رسول رب العلمین ہیں۔ اور احادیث صحیحہ کو اپنے دین۔ ایمان کا مدار سمجھتا ہوں۔ میں پکا حنفی المذہب ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ انوار محمدیؐ کی عالمگیر شعاع کا پرتو میرے پژمردہ دل پر پڑ کر اسکو منور کریگا۔ اور دنیا میں مجھے کامیابی حاصل ہوگی۔ یعنی میں اپنے

درماندہ اور غریب قوم کو خوشحال دیکھوں۔ مجھے مسلمانوں کے کسی فرقہ سے پرخاش نہیں۔ اور نہ مجھے عالم دین ہونیکا کوئی دعویٰ ہے۔ کہ فروعات میں پڑکر حق و باطل کا فیصلہ کروں۔ میں تمام کلمہ گو مسلمانوں کو مسلمان سمجھتا ہوں۔ میرا اصول ہے۔ کہ میں مسلمانوں کے ساتھ متفق ہو کر اسلام اور مسلمانوں کیلئے جان دینے پر بھی تیار ہوں۔ اور اسیطرح تعاون اور اشتراک عمل پر کاربند ہو کر میں دیگر تمام فرقوں کے ساتھ خواہ وہ اہلحدیث ہوں۔ یا چکڑالوی۔ شیعہ ہوں یا سُنی۔ آغاخانی ہوں یا احمدی۔ اسلام کی خدمت کرنا اپنا نصب العین سمجھتا ہوں۔ مجھے تمام علمائے کرام اور صوفیائے عظام کی عزت و احترام ہر وقت مدِ نظر ہے

روحانی پیشواؤں سے التجا

ای مسلمانو! میں نے اپنے اور اپنے ہمخیال دوستوں کیطرف سے صداقت کی آواز آپ تک پہنچائی ہے۔ اسلئے مجھے امید ہے۔ کہ ہر ایک مسلمان خداوند کریم کی درگاہ میں عاجزانہ دعا کرے۔ کہ ہم کو اس مقصد میں پوری کامیابی عطا ہو۔ اور جس شخص کو جس کسی خدا رسیدہ بزرگ۔ عالم۔ عابد۔ درویش۔ سالک۔ عامل وغیرہ کے پاس رسائی ہو۔

وہ اُنکے خدمت میں حاضر ہو کر ہماری کامیابی کیلئے دعا کریں۔ اور کروائیں میری بھی جہاں جہاں آواز پہنچے۔ یہی التجا ہے کہ اے روحانی پیشواؤ؟ خدا رسیدہ بزرگو وقت دعا یہی ہے۔ للہ دعا کرو اور خود بھی میدان عمل میں آؤ۔ "اے خاصہ خاصانِ رسل وقت دعا ہے۔ امّت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے۔

دولتمندوں سے خطاب

دولت ایک بڑی نعمت ہے۔ اور اس نعمت کا شکر کرنا اس شخص پر لازم آتا ہے جسے خدا تعالےٰ نے یہ نعمت عطا کی ہو۔ اور وہ شکر کرنا صرف زبان سے الحمد للہ کہنا یا زیادہ سے زیادہ کسی بھوکے کو کسی وقت کھانا کھلانا یا راستہ چلتے کسی سائل کو پیسہ دینا کافی نہیں ہے۔ بلکہ اپنے غریب اور لاچار قوم کی حمایت کرنا جس سے اُن کی عزت و افلاس دور ہو۔ اور یتیموں کی اسیطرح تربیت و پرورش کرنا جسطرح وہ اپنے بچوں کی کرتے ہیں۔ یہی اصلی معنوں میں اس دولت کا شکر کرنا ہے۔ جو خداوند تعالےٰ نے انہیں ودیعت کر رکھی ہے۔ ان دولتمند حضرات سے میں کیا کہوں۔ جنہوں نے دولت کا

صرف یہی ایک غرض سمجھا ہے۔ کہ وہ اسکو اپنے عیش و آرام میں
خرچ کریں اور اپنے قوم کے دکھ اور درد سے بے خبر ہوں۔ بلکہ اگر
ان کے غریب اور مظلوم قوم پر کوئی مصیبت آپڑے تو وہ دروازوں
کو اندر سے بند کر کے اپنے آپ کو چھپالیں۔ تاکہ اُن کے فراہم کردہ
دولت پر کوئی آسیب نہ آئے۔ یا اُن کے عیش میں کوئی خلل نہ پڑے
آخر ہم سب کو ایک دن مرنا ہے۔ چاہئے امیر ہوں یا غریب۔ ہماری
دولت ہمارے وارثوں کے حصہ میں آئیگی۔ اور ہمارا جسم
زمین کھائیگی۔

اب میں نہایت زور اور زار کے ساتھ اپنے دولتمند
بھائیوں کے خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ وہ لِلّٰہ اپنے
غریب قوم کے دکھ اور درد میں شریک ہو کر اُسے اپنی
دولت سے اسطرح مستفید کریں۔ کہ اسمیں خوشحالی پیدا
ہو جائے۔ اور نئی زندگی آجائے ۔

اخیر پر میں نہایت عاجزی سے اُس خدائے برتر کی
بارگاہ میں اپنے حصول مقصد کیلئے دست بدعا ہوں۔ کہ
اے میرے مولا! تو حاکموں کا حاکم اور بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔

تو ہم پر رحم کر۔ ہماری امیدوں کو بر لا اور نیک ارادوں میں
کامیابی عطا کر۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

اِرشاداتِ

بابائے قوم

قایدِ اعظم جناب شیرِ کشمیر شیخ محمد عبداللہ صاحب

کے

۱۹۴۵ء سے ۱۹۵۳ء تک کے

تقریروں سے

اِقتباسات

مارچ ۱۹۴۵ء "ہماری جنگ افراد و شخصیات سے نہیں۔ غیر مساوی معشت کے نظام سے ہے۔ وادی کشمیر کے کارکنان نیشنل کانفرنس سے حضرت شیر کشمیر کا خطاب"۔ ۹ مارچ سرینگر۔ نیا کشمیر نے ہمارے سامنے ایک کھلا اور واضح راستہ رکھدیا ہے۔ ایک اصول ہے جو سامنے آچکا ہے اور جس کی کامیابی پر اس ملک کے روشن مستقبل کا انحصار ہے نیشنل کانفرنس کے حامیوں کی حمایت اور مخالفوں کی مخالفت نیا کشمیر کی اشاعت سے پہلے بہم تھی مگر نیا کشمیر کی اشاعت کے بعد نیشنل کانفرنس کے مقاصد اور اس کے لائحہ عمل کی نسبت کوئی ابہام باقی نہیں رہا۔ اب یہ طے شدہ چیز ہے نیشنل کانفرنس جاگیرداری۔ سود خواری۔ کارخانہ داری اور سرمایہ دارانہ استحصال کی تمام قسموں کو انسانیت کے حق میں ایک ایسی لعنت یقین کرتی ہے کہ جس کو دور کرنے کے بغیر ریاست کے عوام کی ترقی ناممکن ہے۔ یہ ایک آزمودہ نظام ہے جس پر عمل کر کے روس کے ۱۲ کروڑ انسان ہر قسم کی ترقی کے لئے دنیا کے سامنے نمونہ بن چکے ہیں! کوئی وجہ نہیں کہ مساوات اور اقتصادی جمہوریت کے اس نظام پر چل کر کشمیر کے ۴۰ لاکھ انسان کیوں ترقی نہیں کر سکتے۔ جاگیردار اور سرمایہ دار ہمارے خلاف پروپگنڈا کرتے ہیں کہ ہم اُن کی دولت سے

حسد کرتے ہیں۔ یہ غلط ہے ہمیں ان کی ذات سے کوئی جھگڑا نہیں بلکہ اس نظام سے جھگڑا ہے۔ یہ نظام بنی نوع انسان کو حیوانیت کی ذلت کے سوا اور کچھ نہیں دے سکتا۔

مئی ۱۹۴۵ء۔ سرینگر ۲ مئی۔ کل شام کے بعد یوم مئی کی تقریب میں شہر سرینگر کے تمام مزدور تنظیموں کا ایک جلسہ حضوری باغ میں ہوا۔ جسکی صدارت شیخ صاحب نے کی۔ لوگوں کی تعداد ۲۰ سے ۴۰ ہزار تھی۔ آپ نے فرمایا۔ "سرینگر کی سیاسی جماعتوں نے مشترکہ مقاصد کیلئے جو متحدہ محاذ قایم کیا ہے میں اُسکو قابل تعریف سمجھتا ہوں۔ تمام لوٹ کھسوٹ ختم کر دی جائے۔ ہندو۔ مسلم۔ سکھ۔ عیسائی آزادی کے جھنڈے کے نیچے دوش بدوش کھڑا کر دیا جائے۔ نیشنل کانفرنس یہاں کے ۴۰ لاکھ لوگوں کو غلامی سے نجات دلانا چاہتی ہے۔ کانفرنس کی تحریک کانگریس یا مسلم لیگ کے ماتحت نہیں نہ ہی کسی بیرونی سیاسی جماعت کے ماتحت ہے۔ جب تک ہندوستان سے سامراجی نظام ختم نہیں ہوتا۔ کسی ریاست کا تب تک آزاد ہونا ناممکن ہے۔

جون ۴۵ء۔ مظلوم مسلمان اور مظلوم ہندو ایکدوسرے کے دشمن نہیں ہوسکتے۔ آدونی میں شیخ صاحب کی تقریر۔ جذباتی نعروں سے

کامیابی نہیں ملتی۔ مظلوم ہندو، مظلوم مسلمان اور مظلوم سکھ ایک دوسرے کے دوش بدوش رہ کر کام کرنے سے مستحکم تنظیم قایم کر سکتے ہیں۔

۲۔جون کو مجاہد منزل میں کارکنوں کے اجلاس میں شیخ صاحب نے فرمایا۔ کشمیریوں کیلئے یہ کشمیر وہ نہیں ہے جو سیاح کا کشمیر ہوتا ہے آپ نیشنل کانفرنس کے جھنڈے تلے منظم ہو جائیں تاکہ یہ کشمیر حقیقی معنوں میں کشمیریوں کا کشمیر ثابت ہو جائے اور قدرتی خوشیاں اور وسایل بغیر کسی انفرادی اجارہ داری کے سب کشمیریوں کیلئے مفید ثابت ہوں۔

جون ۴۵ء۔ کولنگام میں تقریر۔ ۳۔جون۔ ہر ایک علاقہ منظم ہو کر اپنی مدد آپ کرے۔ کوئی آدمی سرینگر یا اسلام آباد سے آئے اور آپکا ہاتھ پکڑے، غلط ہے اپنی مدد آپ کرو۔ ریاست کے لوگوں نے مجھ کو سنایا کہ علاقہ نارول کے ۴۰ دیہات جاگیرداروں کو ایک روپیہ ۱۲ آنہ فی خروار کے حساب سے قیمت جنس ادا کرتے ہیں جبکہ سرکاری نرخ ۳۶ روپیہ ہے۔ اِس شکایت کا ازالہ ہونا چاہیئے۔

جولائی ۴۵ء۔ کاک صاحب کے وزیر اعظم مقرر ہونے پر نیشنل کانفرنس کی رائے وہی ہے جو ہمیشہ سے غیر ذمہ دار وزیر اعظم کی تقرری پر رہی ہے۔ نیشنل کانفرنس صرف منتخب وزارت کی طالب ہے۔

غیر ریاستی سے ریاستی بہتر ثابت ہونے کا انحصار کاک صاحب کے اعمال پر ہے
تازہ وزارتی تغیرات پر قائدِ اعظم حضرت شیخ صاحب کے خیالات۔ ۳۰ ؍ جون
کو مجاہد منزل کے ہال میں شہری کارکنوں کو آپ نے فرمایا۔ نیشنل کانفرنس
صرف ایسی حکومت سے مطمئن ہو سکتی ہے جو عوام کی نمایندہ حکومت ہو
اپنی کارکردگی اور اعمال کیلئے عوام کی طرف جوابدہ ہو اور ذمہ دار ہو۔ موجودہ
تقرری ہمارے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتی وزارتِ اعظمیٰ کی کرسی پر پچھلے
۱۵ سالوں میں پنڈت ہری کرشن کول۔ کرنل کالون۔ سر اہینگر۔ سر مہاراج
سری ہاکسر اور سر راؤ آئے اور گئے۔

جولائی ۴۵ء۔ بیرونی دنیا کی اختلافات سے متاثر ہوئے بغیر اپنے وطن کی
خدمت کرنا ہمارا فرض ہے۔ شیر کشمیر امن کے وقت طلبا کا فرض اپنے وطن
کیلئے عالموں اور فاضلوں کی تعداد میں اضافہ کرنا ہے اور کشمکش کے وقت
روسی اور چینی طلبا کیطرح قربانیاں دینا ہے۔ دوسری جماعتوں سے وہی
کچھ سیکھو جو اچھا اور مفید ہے۔ طلبا کشمیر کی کانفرنس میں شیخ صاحب کی تقریر۔ ۱۲ جولائی
جولائی ۴۵ء۔ اب وقت آگیا ہے کہ مہاراجہ بہادر "نیا کشمیر" کو ریاست میں
نافذ کریں حضرت بل میں قائدِ اعظم کا ڈیڑھ لاکھ لوگوں کے اجتماع سے خطاب۔
ایک دو عوامی وزرا کا انتخاب اور غیر ذمہ دار ریاستی وزیرِ اعظم کے تقرر سے

حکومت میں عوامی اشتراک کے مقصد کی تکمیل ناممکن۔ معراج النبیؐ کے جمعہ کی تقریب پر عوام کو شہیدوں کے دکھلائے ہوئے راستے پر چلنے کی ہدایت دی۔

جولائی ۱۹۴۵ء۔ ہندوستان کے قومی رہنماؤں کا استقبال اُن کی قربانیوں کا اعتراف ہے (شیر کشمیر) نیشنل کانفرنس نے باوجود سیاسی اختلاف کے مسٹر جناح کا شاندار استقبال کیا۔ (نوہٹہ کے جلسہ میں حضرت شیر کشمیر کے ارشادات) شیخ صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ شرافت سے دینا۔ دُنیا کا مسلم اصول ہے۔ نیشنل کانفرنس اسلئے استقبال نہیں کرتی کہ ہم سیاست میں اُنکے ماتحت ہیں ہم سیاست میں نہ پہلے کسی بیرونی ایجنسی کے ماتحت تھے اور نہ آیندہ ہونگے۔

اگست ۱۹۴۵ء۔ ہندوستان کو صرف ہندوستانیوں کی مشترکہ قربانیاں آزاد کر سکتی ہیں جس کیلئے پر خلوص ماحول کی ضرورت ہے۔ (شیر کشمیر)

اگست ۴۵ء۔ ہم نے منزل آزادی تک پہنچنے کیلئے بڑی بڑی قربانیاں دینی ہیں۔ آزادی کی جدوجہد میں شیخ صاحب اسکے رفقا کا ساتھ استقبال سے دو۔ آپ کامیابی کو تلاش نہیں کرینگے کامیابی آپکو تلاش کریگی (مولانا آزاد)

اکتوبر ۴۵ء۔ جموں اور کشمیر کیلئے میرے دل میں جگہ نہیں۔ ایک غلط فہمی کا حضرت شیر کشمیر کی طرف ازالہ۔

نومبر ۴۵ء۔ وہ شخص سوسائٹی کا بدترین مجرم ہے جو استحصال اور لوٹ کھسوٹ

پر اپنے عیش و آرام کو منحصر کرے۔ ہر تلخی کو قناعت سے گوارا کر لینا غلامی اور پستی کی بدترین علامت ہے۔ شاہ محلہ نواب بازار میں شیر کشمیر کی ۲۰ نومبر کو تقریر۔

دسمبر ۴۵ء۔ قوم اپنے طالبعلموں سے صرف یہی توقع نہیں رکھتی کہ وہ تعلیم حاصل کر کے نوکریوں کی الجھنوں میں پھنسے رہیں۔ طلبا کو ملک کی تعمیر میں سرگرم حصہ لینا چاہیے۔ آزاد ہند فوج کے آٹھویں جلسہ میں تقریر۔

جنوری ۱۹۴۶ء۔ لاہور ۳۱ دسمبر۔ ہندوستانی ریاستوں کی غلامی ہندوستان کی غلامی سے وابستہ ہے۔ اور ہندوستان آزاد ہونے پر ہی ریاستوں کے تاریک افق سے آزادی کا آفتاب طلوع ہوگا۔ حق خود ارادیت تسلیم کرنا ہی عوام کو صحیح اور قابل عمل سیاسی حل کی طرف لانیکا راستہ ہے۔

جنوری ۱۹۴۶ء۔ شیر کشمیر کا اودے پور میں شاندار جلوس۔ آپ نے فرمایا۔ ریاست کے مالیہ کا بہت اور سب سے بڑا اور بہترین حصہ ریاستوں کے حکمران آزادانہ طور ذاتی عیش و عشرت۔ ناچ نغموں اور گھوڑوں کی دوڑ پر خرچ کرتے ہیں۔ ایک طرف چند افراد ہیں جنکو اثر و رسوخ ہے اور دوسری طرف لاکھوں مظلوم عوام ہیں آپ نے مزید کہا کہ ہر ایک انسان کو ریاستی باشندے کو احساس ہونا چاہیے کہ ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام ریاستوں کو متحد کرنا چاہیے۔

جنوری ۱۹۴۶ء - ۱۵ جنوری کو راجستھان کے طول و عرض میں شیر کشمیر کا دورہ ہوا۔ دورے کے دوران جگہ جگہ جلسے ہوئے۔ اجمیر شریف میں دو گھنٹہ تقریر کی۔ تقریر کا موضوع 'پاکستان' اکھنڈ بھارت اور ہندو مسلم سکھ اتحاد تھا۔ آپ نے بروڈہ کے مسلمانوں سے کہا جناح صاحب ریاستوں میں پاکستان کا مطالبہ کرتے ہیں اور بالغرض پاکستان بن بھی جائے تو بروڈہ ریاست میں پاکستان نہیں بن سکتا ہے کیونکہ مسلم آبادی یہاں ۱۰٪ سے زیادہ نہیں ہے۔

جنوری ۱۹۴۶ء۔ منسٹریوں سے عوام کی خدمت کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ یہ تو ہمارے نزدیک بے سود ہیں...... ہماری کسی قدر و قیمت کی مستحق ہیں۔

فروری ۱۹۴۶ء۔ عید میلاد کی تقریب پر شیخ صاحب کی تقریر "میں یہاں کے مزدور اور کسان کو ترقی کے آسمان پر لینا چاہتا ہوں"۔

فروری ۱۹۴۶ء۔ بارہ مولا میں قاید کی تقریر نیشنل کانفرنس مظلوم کی دستگیری کرتے وقت اس سے یہ نہیں پوچھتی کہ اس کی شکل و صورت اور مذہب کی نوعیت کیا ہے۔

فروری ۱۹۴۶ء۔ مخالفین کی نگاہ میں کل تک ہمارے لئے جو بات گناہ اور بدعت تھی وہ آج ان کیلئے اسلامی فرض اور سنت بن گئی ہے۔ نیشنل کانفرنس ریاست کے چالیس لاکھ باشندوں کی آزاد سیاسی تنظیم ہے۔ بلبل لنگر میں تقریر۔

فروری ۴۶ء - مسلم لیگ کا یہ خوف کہ کہیں مسلمان انگریزوں کے بعد ہندو کے غلام نہ بنیں کسی حد تک حق بجانب ہے۔ مگر اسکی پیش بندی کیلئے اسکا حل درست نہیں ۔ ۲۲ فروری کو کہا کہ اس مطالبہ سے انگریزوں کی جڑیں ہندوستان میں مضبوط ہونگی۔ اگر مسلم لیگ نے پاکستان حاصل کرنا ہے تو اسکے لئے اُن کو کروڑوں غیر مسلموں کی تائید اور حمایت سے ہی ایک آزاد اسلامی حکومت قایم کر سکتے ہیں ۔

فروری ۴۶ء - ۲۳ فروری کو شیخ صاحب کی ناوٗ پورہ میں تقریر۔ امیر کی امیری اور غریب کی غریبی خدا کا منشا نہیں۔ موجودہ نظام کی اندرونی خرابی کا نتیجہ ہے۔

مارچ ۴۶ء - ووٹ کے متعلق راولپنڈی سے تجاوز کر کے آر۔ سی۔ کاک نے آہنی تعطل کو ناگزیر اور ناقابل حل بنا دیا۔ مسٹر بیگ کے استعفےٰ کے ساتھ وہ تجربہ ختم ہو گیا۔ جو اکتوبر ۱۹۴۳ء سے شروع ہوا تھا۔ وزارت کے عدم تعاون پر قاید اعظم کا ۲۶ مارچ کو شیخ صاحب نے بیگ صاحب کے استعفےٰ پر یہ بیان دیا تھا۔ ہندوستان آہنی ترقی اور آزادی کے ایک نئے دروازے پر آ پہنچا ہے۔ اسلئے قدرتاً ہندوستانی ریاستوں کے عوام بھی آگے کیطرف دیکھ رہے ہیں۔ تاکہ وہ آہنی غلامی کی زنجیریں توڑ ڈالیں۔ اور اپنی آزادی کو یقینی بنا سکیں۔ ۱۹۴۴ء کو ہز ہائی نس مہاراجہ کشمیر نے اسمبلی کے غیر سرکاری ممبران کو

حکومت کے انتظامی کاموں میں شریک کرنے کی خواہش کی تھی تو ہم نے اسکا خیر مقدم کیا اور خوش آمدید کیا۔ گذشتہ ۱۸ ماہ کے عرصہ میں ہم نے صبر و استقلال کے ساتھ اِس تجربہ کا ساتھ دیا۔ بیگ صاحب کو پبلک ورکس کا محکمہ دیا گیا پنچایتیں اُسکے اختیار سے دور رکھی گئیں کیونکہ یہ لوکل سیلف گورنمنٹ کا نمونہ تھا۔ اسلئے بیگ صاحب نے استعفےٰ دیا۔

اپریل ۴۶ء۔ متحدہ ہندوستان کی یکجہتی جابرانہ نوعیت کی نہیں بلکہ رضامندانہ ہونی چاہیے۔ صوبجات کی سائنٹفک حد بندی کر کے حق خود ارادیت کا اصول تسلیم کیا جائے۔ ہم اُن تمام آزادی کش معاہدات اور مطلق العنان رعایات کی مخالفت جان پر کھیل کر ہی کر ینگے برطانوی ہندوستان کی آزادی میں لازماً ہندوستانی ریاستوں کی آزادی شامل ہونی چاہیے۔ ورنہ ہندوستان میں امن قایم ہونا مشکل ہے۔ ریاستی عوام کا صحیح نظریہ منتخب نمایندے ہی پیش کر سکتے ہیں۔

دہلی پریس کانفرنس میں قاید کی تقریر۔ ہم ہندوستانی ریاستوں کے باشندے اب بیدار ہو چکے ہیں کوئی بات جس میں اُن کو نظر انداز کیا جائے گا خودکشی کے مترادف ہو گی۔ ہم کسی سے بھیک مانگنے نہیں آئے۔ بھکاری کی صورت میں ہم کیبنٹ مشن کے سامنے جانا گوارا نہیں کریں گے کیونکہ ہمارے مطالبات کی

پشت پر ایک منظم اور متحدہ عوامی طاقت ہے۔ جس وقت ہندوستان کی آئین سازی کا وقت آئے گا اُس وقت ریاستی باشندے اس امر کا دعویٰ کریں گے کہ وہ اپنی قسمت کا خود فیصلہ کر سکیں اُس وقت تماشہ بین کی حیثیت اختیار نہیں کریں گے۔

مئی ۱۹۴۶ء کاک وزارت کی سازشوں نے عوامی قوتوں کو جھنجوڑا ہے جس سے اُن کی سیاسی جدوجہد کا رُخ بدل گیا ہے۔ ۱۸۴۶ء کا بیع نامہ کشمیریوں کی لاعلمی میں کیا گیا ہے۔ اسلئے انہیں حق ہے کہ وہ اِس کے خلاف قانونی اور آئینی آواز بلند کریں موجودہ تغیر پسند دور میں نیشنل کانفرنس کو دس کروڑ ریاستی باشندوں کی قیادت اور رہنمائی کا عظیم مقصد لیکر پیش قدمی کرنی ہے۔ شاہی مسجد میں ساٹھ ہزار کے مجمع عظیم میں قاید کی تقریر۔ ۷ مئی۔

اکتوبر ۱۹۴۷ء۔ ریاست کے مستقبل کے بارے میں کوئی فیصلہ کرتے وقت نیشنل کانفرنس ۴۰ لاکھ باشندگان ریاست کے مفاد کو مدنظر رکھے گی۔ کوئی فیصلہ کرنے سے قبل تمام نظریات پر پورا پورا غور کیا جائے گا۔ حضوری باغ میں قاید کی تقریر ۲۹ ستمبر کو۔

ریاست کے مستقبل کے متعلق نیشنل کانفرنس کا جو بھی فیصلہ ہو گا وہ

ملک کا متحدہ فیصلہ ہوگا۔ ہم کسی کی دوستی یا دشمنی یا مذہبی جذبات سے متاثر ہوکر کوئی قدم نہیں اٹھائینگی۔

میں آل انڈیا سٹیٹ پیپلز کانفرنس کا صدر ہوں۔ کانفرنس کی پالیسی واضح ہے۔ نہرو جی میرا بہترین دوست ہے اور گاندھی جی کیلئے میرے دل میں سب سے زیادہ عقیدت ہے۔ میں مانتا ہوں کہ کانگریس نے ہماری امداد کی ہے اور اس کے سامنے ہماری گردنیں خم ہیں میں پاکستان کا حل صحیح نہیں مانتا تھا اب یہ ہندوستان کیلئے مصیبت بن جائے گا۔

اب فیصلہ چالیس لاکھ انسانوں کے مفاد کا کرنا ہے۔ اکثر قومی رہنما جیلوں میں ہیں۔ ہر ایک کے نقطہ نظر کو سمجھنا ہے پھر ہم کوئی فیصلہ کرسکتے ہیں۔ ہمارا ہمیشہ سے یہی یقین رہا ہے کہ کشمیر یوں کا ہے۔ یہاں کے ہندو اور سکھوں کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم انکی حفاظت کیلئے کوئی بھی دقیقہ فروگذاشت نہیں کریں گے۔

جب تک شیخ محمد اللہ کے جان میں جان ہے اُن کے جان و مال کو آنچ نہ آنے دی جائے گی۔

ہمیں یہ سوچنا ہے کہ آزاد رہ کر دونوں ملکوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قایم کرنا۔ پاکستان کے ساتھ رشتہ جوڑنا ہے یا ہندوستان میں شامل ہونا

ہمیں اِن تینوں راستوں میں بہترین ثابت ہوگا وہ کرنا ہوگا۔ اسوقت جو فرقہ دارانہ آگ لگ گئی ہے وہ دو قوتوں کی تھیوری کی لگائی ہوئی ہے اِس تھیوری کی بنیاد ہندو کا وہ سوشل سسٹم ہے جس کی رو سے چھوت چھات اور دوسری قسم کی تمیز برقرار رکھی گئی ہے۔ جناح صاحب نے بھی اسی بنیاد پر اپنی تھیوری کھڑی کی۔ میں نے اُس وقت بھی ہندوستان جاکر کہا اگر آپ اسکی تھیوری کو مسمار کرنا چاہتے ہیں تو یہ گالیاں دینے سے نہیں بلکہ اپنے بنیادی نقائص کو دور کرنے سے کر سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر کشمیر کے مسلمانوں سے کہدونگا کہ وہ مدراس۔ بمبئی۔ یوپی وغیرہ صوبوں میں جا کر مسلمانوں سے پوچھیں کہ پاکستان کا مزہ کیسا ہے۔ پاکستان نے اُنہیں بے گھر۔ بے آبرو کر دیا ہے۔ اسوقت ساڑھے چار کروڑ مسلمان ہندوستان میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اُن کا کیا حال ہے الحاق کے سوال پر آپ نے فرمایا۔ جناح صاحب ہمارے مخالف رہے ہیں نہرو جی ہمارے دوست ہیں لیکن جہاں تک تازہ مسئلہ کا تعلق ہے اگر ہمیں پاکستان کے ساتھ ہی جانا اچھا دکھائی دیتا ہے تو اس وقت جناح صاحب کی دشمنی یا نہرو کی دوستی کو مدِ نظر نہیں رکھا جائے گا۔

اکتوبر ۴۷ء۔ ملکی معاملات کو حل کرنے کا اختیار مہاراجہ ہری سنگھ کو نہیں

یہاں کے عوام کو ہونا چاہیئے۔ ۱۵ اگست تک ہم مہاراجہ کے غلام تھے کیونکہ اُسنے ہماری ریاست کو ۷۵ لاکھ روپے میں خریدا تھا لیکن اب مہاراجہ کو نئی پوزیشن اختیار کرنی ہوگی۔ حضرت بل میں ۱۷ اکتوبر کی تقریر۔

اکتوبر ۴۷ء۔ مہاراجہ کشمیر اور ہمارے درمیان جو تعلقات تھے وہ ۱۵ اگست کو ختم ہوگئے اسلئے اختیارات منتقل کئے بغیر دائمی ملک ہمارے مابین کسی قسم کا سمجھوتہ نہیں ہو سکتا۔ عوام کی رائے کے بغیر مہاراجہ نے ہندوستان یا پاکستان کے ساتھ شمولیت کا فیصلہ کر دیا تو ہم بغاوت کریں گے۔ کوئیٹ کشمیر کا نعرہ کوئی جذباتی نعرہ نہیں۔ یہ نعرہ ہم نے نتائج و عواقب سے واقف ہو کر بلند کیا ہے۔ شاہی مسجد میں ۱۷ اکتوبر کو شیر کشمیر کی تقریر۔

کوئیٹ کشمیر کا نعرہ جذباتی نعرہ نہیں ہے اس کی تشریح میں نے بہ حیثیت ایک ملزم کے بادامی باغ کے عدالتی بیان میں کی ہے کہ کشمیر کا انسان کیا چاہتا ہے۔ ہمارا ملک ایک انقلابی دور میں سے گذر رہا ہے اسکے باوجود حکومت کشمیر ٹس سے مس نہیں ہوئی۔ رام چند کاک یہاں پر انگریزوں کا آلہ کار تھا اور انگریزوں کے بل بوتے پر قایم تھا۔ دنیا کے حالات بتاتے ہیں کہ تیسری جنگ کی تیاری ہو رہی ہے۔ رام چند کاک کے عہد وزارت میں جن آدمیوں کو بڑے بڑے عہدوں پر تعینات کیا گیا تھا وہ اسکے ایجنٹ تھے۔

اکتوبر ۴۷ء۔ "ریاست میں قیام امن کی خاطر نیشنل کانفرنس دس ہزار رضاکاروں کی جماعت منظم کریگی"۔ خانقاہِ مولی میں تقریر۔

اکتوبر ۴۷ء۔ جو حکومت لوگوں کی ضروریات پورا نہیں کر سکتی وہ قیام و دوام کی مستحق نہیں۔ ہم یا تو آزادی کی زندگی بسر کریں گے یا مر جائینگے۔ حضرت بل

اکتوبر ۴۷ء۔ افراد کے تغیر و تبدل سے کچھ نہیں ہو سکتا اس سے نظامِ حکومت میں کوئی فرق نہیں آسکتا ہم مکمل ذمہ دار نظامِ حکومت کے خواہاں ہیں جو عوام کی ہو اور عوام کیلئے ہو۔ دستار بندی کی تقریب پر خانقاہِ مولی میں قاید کی تقریر۔

اکتوبر ۴۷ء۔ کشمیر کے لوگ چاہتے ہیں کہ اُن کو مکمل اقتدار حاصل ہو۔ نئی دہلی میں قاید کی تقریر۔

اکتوبر ۴۷ء۔ نیشنل کانفرنس چاہتی ہے کہ اقتدار عوام کو منتقل کر دیا جائے نیشنل کانفرنس ایک بلند مقصد لیکر میدان میں آئی ہے۔ الحاق کا سوال ثانوی حیثیت رکھتا ہے۔ دہلی میں ۲۲ اکتوبر کی تقریر۔

اکتوبر ۴۷ء۔ نازک ترین وقت میں عوام کا پہلا فرض اپنی اور اپنے ہمسایوں کی حفاظت کیلئے ایک ہو جاؤ۔ قاید کی اپیل۔

اکتوبر ۴۷ء۔ کو امیرا کدل میں شیخ صاحب کی تقریر۔ حملہ آور بچھوؤں

کے اخراج اور قیام امن کے بعد الحاق کا مسئلہ ریفرنڈم کے ذریعہ حل کیا جائے گا۔ انڈین یونین کے ساتھ کشمیر کا موجودہ الحاق عارضی ہے۔

الحاق کا مسئلہ دباؤ یا ووٹ مار کے ذریعہ طے نہیں ہو سکتا یہ کوئی جمہوری طریقہ نہیں ہند کے ساتھ کا الحاق ریاست میں امن قایم ہوتے ہی ختم ہو جائیگا نیشنل کانفرنس کو مضبوط بناؤ جو آزادی کے حصول کیلئے سینہ سپر ہو کر باہمی اتحاد کیلئے لڑ رہی ہے۔ نیشنل کانفرنس کی تمام ہمدردیاں جموں کے مسلمانوں کے ساتھ ہیں۔ شاہی مسجد میں قاید کی تقریر۔

اکتوبر ۴۷ء۔ میں ہندوستان اور پاکستان کی تمام آزادی خواہوں سے اپیل کرتا ہوں کہ اس نازک موقعہ پر کہ کشمیر کے عوام کا ساتھ دیں۔ مجھے یقین ہے کہ ہم بالآخر فتحیاب ہونگے۔ دہلی میں قاید کی تقریر۔

میں جس طرح ہندوؤں اور سکھوں کیلئے انصاف چاہتا ہوں اسی طرح یہاں کے ۸۰ فیصد مسلم آبادی کیلئے انصاف کا طلبگار ہوں۔ جب تک طاقت مکمل طور پر عوام کے ہاتھوں میں نہ ہو تب تک ہم حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار نہیں۔ شیخ صاحب مائسمہ چوک میں ۲۵ اکتوبر شام۔

اکتوبر ۴۷ء۔ ہم کشمیر کو ایک جمہوری ریاست بنانا چاہتے ہیں۔ جس میں ہر انسان اطمینان کی زندگی بسر کر سکے۔ ملک میں امن و امان کا قیام

ہمارے لئے اسوقت سب سے اہم اور بنیادی مقصد ہے۔ الحاق کے
بارے میں ہندوستان اور پاکستان کے نمائیندوں کی نگرانی میں استصواب
رائے کی جائے۔ کشمیر کی موجودہ پوزیشن کے متعلق شیخ صاحب کا وضاحتی
بیان۔ کورٹ روڈ پر شیخ صاحب کی تقریر۔

ہم سنگینوں کے زور سے کسی ایک یونین کے ساتھ الحاق نہیں کریں گے۔
نومبر ۴۷ء حضرت شیر کشمیر کو جموں و کشمیر کا مختار کل بنا دیا گیا۔ ایک
فرمان کے ذریعہ مہاراجہ نے شیخ صاحب کو تمام نظام حکومت کا سربراہ
بنا دیا۔ ہم تلواروں کے زور سے ہندوستان یا پاکستان کا غلام بننے پر
میدان جنگ میں مردانہ وار کٹ مرنے کو ترجیح دیں گے۔ کشمیر میں ہندو
مسلمان سکھ بھائی رہیں گے۔ پرتاپ پارک میں قائد کی صداقت
آخرین تقریر۔

نومبر ۴۷ء۔ آج ہم آزاد ہیں۔ اور اپنی آزادی کی حفاظت اور ترقی
کیلئے اپنی سعی کر دکھانے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ قومی غداروں کو سزا دی جائے
گی۔ مجاہدین وطن کی خدمات کی قدر کی جائے گی۔ نظام حکومت
کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے قائد کی تقریر۔

ہم اس ملک کو غلامی جہالت اور افلاس سے آزاد کر کے ہم لاکھ انسانوں

کیلئے حقیقی معنوں میں جنت بنانا چاہتے ہیں۔ موجودہ انقلاب یہاں کے عوام کی سترہ سالہ عظیم قربانیوں کا نتیجہ ہے۔

نومبر ۴۷ء۔ کسی مسلمان اہلکار کو یہ دھوکہ نہیں ہونا چاہیئے کہ قبائلی پٹھان کشمیریوں کو آزادی کیلئے چڑھ آئے ہیں۔ کشمیریوں سے شیخ صاحب کی تقریر اسی سلسلے میں پنڈت نہرو کی تقریر۔ کشمیر کی نسبت مسئلہ الحاق کو ایک بین الاقوامی ادارے کی نگرانی میں طے کیا جائے۔ ہم کشمیری عوام کو ظلم و تشدد سے بچانے کیلئے وہاں کی عوامی حکومت کی مدد کرتے ہیں۔

نومبر ۴۷ء۔ بیرونی طاقتیں ہمارے خوبصورت وطن پر قبضہ کر کے ہمیں دائمی غلامی میں جکڑنا چاہتی ہیں۔ جو شخص کسی رنگ میں حملہ آور ڈاکوؤں کی مدد کرتا ہے وہ ملک اور قوم کا غدار ہے۔ ایسے لوگوں کو ہرگز برداشت نہیں کیا جائے گا۔ جوں جوں حالات درست ہوتے جائیں گے عوام کی جائز خواہشات کو پورا کرنیکا بندوبست کیا جائے گا۔

آثار شریف میں تقریر۔

نومبر ۴۷ء۔ استصواب رائے عامہ سے جو بھی فیصلہ ہوگا اس پر رضا مند ہوں۔ شیر کشمیر۔

اس وقت آزادی اور وطن کا تحفظ ہمارا اولین اور اہم فرض ہے۔

دشمن کی کوششوں کو ناکام کر کے اپنے وطن اور گھروں کی حفاظت کیجیے۔ درگاہ شریف میں تقریر۔

مسئلہ الحاق کو بین الاقوامی ادارہ کی نگرانی میں دیا جائے۔ اے۔پی۔ آئی کے نمائندہ کو شیر کشمیر کا بیان۔

نومبر ۴۷ء۔ آزادی اور وطن کے بچاؤ کیلئے نیشنل کانفرنس کا ایک ایک ممبر کٹ مرنے کیلئے تیار ہے۔ جو وطن کیلئے کٹ مرنا جانتے ہیں وہی آزادی سے لطف اٹھاتے ہیں۔ پرتاب پارک میں شیر کشمیر کی ولولہ انگیز تقریر۔

جب پاکستان بن گیا تو ہندو وہاں سے نکالا گیا اور اب سندھی پٹھان وغیرہ فسادات شروع ہو گئے اسکو دبانے کیلئے انہوں نے کشمیر پر قبائلیوں کو حملہ کی ترغیب دی۔

ہمارا ہندوستان اور پاکستان کے ساتھ کوئی لگاؤ یا جھگڑا نہیں جس طریقے سے انہوں نے پاکستان یا ہندوستان بنا دیا ہمیں کوئی غرض نہیں! ہماری یہی خواہش ہے کہ دونوں حکومتیں پھلیں اور پھولیں۔

نومبر ۴۷ء۔ جن لوگوں نے ملک اور قوم کیساتھ غداری کی ہے انکے ساتھ آئینی سلوک ہو گا۔ ہماری کسی کے ساتھ دشمنی یا عداوت نہیں

جو کچھ کیا جاتا ہے وہ ملک اور قوم کے بھلے کیلئے کیا جاتا ہے۔ پریس کانفرنس۔

نومبر ۴۷ء۔ اسلام کے نام پر جن لوگوں نے ہم پر حملہ کیا یا کروایا انہوں نے اسلام کی سب سے بڑی بے حرمتی کی۔ کشمیریوں کو پوری ہمت کے ساتھ ملک کی حفاظت کرنی چاہئے۔ بارہ مولہ میں تقریر۔

نومبر ۴۷ء۔ کشمیر میں اسلام کے نام پر کس نے تباہی مچائی جمہوری اسلامی ممالک کے نمایندے خود آکر دیکھ لیں۔ اسلامی ممالک کے نمایندے آکر دیکھ لیں کہ کس طرح اسلام کا نام لیکر کشمیر کو تباہ کیا گیا۔ کشمیریوں نے جرأت اور بہادری کے ساتھ اپنے وطن کی مدافعت کی۔

دنیا کے جمہوریت نواز ملکوں سے حضرت شیخ صاحب کی اپیل۔

نومبر ۴۷ء۔ ہمیں قوم کی کشتی کو منجدھار سے نکال کر ساحل مراد تک لیجانا ہے۔ شیر کشمیر۔

نومبر ۴۷ء۔ کشمیر اُس یونین کے ساتھ الحاق کرے گا جو ترقی پسند اور آگے بڑھنے والی ہو۔ شیر کشمیر۔

کشمیر ترقی پسند ڈومینین کے ساتھ الحاق کرے گا۔

نئی دہلی میں شیخ صاحب کی تقریر۔

نومبر ۴۷ء۔ ریاستی حکمرانوں کو کشمیریوں کی پیش کردہ فرقہ وارانہ

یگانگت کی تقلید کرنی چاہیئے۔ کشمیر کا مستقبل ہندوستان کے ساتھ وابستہ ہے۔ کل ہند ریاستی کانفرنس میں حضرت شیر کشمیر کی تقریر۔

دسمبر ۴۷ء۔ چار صد سالہ غلامی کے بعد کشمیر میں جو انقلاب آیا۔ اُس نے ہماری ریاست کو بالکل بدل ڈالا۔ شیر کشمیر۔

دسمبر ۴۷ء۔ جہاں ہم نے مُسلم فاسِٹ عنصر کے خلاف جنگ کرنی ہے وہاں ہندو فاسِٹ عنصر کے خلاف بھی لڑنا ہے۔ کشمیر کشمیریوں کا ہے۔ یہاں دو قومی تھیوری نہیں چل سکتی۔ سرینگر میں شیخ صاحب کی تقریر۔

جنوری ۴۸ء۔ جب قوم کی ناؤ گردِ آب میں پھنسی ہوئی تھی تو آپ نے اِس کی ناخدائی کر کے اِسے بڑی ہوشیاری سے ساحلِ مُراد کی طرف پہنچایا۔ کشمیر کی خواتین کو رانی جھانسی کی تقلید میں بہادرانہ جوہر دکھلانے چاہئیں۔ جموں میں شیخ صاحب کی تقریر۔

جنوری ۴۸ء۔ پاکستان اپنے اصول کی کمزوری سے متاثر ہو کر عاقبت نا اندیشانہ اقدام پر مجبور ہوا۔ شیخ صاحب۔

ہندوستان کی کامیابی فرقہ وارانہ اتحاد پر مبنی ہے۔

(بمبئی کی پریس کانفرنس میں بیان)

جنوری ۴۸ء۔ کشمیر کا موجودہ بحران عنقریب ختم ہو گا اور صورتحال

ٹھیک ہو جائے گی۔ آئرلینڈ میں امریکہ جاتے ہوئے۔ شیخ صاحب کا بیان ۱۵
جنوری ۱۹۴۸ء۔ ہندوستان کے ساتھ الحاق کرنے سے کشمیر کو کافی فائدہ
ہوگا۔ کوئی جارحانہ طاقت کشمیریوں کو مغلوب نہیں کر سکتی۔ اقوام متحدہ۔
شیخ صاحب نے فرمایا کہ کشمیر کے عوام پاکستان جارحیت کا بڑی بہادری
کے ساتھ مقابلہ کر رہے ہیں۔ جسے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہندوستان
کے ساتھ الحاق کرنا چاہتے ہیں۔

جنوری ۱۹۴۸ء۔ لیک سیکسن ہمارے پاس اِس بات کا کافی ثبوت ہے کہ
پاکستان نے کشمیر پر حملہ کیا۔ پاکستان اپنے مذموم ارادے میں کبھی کامیاب
نہیں ہوگا۔ (سلامتی کونسل کا اجلاس شروع ہونے سے پہلے شیخ صاحب کا بیان)
جنوری ۱۹۴۸ء۔ نیویارک میں شیخ صاحب کی تقریر۔ باشندگان جموں و کشمیر
مطلق العنان اور غیر ذمہ دارانہ نظام حکومت کے بجائے عوامی راج قائم
کرنا چاہتے ہیں۔ مسلم لیگ اور پاکستان نے کشمیر کی عوامی جدوجہد کی
ہمیشہ مخالفت کی۔ لیک سیکسن میں تقریر۔ شیخ صاحب نے مزید فرمایا کہ
جب پاکستان کے ارباب اقتدار راجاؤں اور نوابوں کی سرداری اور
اُنکی خودمختاری کو تسلیم کر چکے ہیں۔ تو پاکستان آج کس برتے پر ہماری
ریاست میں لوگوں سے الحاق کے بارے میں رائے شماری کرنے کے حق

میں ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کہ پاکستان کی طرف سے حملہ ہونے سے پیشتر حکومت کشمیر نے الحاق کے بارے میں پاکستان کے ذمہ دار اراکین کے ساتھ بات چیت شروع کردی تھی اور ہماری کوشش تھی کہ پاکستان ریاستی عوام کی سرداری کو تسلیم کرے اور انکا یہ حق تسلیم کیا جائے کہ ریاست کے الحاق کا فیصلہ صرف یہاں کے باشندے ہی کر سکتے ہیں لیکن اُسنے یہ اصول نہ مانا۔ آپ نے کہا کہ پاکستان کا یہ دعویٰ ہے کہ ریاست میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور ڈوگرہ حکومت اُن پر طرح طرح کے مظالم ڈھاتی ہے۔ اسکی نسبت آپ نے فرمایا کہ ریاست میں فرقہ دارانہ سوالات پیدا ہی نہیں ہوئے بلکہ وہاں ہندو، مسلمان اور سکھ متحد اور منظم ہو کر اُس طاقت کا مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہیں۔ جو اُن کی آزادی اور سرداری کو کچلنا چاہتی ہے۔

فروری ۴۸ء۔ یہ کہنا غلط اور خلاف واقع ہے کہ کشمیر پر قبائلی حملہ میں اندر پردہ پاکستان کا ہاتھ نہیں، پاکستان حملہ آوروں کو ہر قسم کا اسلحہ اور فوجی راہنمائی مہیا کر رہا ہے۔ سلامتی کونسل میں باطل شکن تقریر۔ شیخ صاحب نے لیک سیکسس میں ۶ فروری کو پاکستانی نمائندے کے بیان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا۔ کشمیر نے آئینی طور پر ہندیونین کے ساتھ

الحاق کیا ہے اِس لئے ہند کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ ہر قیمت پر اپنے علاقائی حصہ کو حملہ آوروں سے بچائے۔ پاکستان کی اس بات کو بالکل غلط قرار دیا کہ اِسکا قبایلیوں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ سلامتی کونسل ایک کمشن بھیج کر کشمیر میں پاکستانی تباہ کاری کا نمونہ دیکھے۔ (سلامتی کونسل میں بیان)۔ آپ نے فرمایا جب کشمیر میں لڑائی نہیں تھی اُس وقت بھی ہندوستان کے وزیر اعظم نے اس امر کا اعلان کیا تھا کہ ہم رائے شماری کے حق میں ہیں لیکن پاکستان نے جمہوری اصول کی ہر وقت مخالفت کی اور راجاؤں مہاراجوں کو الحاق کا حق بخشا۔ اب سلامتی کونسل میں پاکستان رائے شماری کا مطالبہ کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پاکستان کا یہ مطلب ہے کہ میں اور عوامی حکومت اپنے عہدوں سے مستعفی ہو جائیں لیکن یہ بالکل غلط ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کشمیری عوام خوب جانتے ہیں کہ پاکستان اُنکو کس قسم کی آزادی دلانا چاہتا ہے۔

فروری ۴۸ء۔ کشمیر کے عوام اپنی خواہشات اور دلی تمناؤں کے کچل دیے جانے کی ہرگز اجازت نہیں دینگے۔ شیر کشمیر

پاکستان کشمیر کے معاملہ میں اپنی مجرمانہ حیثیت پر پردہ ڈالنے کیلئے دوسرے معاملات کو اچھال رہا ہے۔ کشمیر میں عوامی حکومت برسر

اقتدار ہے جس کو ملک کے تمام باشندوں کی پوری تائید حاصل ہے۔
دہلی کے بھاری جلسہ میں شیخ صاحب کی تقریر۔ آپ نے سلسلہ تقریر
جاری رکھتے ہوئے کہا کہ یہ ضروری نہیں کہ ریاستی عوام کی الحاق کے
بارے میں رائے لینے کیلئے موجودہ حکومت کو ختم کیا جائے اور وہاں
کوئی دوسری حکومت قایم کیا جائے آپ نے فرمایا کہ ریاست کی موجودہ
حکومت ریاستی عوام کی حکومت ہے جو گزشتہ سترہ سالوں سے
انتھک جدوجہد کرکے قربانیاں دیکر آزادی کے قریب پونچھتی ہے۔
فروری ۱۹۴۸ء۔ کشمیری عوام نے عملاً ثابت کر دکھایا کہ وہ دو قومی نظریہ کو
ناکام بنا سکتے ہیں۔ کشمیر کے لوگ فرقہ وارانہ تال میل میں ہی اپنی اور ملک
کی نجات سمجھتے ہیں۔ دلی کے عظیم الشان جلسہ میں تقریر۔
فروری ۱۹۴۸ء۔ ہندوستان ایک آزاد جمہوریہ ہوگا۔ آئین کا مسودہ
تیار ہو چکا ہے۔ کشمیری عوام آزادی اور جمہوریت کے جھنڈے کو کسی
صورت میں سرنگوں نہیں ہونے دینگے۔ ہندیونین کے ساتھ
الحاق ریاستی عوام کی مرضی کے مطابق ہوا ہے۔
نئی دہلی ۱۲ فروری کو تقریر۔
فروری ۱۹۴۸ء۔ کشمیر کے عوام آزادی سے کچھ کم کوئی بھی چیز قبول کرنے

کیلئے ہرگز تیار نہیں۔ قاید۔ کشمیری عوام اب منظم ہو چکی ہے اور سیاسی طور پر اپنے حقوق اور فرائض سے ناآشنا نہیں۔ وہ اپنے حقوق اور اصول و عقاید کیلئے ہر مصیبت جھیلنے کو تیار ہیں۔ کشمیر کے عوام بلا اختیار مذہب و ملت انصاف کے طالب ہیں۔ کشمیر کی قسمت کا فیصلہ کشمیری عوام خود کریں گے۔ نئی دہلی میں قاید۔

مارچ ۴۸ء۔ کشمیر کی جنگ جمہوریت اور رجعت پسندی کی جنگ ہے۔ کشمیری عوام ہر قیمت پر جمہوریت کا ساتھ دینگے۔ ہم نے لیگ کے فرقہ وارانہ اور زہریلے اصولوں کو بے اثر اور ناکام بنا دیا۔ کشمیر میں ایسا جمہوری نظام قایم کیا جائیگا جس میں ہر طبقہ کیلئے ترقی کے یکساں مواقع موجود ہوں۔ نئی دہلی پریس کانفرنس۔

مارچ ۴۸ء۔ پاکستان کے بنیادی اصول دو قومی نظریہ کا کھوکھلا پن اسکے خاتمے کا سبب بن جائیگا۔ کشمیر کو ہندیونین سے دنیا کی کوئی طاقت علیحدہ نہیں کر سکتی۔ ہمارے اصول درست اور نیک نیت ہے۔ اسلئے آخری فتح ہماری ہوگی۔ پٹھانکوٹ کے جلسہ میں تقریر۔

مارچ ۴۸ء۔ ہماری جنگ دنیا کی جنگ ہے۔ جس میں تمام جمہوری طاقتیں ہمارے ساتھ ہیں۔ گاندھی جی کے اصولوں کی کامیابی کی

گونج کشمیر کے پہاڑوں سے سنائی دیگی۔ پٹھانکوٹ میں قاید کی تقریر۔

ہند اور کشمیر دو مختلف سلطنتیں تھیں۔

گرداسپور میں ۱۱، مارچ کو شیخ صاحب نے فرمایا کہ کشمیر کا ایک ایک چپہ ایک ایک انچ ہندوستان ہے اور ہندوستان کا ایک ایک چپہ ایک ایک انچ کشمیر ہے۔ کشمیر کے عوام نے ہند کے ساتھ الحاق کیا ہے وہ اس الحاق کو برقرار رکھنے کی کوشش کریں گے۔

مارچ ۴۸ء۔ آپکا وزیر اعظم آپکا خادم ہے۔ آیئے ہم ملکر اس سرزمین کو حقیقی معنوں میں جنت بنائیں۔ ہم کسی ملک کے طوق غلامی پر آخری دم تک لڑ کر مرنے کو ترجیح دینگے۔ ہماری جنگ آزادی اور اتحاد کے قیام کیلئے ہے نہ کہ ملک گیری کیلئے۔ جموں میں تقریر۔

مارچ ۴۸ء۔ جھنگڑ پر قبضہ ہو گیا۔ میں کشمیر کو ہندوستان کا تاج دیکھنے کا خواہشمند ہوں۔ قاید۔

مارچ ۴۸ء۔ ہم اپنے وطن اور قوم کی آزادی کی حفاظت کیلئے اپنے خون کا آخری قطرہ تک قربان کر دینگے۔ ہماری ہمیشہ خواہش رہی ہے کہ ہر دھڑکنے والا دل اُمیدوں کا گہوارہ بن جائے۔ دھمکیوں اور فطائی طریقوں کے سامنے ہم نے نہ سر جھکایا ہے اور نہ آئندہ جھکائینگے۔

جب گاندھی جی اور نہرو جی ہماری تحریک کی مدد کرتے تھے تو مسٹر جناح لاتعلقی جتاتے تھے۔ ہم کسی بیرونی حکومت کو اپنے معاملات میں دخل دینے کی اجازت نہیں دینگے۔ قاید کی جموں ریڈیو سٹیشن پر تقریر۔

مارچ ۱۹۴۸ء۔ ہم آزادی چاہتے ہیں جس سے ہر فرقہ کو امن اور خوشحالی حاصل ہو۔ شیر کشمیر۔

سیاسی آزادی سے فایدہ اٹھانے کیلئے ذہنی اور نظریاتی تبدیلی ضروری ہے۔

اپریل ۱۹۴۸ء۔ ہم اس ملک کے عوام کے دلی تعاون سے نیا کشمیر کی تعمیر کو پایہ تکمیل تک پونچھا کر ہی دم لیں گے۔ میرا اور میرے رفقاء کا منشائے مقصد وزارت نہیں بلکہ قوم کی خدمت ہے سرکاری سرپرستی کا معیار قابلیت ہوگا۔ نااہل اور غافل اہلکاروں کو برداشت نہیں کیا جائیگا۔ کشمیر سکریٹریٹ کے احاطہ میں قاید کی تقریر۔

اپریل ۱۹۴۸ء۔ پاکستانی لٹیروں نے ہماری ماؤں اور بہنوں کو دس دس اور بیس بیس روپیہ میں فروخت کیا۔ شیر کشمیر درگاہ حضرتبل میں۔ ہماری آزادی کے راستے میں جو بھی حایل ہوگا وہ ہمارا دوست نہیں نیا کشمیر میں ظلم و تشدد اور ابتزاز و استحصال کا خاتمہ ہوگا۔

اپریل ۱۹۴۸ء۔ ہم گاندھی جی کے آدرش پر چل کر دنیا کو امن اور رواداری کا سبق دینگے۔ ہند سرکار کی بر وقت امداد کو سراہتے ہوئے شیخ صاحب کے ارشادات۔

مئی ۱۹۴۸ء۔ قومی شہداو نے ہم سے وطن کو آزاد کرانیکا وعدہ لیا تھا سو آج ہم اس وعدہ کو ایک حد تک پورا کر رہے ہیں۔ ہم جو کچھ کر رہے ہیں ملک اور ملکی عوام کے بھلے کیلئے کر رہے ہیں۔

مزار شہدا پر حضرت شیخ صاحب کی تقریر۔

مئی ۱۹۴۸ء۔ پاکستان کے ساتھ ملحق ریاستوں کے عوام کیساتھ بھیڑ بکریوں کا سا سلوک کیا جاتا ہے۔ کشمیر کو پاکستان نے جنگ کی مصیبت میں مبتلا کیا ہم اس جنگ کو جیت کر ہی دم لیں گے۔ پانچویں کالم کے لوگ افواہیں پھیلا کر عوام کو پریشان کرنا چاہتے ہیں۔

بٹھر مسجد میں شیخ صاحب کی تقریر۔

مئی ۱۹۴۸ء۔ ہمارے دشمنوں کے ارادے عنقریب مٹی میں مل جائیں گے۔ ہم یہ جنگ ملک گیری کیلئے نہیں حق و صداقت کے اصول کیلئے لڑ رہے ہیں ہمارا نعرہ پہلے بھی یہی رہا ہے اور آج بھی یہی ہے پہلے آزادی پھر الحاق۔ جنگ اور الحاق بیک وقت نہیں ہو سکتے۔

لال چوک میں شیخ صاحب کی تقریر۔

جون ۴۸ء۔ ہم اِس ملک کو حقیقی معنوں میں جنت اور اسکے باشندوں کو خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں۔

جون ۴۸ء۔ ہم طویل غلامی سے آزادی حاصل کرنے کے بعد کسی اور طاقت کا غلام نہیں بننا چاہتے۔ ترقی پسند قومیں جنگی زمانہ کی مشکلات سے گھبرایا نہیں کرتیں۔ شاہی مسجد میں تقریر۔

جولائی ۴۸ء۔ دنیا کی تمام قوموں کو کشمیر کے شاندار ماضی کی عظمت کا اعتراف ہے۔ ریڈیو کشمیر پر پہلی تقریر۔ محل وقوع کے لحاظ سے کشمیر دنیا کے سر پر تاج کیطرح آراستہ ہے اور اس تاج میں کشمیر کے مناظر کوہ نور کی طرح جگمگ جگمگ کر رہے ہیں۔ حسن و جمال اکثر قوموں پر مصیبت کا باعث بن جاتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جاگیر دار جنت کشمیر کو اپنی جاگیر بنانا چاہتے ہیں۔ لیکن ہم نے تہیہ کر رکھا ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہونے دیں گے۔ کشمیر نے عملی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ آدم کی اولاد ایک خاندان سے تعلق رکھتی ہے اور مذہب کا اختلاف ان کے پیدائشی بھائی چارہ میں رخنہ نہیں ڈال سکتا۔

جولائی ۴۸ء۔ ا۔ میرا عقیدہ ہے کہ حضرت رسول پاک کا دامان رحمت ہر مذہب کے انسان کیلئے وسیع ہے۔ ہم ظلم کے خلاف لڑ رہے ہیں اور

ظلم کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ سنبھل اندر کوٹ میں حقیقت افروز
تقریر۔ ۲۔ پاکستانی بھیڑیے اب بھیس بدل کر آنا چاہتے ہیں۔
کے جلسہ میں تقریر۔ اِسی روز

جولائی ۴۸ء۔ خدا تعالیٰ نے پنڈت نہرو کو فرشتہ بنا کر ہمیں امداد پہنچائی
اور ہم قبائلی تخت و تاراج سے بچ گئے۔ سرکاری ملازموں کو اپنی بنیاد
یعنی کسانوں کو اس قدر مضبوط بنانا چاہیئے کہ آئندہ کوئی بھی طاقت
ہم پر غلبہ نہ کر سکے۔ ہائیگام میں شیر کشمیر کی تقریر۔

جولائی ۴۸ء۔ حصول آزادی کیلئے تیر و تفنگ سے کہیں زیادہ عزم اور
قوت عمل کی ضرورت ہے۔ موجودہ نازک حالات میں قوم کو پھونک پھونک
کر قدم رکھنا چاہیئے۔ یوم شہدا کی تقریب پر تقریر۔

یوم آزاد پر تقریر۔ اقوام متحدہ کا کشمیر کمیشن ہندوستان پہنچ چکا ہے۔
اِسوقت کشمیر کی تاریخ لکھی جا رہی ہے۔ اسوقت کشمیر کے مرد۔ عورتیں
تعلیم یافتہ لوگ ایک نازک مرحلے میں سے گذر رہے ہیں۔ اسوقت
آپکا امتحان ہو رہا ہے۔ اگر آپنے اِس نازک مرحلے پر غلط قدم اٹھایا
تو ہماری اور آپکی تحریک آزادی کا خاتمہ یقینی ہے۔

جولائی ۴۸ء۔ جو حکومت قدم قدم پر جھوٹ بولے وہ اسلامی حکومت

نہیں کہلا سکتی۔ کشمیر کی موجود جنگ مذہبی جنگ نہیں بلکہ ظالم اور مظلوم کی جنگ ہے۔ ۱۵ر جولائی بڈگام میں تقریر۔

غیر ملکی حکمرانوں نے کشمیری عوام پر وہ مظالم ڈھائے ہیں جنکی یاد سے ابھی ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ہم جذبات سے بالاتر رہ کر اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنا چاہیئے۔ حضرتبل میں ۱۶ر جولائی کو تقریر۔

جولائی ۴۸ء۔ کشمیر کی تقدیر بناتے وقت ہمیں ماضی کی تاریخ سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ اسوقت کشمیر کی تاریخ کا ایک نیا باب لکھا جارہا ہے۔ حضرتبل میں تقریر۔

کشمیری عوام کو ہر مشکل کا مردانہ وار مقابلہ کرنا چاہیئے۔

سیلاب کے سلسلہ میں قاید کا پیغام۔

اگست ۴۸ء۔ یہ ملک ہمارا ہے اسکی حکومت ہم کرینگے۔ کشمیر کے ۴۰ لاکھ عوام کا مشترکہ نعرہ ہے کشمیر کے عوام ڈوگرہ شاہی کی غلامی سے آزادی کے بعد کسی دوسری طاقت کے غلام بننے کیلئے تیار نہیں۔

عیدگاہ میں تقریر۔

حضرت شیخ صاحب نے اپنی لمبی تقریر میں اس بات کا ذکر کیا جب ہم نے "کشمیر چھوڑ دو"، یہ ملک ہمارا ہے کا نعرہ لگایا تو جناح صاحب

نے کہا یہ تحریک چلانے والے غنڈوں کی ایک ٹولی ہے۔ اسکے برعکس گاندھی اور نہرو نے ہماری حمایت میں جیل کاٹی۔ الحاق کے بارے میں ذکر کرتے ہوتے شیخ صاحب نے فرمایا۔ میں نے پاکستانی دوستوں سے کہا کہ ہم تمام اختلافات کو بھول جاینگے۔ آؤ۔ اب ہمارے ساتھ ملکر ہماری تحریک کی حمایت کرو تاکہ ہم آزاد ہوں۔ میں نے اپنا بہترین رفیق خواجہ غلام محمد صادق مسٹر لیاقت علی خان وزیر اعظم پاکستان اور دیگر پاکستانی لیڈروں سے بات چیت کیلئے لاہور بھیجا۔ جب صادق صاحب نے میرا پیغام ان تک پہنچایا تو انہوں نے مجھے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ میں دہلی آل انڈیا سٹیٹ پیپلز کانفرنس کی صدارت کا چارج سنبھالا ہوا تھا۔ میں نے صادق صاحب کو دوبارہ بھیجا میں دہلی ہی تھا میں تھا تو خبر سنی کہ کشمیر پر حملہ ہو گیا ہے۔ پاکستانی سازش کی ناکامی کے بارے میں شیخ صاحب نے فرمایا کہ کشمیر پر حملہ کی سازش کا پلان یہ تھا کہ شیخ صاحب کو لاہور آنے کی دعوت دیجائے۔ لاہور میں اسکا خوب سواگت کیا جائے اگر اسنے پاکستان کا فیصلہ مانا تو ٹھیک ورنہ کراچی بھیج دیا جائے اور جیل میں بند کر کے اس کے نام پر بیانات شایع کئے جاتے جسمیں کشمیریوں کو قبایلیوں کا ساتھ دینے

کو کہا جاتا۔ لیکن دشمن کی چالیں ناکام ہو گئیں۔ ہند سے امداد طلب کرنے پر شیخ صاحب نے فرمایا جس وقت کشمیر پر حملہ ہوا تو سارا نظام درہم برہم تھا۔ ریاست کا دعوے دار راتوں رات ہم کو اپنے رحم و کرم پر چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ مشینری معطل تھی۔ ہمارے سامنے دو راستے تھے کہ ہم اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی بہو بیٹیوں کی بے حرمتی دیکھتے۔ اور عوام کا قتل عام دیکھتے یا ہاتھ پاؤں ہلاتے اور امداد طلب کرتے۔ اسوقت میں نے پنڈت نہرو سے کہا کہ کشمیر مصیبت میں مبتلا ہے۔ کشمیریوں کی امداد آپکا فرض ہے۔ وہ وقت تھا جب کشمیر کا الحاق ہند کے ساتھ نہ تھا۔ البتہ اگر کوئی معاہدہ تھا تو پاکستان کے ساتھ۔ آئینی طور پر ہندوستان اس وقت تک کشمیر کو امداد نہ دے سکتا تھا جب تک نہ کشمیر کا الحاق ہندوستان سے ہو جاتا ہم مجبور تھے اور مجبوری کی حالت میں ہندوستان چاہتا تو کوئی بھی شرط منوا لیتا۔ مگر نہرو نے کہا کہ کشمیر کا الحاق اسوقت تک عارضی رہیگا جب تک کہ قیام امن کے بعد کشمیر کے لوگ خود اپنی مرضی سے اس الحاق پر مہر تصدیق ثبت کریں۔ قبایلی حملے کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ قبایلی

حملہ ڈوگرہ شاہی کے خلاف نہیں بلکہ کشمیری عوام کو مسٹر جناح اپنی غلامی کا طوق ڈالنا چاہتے تھے۔

کشمیر کی قسمت ہند کے ساتھ وابستہ ہو چکی ہے اس تعلق کو کوئی طاقت قطع نہیں کر سکتی۔ کشمیری اُن بلند مقاصد کیلئے لڑ رہے ہیں جنکا پرچار مہاتما گاندھی نے کیا۔ بمبئی کے پریس کانفرنس میں ۲۶، اگست کو تقریر۔

ستمبر ۱۹۴۸ء۔ ۲۴، ستمبر نماز جمعہ کے بعد شیخ صاحب نے فرمایا۔ نظام حیدر آباد کا عوامی طاقت اور جمہوریت کے سامنے جھکنا یقینی تھا۔ ہم حیدر آباد کو اسی سطح پر دیکھنا چاہتے ہیں جس پر ہم کشمیر کو لے جا رہے ہیں۔ کشمیر کمشن کے متعلق آپ نے فرمایا کہ کشمیر کمشن یہاں آیا اور واپس چلا گیا۔ باقی رہا کشمیر کے مسئلہ کا حل وہ کشمیری عوام خود کریں گے۔

اکتوبر ۱۹۴۸ء۔ جموں اور کشمیر ایک وحدت ہے جس میں صوبائی یا مذہبی امتیازات کو روا نہیں رکھا جا سکتا۔ ہمیں اپنے نصب العین کی تکمیل کیلئے دوسروں کا منتظر نہیں رہنا چاہیے۔ نیشنل کانفرنس کی مجلس عاملہ کی پاس کردہ تجویز ریاستی عوام کی خواہشات کی حقیقی

تصویر ہے۔ ہندیونین کشمیر کا مستقل الحاق ریاستی عوام کی ترقی
اور خوشحالی کا پیش خیمہ بنیگا۔ ریاست کے گوشہ گوشہ سے آئے
ہوئے ذمہ دار رہنما ہندوں کے بیانات۔
پاکستان کے استبدادی نظام کی موجودگی میں اسلام دوستی کے نعرے
غلط اور بے بنیاد ہیں۔ ہمارا فیصلہ سیاسی نصب العین کے
مطابقت اور اقتصادی ترقی کے ذرائع پر مبنی ہے۔

عید کے موقعہ پر تقریر۔

کشمیری عوام پر قبائلی حملہ آوروں کے مظالم نے پٹھانوں کے عہد
حکومت کی یاد تازہ کردی۔ پاکستان بنوک سنگین کشمیر کو غلام
بنانے کے ارادہ پر بضد رہا۔ ہند کے ساتھ مستقل الحاق کے
سلسلہ میں حضرت بل میں شیر کشمیر کی باطل شکن تقریر۔
نومبر ۴۸ء۔ دانش گاہ کشمیر کے قیام نے کشمیر کو ہندوستان بھر
میں اور بھی سربلند کیا ہے۔ تعلیمی اداروں کو مضبوط بنا کر ملک
کی نئی روایات کو زندہ کیجئے۔ حضرتبل میں قاید۔
نومبر ۴۸ء۔ پاکستان اسلام دوستی کے پردہ میں کشمیر کو تباہ و
برباد کرنا چاہتا تھا۔ حضرت شیر کشمیر اور دھی اور بارہ مولہ میں۔

حقیقی سکھ وہ ہے جو گرو نانک کی محبت بھری تعلیم پر مکمل طور پر عمل کرے۔
عوامی راج میں عوام کو خود اپنی مشکلات دور کرنے کیلئے کام کرنا چاہئے۔
گوردوارہ چھٹی پادشاہی بارہ مولہ میں۔

نیشنل کانفرنس ریاست میں جو پنچایتی راج قایم کرنا چاہتی ہے ذیلداری انتخاب اِس کی طرف پہلا قدم ہے۔ انتخابات مکمل طور پر آزادانہ ہونگے اور ہر ایک امیدوار کو یکساں سہولتیں دی جائیں گی۔ میری زندگی کا محبوب مشغلہ عوام کی بھلائی ہے۔ ۲۲ نومبر کو سوپور میں فاید۔

قبائیلیوں نے جنت کشمیر کو دوزخ کا نمونہ بنانیکی ناکام کوشش کی۔
بڈگام میں تقریر۔

عوامی حکومت میں چاپلوسی نہیں بلکہ قابلیت۔ دیانتداری اور وطن پرستی ترقی کا معیار ہوگی۔ گاندربل میں قاید۔

نمبرداری اور ذیلداری کیلئے ایسے لوگوں کو منتخب کیا جائے جو عوام دوست اور محب وطن ہوں۔ اپنے فرایض اور ذمہ داریوں کو دیانتداری کے ساتھ نبھائیے۔ شیر باغ اننت ناگ میں قاید۔

دسمبر ۴۸ء۔ کچلے ہوئے کشمیریوں کی تاریک زندگی نے میرے دل و دماغ کو جدوجہد کیلئے اکسایا۔ گروہ بندیوں اور مذہبی امتیازات سے

بے نیاز ہو کر انسان کی بحیثیت انسان خدمت کیجیے۔ نیا کشمیر کے حقیقی معمار مدرسین ہیں قومی حکومت مدرسین کا معیار زندگی بلند کر کے دم لے گی۔ اساتذہ کشمیر کے اجتماع میں قاید۔

جنوری ۴۹ء۔ ریڈیو کشمیر پر قاید کی نشری تقریر۔ ریاست کے عوام پُر امن فضا میں کشمیر کے مستقبل الحاق کے مسلہ کو حل کرنے کا حق استعمال کرینگے۔ پاکستان کی ہولناک اور وحشیانہ حملہ کی اگر بر وقت مدافعت نہ کی جاتی تو کشمیر صفحہ ہستی سے مٹ چکا ہوتا۔ ہمارے جمہوری اصولوں کی فتح کشمیر کی ترقی اور خوشحالی کا پیش خیمہ ہے۔

طالب علموں کو غلامانہ ذہنیت اور فرقہ پرستی کے خلاف منظم جدوجہد کرنی چاہیے کشمیر کے عوام ہندوستانی افواج کی خدمات کو بھول نہیں سکتی۔ فتح بالآخر جمہوریت کی ہوگی۔ بنارس کے طلبا سے قاید کا خطاب۔

خدا کو حاضر و ناظر جان کر وہ راستہ دکھاؤں گا جو کشمیر کی آزادی اور اہل ملک کی نجات کا راستہ ہوگا۔ ہم آپکی قیادت میں فولادی دیوار کی طرح ثابت قدم رہ کر آپکا ساتھ دیں گے۔ پاکستان کے بربریت کے مظاہرہ اور وسیع پیمانہ پر تباہی و بربادی نے مسلہ کشمیر کو پیچیدہ بنا دیا۔ کشمیر کی تقسیم عوام کی تباہی کا دوسرا نام ہے۔ ہم اسکے

خلاف لڑینگے۔ عید میلاد کی تقریب پر حضرتبل میں قاید۔

پاکستان کے خلاف ہماری کامیاب جدوجہد گاندھی جی کے اصولوں کی فتح ہے۔ امر سنگھ کلب میں ہندوستانی سپاہیوں سے قاید کا خطاب۔ دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی کشمیر کے ٹکڑے ٹکڑے نہیں کر سکتی۔ کشمیر جنت میں جائے یا جہنم میں اسکی وحدت بہر حال برقرار رہیگی۔

جموں چیمبر آف کامرس میں قاید کی تقریر۔

کشمیر کے لوگ مذہبی پروپگنڈا اور جذباتی نعروں سے بہکائے نہیں جاسکتے۔ ریاستی عوام کو پاکستان سے انصاف کی کوئی توقع نہیں۔ وہ اپنے نفع نقصان سے پوری طرح واقف ہیں۔ ۲۶ جنوری کو بمبئی میں تقریر۔ محبت اور اتحاد کی روایات برقرار رکھ کر کشمیری عوام حقیقی آزادی حاصل کر سکتے ہیں۔ کشمیری عوام سیاسی طور پر کافی بیدار ہو چکے ہیں مذہب خطرے میں۔ کے غلط نعروں سے انہیں گمراہ نہیں کیا جاسکتا آزادی کو بنائے رکھنا ہمارا فرض ہے۔ ہماری جنگ مذہبی نہیں بلکہ اقتصادی اور اصولی جنگ ہے۔ بمبئی کے جلسہ میں قاید۔ جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ریاست کے لوگ پہلے ہی ہند کے حق میں فیصلہ دے چکے ہیں اور اب اس فیصلہ کی تصدیق

کرنی ہے۔

ہم نے کشمیر میں بدی کو جڑ سے اکھیڑ پھینکا ہے اور اسکے بجائے سچائی۔ محبت اور امن کا بیج بوتا ہے۔ ہم اپنے ملک میں ان مظالم کا اعادہ نہیں کرنا چاہتے جو سرحد میں پختونوں پر توڑے جاتے ہیں۔

بمبئی میں ترقی پرور گروہ کے استقبالیہ جلسہ میں۔

مارچ ۴۹ء۔ چالیس لاکھ ریاستی عوام کا نصب العین ہمیشہ سے آزاد تھا۔ اور آزاد ہی رہے گا۔ کشمیر کا مسلمان کسی بھی صورت میں فرقہ پرستی کے ناپاک دلدل میں نہیں پھنس سکتا۔ اگر الحاق ہمارے نصب العین کا ذریعہ بنیگا تو ہم اسکو خوش آمدید کہینگے۔ لاکھوں پناہ گزینوں کی آباد کاری اور ستم رسیدہ لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے بغیر الحاق کا مسئلہ حل نہیں کیا جا سکتا۔ میں قوم کو وہی راستہ دکھاونگا جس میں یہاں کے ۴۰ لاکھ عوام کی آزادی اور ترقی کا راز منحصر ہے۔ بارہ مولہ میں ۲ مارچ کو۔

اپنے اعمال کو درست اور ایکدوسرے کی بہتری کیلئے مشترکہ طور پر جدوجہد کرنے سے ہی ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہونگے۔

اسلام آباد میں۔

مارچ ۱۹۴۹ء۔ ملک کی آزادی کو برقرار رکھنے کیلئے فرقہ پرستی اور شخصی راج کا خاتمہ ناگزیر ہے۔ ملک میں فرقہ پرستی۔ رجعت پسندی اور شخصی راج کسی بھی صورت میں برداشت نہیں کئے جاسکتے آزاد کشمیر آزاد ہند کے کندھے سے کندھا ملائے ترقی کی راہ پر گامزن ہوگا۔ رام نگر کے جلسہ میں تقریر۔

مئی ۱۹۴۹ء۔ نیا کشمیر کی تکمیل کی جانب ایک اور کامیاب قدم عوامی حکومت میں نئے قوانین پاس کرے گی۔ مہاراجہ ہری سنگھ کے دو ہزار کنال رقبہ جات بریں کے زمینداروں میں تقسیم کر دیگی۔ دیہاتی عوام نقد کے بجائے جنس دیگر کواپریٹو سٹور سے اشیائے ضروریہ حاصل کر سکتے ہیں۔ چودہ روپے فی من کے حساب سے چاول دیگر حکومت کو سوا کروڑ روپے کا خسارہ۔ حضر تبل میں۔ کشمیر کے سامنے ہند سے الحاق کرنے کے سوا دوسرا کوئی بھی راستہ نہیں۔ تقسیم کشمیر کی باتیں کرنے والے کشمیری عوام کے بدترین دشمن ہیں۔ ۱۸ مئی کو شیخ صاحب نے کہا کہ کشمیر کی خود مختاری کا نعرہ ایک بے مطلب نعرہ ہے۔ کشمیر کے لوگ اگر امن اور خوشحالی چاہتے ہیں تو ہند کے ساتھ الحاق کرکے ملے گی۔ ریاست کی خود مختاری

کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ خود مختار رہنا اگرچہ ایک اچھا اصول ہے لیکن سوچنے کی بات ہے آیا اس خیال کو عملی صورت دی بھی جا سکتی ہے یا نہیں۔ ہماری ریاست ایک چھوٹی سی ریاست ہے۔ محدود ذرایع اس کی خود مختاری کی حفاظت کے کفیل نہیں ہو سکتے اگر ہم آج خود مختاری کا اعلان کر بھی دیں تو کل کوئی بے اصول اور طاقت ور ملک ہمیں اپنا غلام بنا لے گا۔ آزاد کشمیر کی رٹ لگانے والے اس قومی مقصد سے بھیانک غداری کرتے ہیں۔ آگے چلکر آپ نے کہا کہ خود مختار کشمیر کا نعرہ بے معنی ہے۔

جون ۴۹ء۔ کشمیر کے متعلق پاکستان کی پالسی ناکام رہے گی۔ نیشنل کانفرنس کے زعما کسی بھی طاقت کو کشمیری عوام پر غلبہ پانے نہیں دینگے۔ سیاسی تنظیم کو اور زیادہ مضبوط بنا کر ہی ہم نئے مسایل کو آسانی کے ساتھ حل کر سکتے ہیں۔ حضرت بل۔

۲۵ جون۔ شخصی حکمران کی قسمت کا فیصلہ دستور ساز میں ہوگا۔ مہاراجہ ہری سنگھ ریاست سے باہر رہیں گے۔ ریاست اندرونی معاملوں میں بالکل آزاد ہے۔ حضرت بل تقریر کرتے ہوئے شیخ صاحب نے فرمایا۔

بعض دوستوں کو یہ معلوم نہیں کہ مہاراجہ ہری سنگھ کن حالات میں یہاں سے نکلے اور کرن سنگھ کن حالات میں آئے۔ کس حیثیت سے یہاں آئے۔ ہماری جدوجہد کا مقصد کشمیری عوام کو اپنی قسمت بنانے اور بگاڑنے کا اختیار حاصل ہونا چاہیئے۔ شیر کشمیر نے فرمایا۔ اب دوسرا دور شروع ہوا ہے۔ حکومت ہند کو میں نے واضح کیا ہے کہ کشمیر کی طاقت کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈالنے کیلئے تیار نہیں۔ چاہیئے وہ پاکستان یا اور کوئی ہو۔ کشمیر ایک چھوٹا سا ملک ہے الگ تھلگ نہیں رہ سکتا اسلئے ہم کو کس کس ملک کے ساتھ الحاق کرنا ہے ہمارے سامنے سوال یہ تھا کہ الحاق ہند کے ساتھ کریں یا پاکستان کے ساتھ۔ مگر قیام پاکستان سے ہم نے جو وہاں کیفیت دیکھی اس کے پیش نظر ہم اسکے ساتھ کسی قسم کا ناطہ قایم کرنے سے مغرور تھے ہند کے ساتھ الحاق کرنے پر شیر کشمیر نے کہا۔ حکومت ہند کے ساتھ طے ہوا ہے کہ ریاست اندرونی طور پر آزاد ہے۔ صرف امور خارجہ رسل و رسایل اور دفاعی ہند کے ساتھ وابستہ ہے۔ باقی اندرونی طور پر ہم خود مختار ہے۔

جولائی ۱۹۴۹ء۔ عوام ہی اقتدار اور اختیار کا سرچشمہ ہے نیشنل کانفرنس

ثابت قدمی سے اس پالسی پر کاربند ہے۔ پاکستانی حملہ آور کشمیر کو اپنی عشرت گاہ بنانا چاہتے تھے۔ انہیں یہاں کے عوام سے کسی قسم کی ہمدردی نہیں تھی۔ شیخ صاحب نے حضرتبل میں عوام کے ایک بڑے اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔ قبائلی حملہ آوروں کے ظلم وستم کا تفسیر کے ساتھ بیان دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ خدا کی برکت سے سرینگر کے عوام کو ان کے حملوں کا شکار نہیں ہونا پڑا۔ کشمیر کو غلہ مفت فراہم کرنیکی پاکستان کے وزیر اعظم کی بات کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ اگر کشمیر سے ہمدردی تھی تو پہلے ان علاقوں کی غذائی حالت ٹھیک کرنی تھی۔ جو ان کے قبضہ میں ہیں۔ لیاقت علی خان کی یہ پیش کش ایک سٹنٹ ہے۔

۱۵ر جولائی ۱۹۴۹ء۔ پاکستان ہمارے جذبہ آزادی کو کچل نہیں سکتا۔ یوم شہداء پر تقریر۔ پاکستان کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ جب ہم نے آزادی حاصل کی تو پاکستان کے منہ میں پانی آگیا۔ پاکستان کہنے لگا۔ کشمیر کے بغیر پاکستان کا زندہ رہنا محال ہے۔ لیکن پاکستان نے یہ کبھی نہیں کہا کہ پاکستان کے ساتھ ملحق ہو کر کشمیر کو کیا فایدہ حاصل ہوگا۔ پاکستان اگر خود آزاد رہنا چاہتا ہے۔ تو کشمیر کو آزاد دیکھنے

ہیں اسکو کیوں حیرت ہوتی ہے۔ اگر ریاست کشمیر پاکستان کے ساتھ ملحق ہو گی تو اسکا بھی وہی حشر ہو گا جو پاکستان کی ریاستوں کا ہے چھوٹا ملک ہونے کے کارن کشمیر الگ بھی نہیں رہ سکتا۔

اگست ۴۹ء۔ فرقہ پرستی کے سامنے ہمارا سر خم نہیں ہو سکتا۔ ہم فرقہ دارانہ اتحاد کو بہر صورت برقرار رکھیں گے۔ شیر کشمیر کی گرج۔ الحاق کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ پاکستان نے تلوار کے بل بوتے پر ہمیں الحاق مسلط کرنا چاہا لیکن ہندوستان کی فوج اور نہرو جی کی مدد سے ہمیں اُن سے نجات حاصل ہوئی اور بلا ہمارے سر سے ٹل گئی۔

نومبر ۴۹ء۔ کشمیر کی رائے شماری میں ہند کی کامیابی یقینی ہے۔ کشمیری مسلمان رواداری روایات برقرار رکھیں گے۔ ہم رجعت پسندوں کے خلاف لڑیں گے۔

نئی دہلی میں ۲۳ نومبر کو شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہ خواہ رائے شماری ہو یا کوئی اور طریقہ ہو کشمیر ہر حال میں ہند کا ساتھ دیگا۔ وہ کسی بھی صورت میں اپنی قیمت کا رشتہ پاکستان سے نہیں جوڑے گا۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ پاکستان کا الزام بالکل غلط ہے اگر ہند نے واقعی ملک گیر ہوس کے پیش نظر کشمیر کو اپنے ساتھ شامل کر لیا ہوتا تو حملے کے

وقت ہم سے من مانی شرایط منوا سکتا تھا۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ہند کے وزیر اعظم اور ان کی حکومت نے مسلہ الحاق کو عارضی قرار دیا اور کہا کہ عارضی الحاق کو مستقل صورت بھی دیجائے گی جب کشمیر کے باشندے اس فیصلہ کی تصدیق کریں گے۔

نومبر ۱۹۴۹ء۔ کشمیر کا مسلہ حل طلب ہے۔ ہندوستان رائے شماری پر زور دے رہا ہے۔ لیکن پاکستان غرضمندی کی بات کر رہا ہے۔

قاید کی تقریر ۲۵۔ نومبر۔

دسمبر ۱۹۴۹ء۔ کشمیر میں رائے شماری ہوگی لیکن پہلے امن و امان قایم ہونا چاہیے۔ فوج کو کشمیر سے نکالنے سے فریق مخالف کو حملہ کرنے کا موقعہ ملیگا۔ نیویارک میں اخبار نویسوں سے شیخ صاحب کی بات چیت۔ شیخ صاحب نے مزید کہا کہ پاکستان کو کشمیر میں کوئی قانونی حیثیت حاصل ہے۔ کیونکہ آیئنی طور پر ریاست نے ہندوستان کے ساتھ الحاق کر لیا ہے۔ ریاست کے عوام کو یہ موقع ملجائے گا کہ اسکی تصدیق کر دیں یا کرا دیں۔

جنوری ۱۹۵۰ء۔ مصر قاہرہ میں شیخ صاحب کا بیان۔ لیک سیکسن جاتے ہوئے شیخ صاحب نے ایک پریس کانفرنس ہوائی اڈہ پر بلائی اور کہا!

دو قومی نظریہ کی بناء پر کشمیر کا مسئلہ حل کرنا تباہ کن ثابت ہوگا۔ کشمیر غیر مسلم اور مسلم دونوں کا وطن ہے۔ شیخ صاحب نے اس بات کا انکشاف کیا کہ ہندوستان کی طرف راجب ہونے کا زاویہ ہے کہ ہندوستان کا جمہوری ڈھانچہ غیر مذہبی بنیادوں پر ہے۔ ہندوستان میں تمام اقلیتوں کو خوشحال بنانے کے حق میں ہے۔ پاکستان میں ۴/۱ ۲ کروڑ مسلمان ہیں جبکہ ہندوستان میں ۲/۱ ۳ کروڑ مکمل آزاد ہیں۔ ریاست کشمیر کے لوگ سچائی اور محبت کے اصولوں پر کاربند ہیں کوئی بھی بین الاقوامی حال مجھے خدمت خلق سے روک نہیں سکتی۔ نیویارک میں ۳۱۔ دسمبر کو شیخ صاحب نے فرمایا۔ سلامتی کونسل دونوں فریق کو خوش کرنا چاہتی ہے۔ اسلئے ناکام رہیگی۔ پاکستان کی جارحانہ حملہ کی وجہ سے ریاست جموں و کشمیر نے اپنا الحاق ہند سے کر دیا ہے۔ کشمیر کے لوگوں کو اپنی رائے عامہ کا آزادانہ طور پر استعمال نہ کرنیکی ذمہ داری پاکستان پہ ہے۔ کیونکہ اسکے حملہ سے ہی ریاست کا امن بگڑ گیا۔

فروری ۶۵۔ رائے شماری میں پاکستان کو دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔ ریاست کے تمام علاقوں پر حکومت کشمیر کی قیادت

کے بغیر رائے شماری بے معنی ہے۔ کشمیر کی قسمت کا فیصلہ کرنا کشمیریوں کا اندرونی معاملہ ہے۔ جموں میں شیر کشمیر کی تقریر۔ شیر کشمیر نے جموں میں تقریر کرتے ہوئے ۳۱ جنوری کو بتایا کہ میں تمام دنیا میں کشمیر کی پوزیشن کو واضح کیا۔ رائے شماری کشمیر کا اندرونی مسئلہ ہے۔ اس میں پاکستان کو دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ آگے چل کر آپ نے کہا کہ جب تک ریاست کے تمام تر علاقوں کو حکومت کشمیر کی زیر نگرانی نہیں آتے اسوقت تک رائے عامہ کا سوال ایک بے معنی بات ہے۔ کشمیر کا فیصلہ لیک سکسن میں نہیں بلکہ ریاستی لوگوں کے ہاتھوں سے طے پائیگا۔

۱۴ فروری ۵۰ء۔ کشمیر کی قسمت کا فیصلہ ہرگز کسی شخص واحد کو نہیں سونپا جاسکتا۔ مدراس کے عظیم الشان اجتماع میں شیر کشمیر کے ارشادات۔ ہند اور کشمیر کا رشتہ گہرا اور اٹوٹ ہے۔ ہم رائے عامہ کے بارے میں بالکل مطمئن ہیں۔ ۱۳ فروری کو مدراس میں شیخ صاحب نے فرمایا کہ پاکستان نے مسئلہ کشمیر کو ثالث کے ذریعہ حل کرنے کی جو تجویز رکھی تھی وہ ہمیں منظور نہیں ہے۔ شیخ صاحب نے راجہ جی ہال کے سامنے ۲ ہزار لوگوں کے سامنے بولتے ہوئے کہا۔

پاکستان کشمیریوں کو بھیڑ بکریاں سمجھتا ہے۔ شیخ صاحب نے مزید فرمایا کہ ہند کے لوگوں کو کبھی یہ خیال اپنے ذہن میں نہیں لانا چاہیے۔ کہ ہم اُنکے عظیم ہیرو جواہر لعل نہرو سے دھوکا کر سکتے ہیں۔ شیخ صاحب نے تقسیم کشمیر کی بھی بُرائی کی۔

فروری ۵۰ء۔ مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کا واحد طریقہ مصالحت ہے۔

۱۸ فروری کو حیدر آباد میں شیخ صاحب کی تقریر۔ آپ نے فرمایا کہ اس جھگڑے کو نپٹانے کیلئے صرف تین طریقے ہیں۔ اول یہ کہ اسے جنگ کے ذریعہ حل کیا جائے لیکن ہم جنگ کو حل کا ذریعہ نہیں بنانا چاہتے۔ کیونکہ ہم گاندھی جی کے بتلائے ہوئے راستے پر چل رہے ہیں۔ جنہوں نے ہمیں نفرت کا جواب محبت سے دینے کی تعلیم دی ہے۔ دوسرا طریقہ ہے ثالثی کا۔ یہ طریقہ ہمیں اس وجہ سے منظور نہیں کیونکہ اسمیں لاکھوں انسانوں کی قسمت کا فیصلہ ایک شخص کو نہیں ہونا چاہیے۔ لہٰذا ہمارے سامنے صرف ایک طریقہ ہے وہ ہے مصالحت کا۔ یہی ایک طریقہ ہے جس کے اختیار کرنے سے یہ جھگڑا تسلی بخش طور پر حل ہو سکتا ہے۔

مئی ۵۰ء۔ پاکستان حقیقتاً رائے نہیں چاہتا۔ قاید اعظم کا اظہار۔

پاکستان کے لیڈروں کا رائے شماری کی رٹ لگانا مصنوعی ہے۔
وہ دراصل ہمارے حق خود ارادیت کو غصب کرنا چاہتے ہیں۔ ناجائز
قبضہ کو قانونی جامہ پہنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔
جون ۶۵ء۔ پاکستان کے مسلم مہاجرین ہند واپس آنے لگے ہیں
ہم نے جناح صاحب کی پیش کش کو اسوقت ٹھکرایا جب کانگریسی
لیڈر اُن سے ملنے کیلئے بیتاب تھے۔ سرینگر ۶ جون کو قاید کی تقریر۔
۲۲ جون ۶۵ء۔ کشمیر کا چپہ چپہ حملہ آوروں کے تسلط سے آزاد کیا
جائے گا۔ قاید کا بیان۔ پاکستان کشمیر میں اپنے مقبوضہ علاقوں پر
گرفت مضبوط رکھ کر باقی حصوں کو جائز اور ناجائز طریقوں سے
حاصل کرنے کی کوشش میں ہے۔ حکومت ہند کو کشمیر کا چپہ
چپہ آزاد کرنیکا وعدہ پورا کرنا ہو گا۔ وزیر اعظم شیر کشمیر کا بیان۔ سر
ظفر اللہ اور چودھری عباس کے بیانات گمراہ کن ہیں۔
۲۱ جون کو شیخ صاحب نے پاکستان کے وزیر خارجہ کا جواب دیا۔
اگست ۶۵ء۔ چاہیے کتنی ہی مشکلات پیش آئیں ہم حق و صداقت
کے راستے پر گامزن ہونے سے منہ نہیں موڑ سکتے۔ قاید کی تقریر۔
۲۵ اگست مشرقی پاکستان کی غیر مسلم آبادی پر روا رکھے گئے مظالم

کے لئے ہند کے مسلمانوں سے بدلہ لینے کا خیال تک دل میں لانے والے آئین کے دشمن ہیں۔ ریاست جموں و کشمیر میں فرقہ واریت کیلئے کوئی گنجایش نہیں ہے۔ پہلگام میں شیخ صاحب قاید اعظم نے یاتریوں کو جو امرناتھ جارہے تھے ہدایات دیتے ہوئے کشمیر کا ذکر کیا کہ ہم جمہوریت آزادی اور مساوات کے اصولوں پر گامزن ہیں۔ جن کیلئے گاندھی جی نے لڑا۔ آخر میں انہوں نے لوگوں سے کہا خاص کر جو باہر سے آئے تھے کہ جو حالات آپ خود دیکھ رہے ہیں واپس جاکر ان حالات کا صحیح نقطہ وہاں کے عوام کے سامنے پیش کرنا تاکہ ہند میں فرقہ پرستی کے عناصر کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا ازالہ ہو اور ہند اور کشمیر کا الحاق اٹوٹ بن جائے۔

۲۶۔ اگست۔ اقوام متحدہ کے نمایندے کشمیر کی ناکامی پر قاید اعظم کا تبصرہ۔ میری حکومت عوام کے تائید سے برسر اقتدار آئی ہے اور اب بھی اسے عوام کا اعتماد حاصل ہے۔ پاکستان کشمیر میں استصواب رائے عامہ کرانے میں رکاوٹیں ڈال رہا ہے۔ مزید آپ نے فرمایا جب تک نام نہاد آزاد کشمیر حکومت کو اسکے فوجوں

کے سمیت توڑا نہیں جاتا اور جب تک ریاست میں موجود پاکستانی فوج اور باشندوں کو نکالا نہیں جا سکتا رائے عامہ کے لئے فضا تیار نہیں ہوتی۔

جنوری ۱۹۵۱ء۔ کشمیر کے مستقبل کے بارے میں مجھے ذرا بھی فکر دامنگیر نہیں۔ جموں میں قاید کا بیان۔ آزادی کے جشن کے سلسلے میں جموں میں تقریر کرتے ہوئے شیخ عبداللہ نے فرمایا ۲۷ جنوری کو۔ مجھے کشمیر کے مستقبل کے بارے میں کچھ بھی فکر یا پریشانی نہیں ہے۔

۲۳ جنوری۔ کشمیر میں غیر ملکی افواج کو پاؤں رکھنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ ہم پاکستان کی چالاکیوں کو سمجھتے ہیں۔ قاید اعظم کا بیان۔ شیخ صاحب نے کہا۔ کہ دولت متحدہ کے بعض وزیر اعظم نے کشمیر کا مسئلہ حل کرنے کیلئے تین تجاویز پیش کیں۔ ایک یہ ہے کہ الحاق کے متعلق رائے طلبی سے قبل اور اسکے دوران کشمیر میں دولت متحدہ ماسوائے ہند اور پاکستان کی افواج رکھی جائے جو ریاست میں امن و امان برقرار رکھنے کا فرض انجام دیں گے۔ یہ تجویز غیر ملکی طاقتوں کو ایک دعوت ہے کہ وہ برصغیر ہند میں

میں چور دروازے سے داخل ہوں۔ یہ تجویز شیطانی نہ صرف ریاست کشمیر کو بلکہ ہند اور پاکستان کے تمام لوگوں کی خودداری اور قومی غیرت کو چیلنج ہے۔ دوسری تجویز ریاست پر ہند اور پاکستان کا مجموعی کنٹرول قایم کرنے کے متعلق ہے۔ یہ بھی غلط ہے کیونکہ پاکستان کو جو کہ حملہ آور ہے ہند کے برابر کا درجہ دیا جارہا ہے۔ پہلے ہی اسنے ریاست کے کچھ حصہ پر ناجائز قبضہ کیا ہے۔ اب اسکے ریاست کے باقی حصہ پر پاؤں جمانے کا موقع دیا جارہا ہے۔ اگر کسی ہمسایہ ملک پر حملہ کرنے کا انجام اس قدر شاندار ہے تو ہمیں بین الاقوامی انصاف اور ذمہ داریوں کے متعلق نئے نظریے قایم کرنا ہونگے تیسری تجویز بھی لیاقت علی خان نے منظور کی ہے جس کے تحت رائے شماری کے ناظم کو ریاست میں مختار مطلق قرار دینا مقصود ہے۔ اور جس کے تحت جموں و کشمیر ملیشا اور وہ تمام ہتھیار ختم کرنے مطلوب ہیں۔ جو ملک میں امن و امان قایم کرنے کیلئے موجود ہیں۔ اسطرح اس ملک کی قانونی حکومت کو ختم کر کے اقتدار ایک غیر ملکی کے سپرد کرنیکا اہتمام کیا جارہا ہے۔ مزید پاکستان کے لوگ جنگ کی دھمکیاں دیتے رہتے ہیں۔ اور دنیا کو کہتے ہیں ہم پر امن تصفیہ چاہتے ہیں۔

مارچ ۱۹۵۱ء۔ چالیس لاکھ عوام کو بنیادی حقوق سے محروم کر کے کشمیر کی قسمت ثالثی کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑی جا سکتی۔ کشمیر کے متعلق امریکہ اور برطانیہ کی تجاویز شر انگیز قرار دیں۔ شیخ محمد عبداللہ نے قوم کے نام پیغام میں فرمایا۔ کشمیر کے مسئلے کو جو طاقتیں محض اپنے اغراض کی خاطر نپٹانے لگی ہیں ہمیں ان کا مقابلہ کرنا ہو گا۔ قائد اعظم نے فرمایا کہ سلامتی کونسل کی تجویزیں انصاف اور صداقت کا خون کر دینے کے مترادف ہیں۔ کشمیر کی قسمت کے مالک یہاں کے چالیس لاکھ لوگ ہیں۔ مٹھی بھر ثالثی نہیں۔ قائد اعظم نے فرمایا۔ کشمیر کی قسمت کے مالک عوام ہیں۔ غیر ملکی طاقتیں نہیں۔ مجوزہ آئین ساز اسمبلی بلانے پر اعتراض کرنے والے لوگ جمہوریت کے بنیادی اصولوں سے لاعلم ہیں۔ حملہ آور اور محافظ کو ایک ہی صف میں کھڑا نہیں دیکھا جا سکتا۔ قائد اعظم نے فرمایا۔ جب میں ۱۹۴۳ کو جیل سے رہا ہوا تو میں نے اہل کشمیر کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا۔ ہند یا پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے میں اہل کشمیر کا فیصلہ کرنیکا حق کسی دوسری طاقت کو نہیں بلکہ کشمیری عوام کو ہے۔ لیکن پاکستان نے پرواہ نہ کرتے ہوئے ہم پر چڑھائی کر دی۔ پاکستان کا نعرہ تھا۔ پاکستان کشمیر کے بغیر نامکمن ہے۔

قاید اعظم نے فرمایا کہ پاکستان نے کشمیر کو حاصل کرنے کیلئے جہاد کا نعرہ لگایا ہے اِس صورت میں پاکستان کا رائے شماری کیلئے چلانا ایک فریب ہے۔ اگر پاکستان ہر قیمت پر کشمیر کو حاصل کرنا چاہتا ہے تو کشمیر میں اسکے جمہوریت پسندی کے کیا معنی ہیں۔

اپریل ۱۹۵۱ء۔ پاکستان اینگلو امریکی بلاک کے تابع فرمان ہے اسی لیے کشمیر کے معاملے میں ہند کے خلاف پاکستان کی حمایت کی جارہی ہے۔ قاید اعظم شیخ محمد عبداللہ کی تقریر۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ ہندوستان نے انجمن اقوام متحدہ کی تجویز نامنظور کردی ہے۔ جو امریکین بلاک نے پیش کی تھی کیونکہ یہ ایک غیر جمہوری اقدام تھا۔ شیخ صاحب نے مزید کہا کہ یورپ کے یہ لوگ ایشا کے لوگوں کو انسان نہیں بلکہ گدھے سمجھ رہے ہیں۔ کشمیر کی قسمت کا فیصلہ عوام نہیں بلکہ وہاں کا ایک ثالث کرے گا۔ سازش کرتے ہیں۔ پاکستان کی یہ لوگ حمایت کرتے ہیں۔ اُس بارے میں آپ نے فرمایا کہ یہ انکا تابع فرمان ہے۔ اینگلو امریکن تجویز کی حمایت اسلئے کر رہا ہے کہ وہ مسلمانوں کو اسلام کا واسطہ دیکر کشمیر کو ہڑپ لے گا۔ لیکن افغانستان کے ساتھ انکا کیا سلوک ہے۔ وہ تو مسلمان ہیں یہ تو

ظاہر ہے شیخ صاحب نے فرمایا کہ تین سال لگاتار ہماری آنکھیں سلامتی کونسل کی طرح لگی رہی لیکن کچھ برآمد نہیں ہوا۔ اب ہم خود اپنی مدد آپ کریں گے۔ لہذا ہم لوگوں کا فرض یہی ہے۔ کہ اپنی تمام توجہ آئین ساز اسمبلی کو قائم کرنے کی طرف مبذول کریں۔ آئین ساز اسمبلی کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ اسلئے رجعت پسند حلقوں میں پریشانی پھیلی ہوئی ہے۔ اینگلو امریکن بلاک یہ سمجھتا ہے کہ وہ پاکستان اور ہند کی باہمی کشمکش سے فایدہ اٹھا رہا ہے۔ آئین ساز اسمبلی اس میں مشکل پیدا کر دے گی۔ پاکستان سمجھتا ہے یہ بات غلط ثابت ہو گی کشمیری عوام اس کے ساتھ ہیں۔ ہری سنگھ سمجھتا ہے کہ اسکے خلاف فیصلہ کرے گی۔ جاگیردار کا اپنا مشن ہے۔ لیکن ان باتوں کی ہمیں پرواہ نہیں۔ ہمیں اپنی رفتار جاری رکھنی ہے۔

ہم آئین ساز اسمبلی کے ذریعہ تمام سازشوں کو ختم کر سکتے ہیں۔ ۱۲ مئی ۵۱ء۔ سلامتی کونسل سے انصاف کی کوئی امید نہیں۔ آئین ساز اسمبلی ہی تمام مشکلیں حل کر سکتی ہے۔ آثار شریف حضرتبل میں معراج عالم کی تقریب پر قاید اعظم کی تقریر۔ سلامتی کونسل کی کارکردگی کا ذکر کرنے کے بعد شیخ صاحب نے فرمایا کہ آخر کار جب ہمیں معلوم ہوا کہ

ہمارا معاملہ اِس طرح حل نہیں ہو سکتا تو ہم نے اعلان کیا کہ دراصل اِس ملک کے لوگوں کو ہی فیصلہ کرنا چاہیے کہ اُن کیلئے کیا بہتر ہے۔ یہ فیصلہ ہندوستان۔ پاکستان۔ برطانیہ۔ امریکہ نہیں بلکہ ریاست کے عوام کو کرنا ہے۔ اسلئے امن حالات قایم ہو جائے۔ پاکستان کے قبضہ کا علاقہ ہمیں واپس ملے اور ملک میں حکومت قایم ہو جائے۔ جو قانونی طور پر جائز ہو۔ اب ہم نے یہ فیصلہ کیا جو کچھ ہمارے پاس ہے اسمیں ایک آئین ساز اسمبلی قایم کی جائے جو کہ تمام تنازعہ امور کا فیصلہ کریگی۔

۲۵ مئی۔ آئین ساز اسمبلی کے فیصلوں کو دنیا کی کوئی طاقت مسترد نہیں کر سکے گی۔ شیخ صاحب کا عوام اور فوجی جوانوں سے خطاب۔ قاید اعظم نے فرمایا۔ آئین ساز اسمبلی قایم کرنے کے فیصلے سے پاکستان اور اسکے پشت پناہ ممالک بہت ہی پریشان ہوتے ہیں جسکی وجہ سے اس سے ان کے تمام منصوبے خاک میں مل جاتے ہیں۔ بہرحال ہم پاکستان اور ان ممالک کا جو اس کی پشت پناہی کر رہے ہیں اپنی راہ میں حایل نہیں ہونے دیں گے۔ قاید اعظم نے کہا کہ پاکستان کا دعوا غلط ثابت

ہوا ہے۔ کہ ہندو اور مسلمان اکٹھے نہیں رہ سکتے وہ ہماری فوج سے سبق حاصل کریں۔

جون ۱۹۵۱ء۔ انجمن اقوام متحدہ نے حملہ آور کے جرم کے خلاف واضح فیصلہ دینے کی بجائے تو وہ ہمارے حقوق اور ہندوستان کی نیک نیتی کو شک کی نظروں سے دیکھ کر چارٹر کے بنیادی حقوق کو منوانے سے انکار کیا۔ آئین ساز اسمبلی قایم کرنیکا فیصلہ ملک کی تاریخ میں بے حد اہم اور بے مثال ہے۔ جمہوریت پرستوں کو ہماری کوششوں کی حمایت کرنی چاہیے۔ نیا کشمیر ہمارا نصب العین۔ قربانی اور ایثار ہماری روایات۔ اقتدار بے معنی ہے۔ اگر اسے عوام کی خدمت کیلئے استعمال نہ کیا جائے۔ شیخ صاحب نے ۳ رجون کو کہا کہ خطرہ کا توڑ آئین ساز اسمبلی ہے۔

جولائی ۱۹۵۱ء۔ کشمیر کے بارے میں غیر ملکی طاقتوں کی مداخلت کو کسی صورت میں بھی برداشت نہیں کیا جائے گا۔ پاکستان نے آئین ساز اسمبلی کی مخالفت کر کے اپنی نیت آشکار کر دی ہے۔ شیخ صاحب نے ۷ رجولائی کو سرینگر میں کہا۔

ہمارے حق خود ارادیت کے اصولوں کو ہندوستان نے تسلیم

کیا اور پاکستان ہمیشہ اسکی مخالفت کرتا رہا۔ شیخ صاحب نے کہا کہ بغیر خدا کے دنیا کی کسی بھی طاقت کا خوف اپنے دل میں نہ رکھیں شیخ صاحب نے کہا۔ برطانیہ۔ امریکہ وغیرہ طاقتیں ہمارے لئے فیصلہ کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتی ہم کوئی مال یا سوغات نہیں ہیں وہ جہاں چاہیں ہمیں فروخت کرینگے۔ ہم نے گذشتہ ۲۰ سال سے اپنی عزت و آبرو کیلئے جانیں قربان کیں۔ گولیوں اور سنگینوں کا شکار ہوئے اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دوسرے لوگ ہمارا فیصلہ کریں اسلئے قانون ساز اسمبلی قایم ہو رہی ہے۔

جولائی ۵۱ء۔ کشمیر ہند کا ساتھ نہ چھوڑیگا۔ بمبئی میں قاید اعظم کا بیان۔ کشمیر کے عوام ہند کے ساتھ ناطہ جوڑ کر کبھی بھی اسکا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ دنیا کی کوئی بھی طاقت کشمیریوں کے ارادے متنزلزل نہیں کر سکتی۔ ۱۶ مئی کو بنگلور میں شیخ صاحب نے اس بات کو دہرایا کہ کشمیر اور ہند کا رشتہ اٹوٹ ہے۔ کشمیر کے لوگ کبھی بھی اور کسی بھی حالت میں ہند کا ساتھ نہیں چھوڑ دیں گے۔ کشمیری عوام فرقہ پرست نہیں ہیں اور نہ فرقہ پرستی کو غالب آنے دیں گے۔ پاکستان کے تمام ارادے ناکام بنا دیں گے۔

نومبر ۵۱ء۔ دستور ساز اسمبلی میں قائد اعظم شیخ محمد عبداللہ کی تقریر:۔ مالکان زمین کو معاوضہ دینے کے سوال پر غور کیا جائیگا۔ دستور ساز اسمبلی مسئلہ الحاق کے متعلق آخری فیصلہ کرنے کی مجاز ہے۔

دسمبر ۵۱ء۔ الحاق کے متعلق رائے شماری کسی وقت ہو سکتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ پاکستان ہٹ دھرمی سے باز آئے۔ قائد اعظم کا اظہار۔

فروری ۱۹۵۲ء۔ ۱۳ فروری کو قائد نے کہا کشمیر کا مسئلہ سلامتی کونسل سے واپس نہیں لیا جا سکتا۔ لندن سے واپسی پر قائد اعظم کا بیان۔ قائد اعظم نے کہا کشمیر اور ہندوستان نے بار بار اس بات کا اعلان کیا ہے کہ کشمیر کا مسئلہ مصالحت کے ذریعہ حل کرنا ہی بہتر ہے۔ اس سلسلے میں یہ بات زیر نظر رکھنا ہوگی کہ ہمارے بنیادی اصولوں پر زک نہیں آنی چاہیئے۔ کشمیر کے متعلق سلامتی کونسل کی تازہ قرارداد کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ جب ڈاکٹر فرینک گراہم دوبارہ کشمیر آجائینگے تو ہم اُن کو ہر ممکن امداد دیں گے۔

فروری ۵۲ء۔ پاکستان کے لوگ کشمیر کے متعلق کشمیری عوام کے نقطہ نگاہ کی صداقت کو اچھی طرح سمجھ چکے ہیں۔ قائد اعظم کا بیان بمبئی میں ۱۵؍ فروری ۵۲ء

فروری ۵۲ء۔ پاکستان کے تمام دعوے باطل ثابت ہو چکے ہیں۔ تمام الجھنیں دور ہو جائیں گیں۔ اندرونی دشمنوں پر نگرانی رکھنے کی ضرورت ہے۔ قوم کے نام شیخ صاحب کا نشری پیغام۔ ۲۰ فروری یہ شیخ صاحب نے فرمایا۔ ہم اور ہندوستان مسئلہ کشمیر کے فریقین ہیں۔ پاکستان کو فریق کا درجہ اسمیں حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کی حیثیت ایک حملہ آور کی ہے۔ شیخ صاحب نے مزید کہا کہ پاکستان ۶ سال سے پروپگنڈا کر رہا ہے کہ شیخ محمد عبداللہ اور اُس کی پارٹی کانگریس کی زر خرید ہے۔ اُن پر عوام کو بھروسہ نہیں۔ وہ ہند فوج کے بل بوتے پر عوام پر سوار ہیں۔ ہند میں مسلمان محفوظ نہیں یہ دعویٰ بھی غلط ہے۔

مارچ ۵۲ء۔ ریاست جموں و کشمیر میں فرقہ پرستی ہرگز برداشت نہیں کی جائے گی۔ پارلیمنٹ میں قائدِ اعظم کی تقریر۔ دستور ساز اسمبلی با اختیار ہے اور اس کے فیصلے حتمی ہوں گے۔ شیخ محمد عبداللہ کی پارلیمنٹ میں تقریر۔

مارچ ۵۲ء۔ ملک کی پُر امن فضا میں خلل ڈالنے کے خواب دیکھنے والے عناصر کو کھلی ڈھیل نہیں دی جائے گی۔ شیخ صاحب۔ قومی جھنڈے کے بارے میں فیصلہ دستور ساز اسمبلی کرے گی۔

مارچ ۵۲ء۔ ریاست جموں و کشمیر کی دستور ساز اسمبلی ملک کے مستقبل

کے متعلق فیصلہ کرنے کی مجاز ہے۔ غیر ملکوں میں مسئلہ کشمیر کے متعلق غلط فہمیاں ختم ہونے لگیں ہیں۔ حکومت کشمیر کی پالیسیوں کو سراہا جا رہا ہے۔ دستور ساز اسمبلی میں قاید اعظم شیخ محمد عبداللہؒ کی تقریر۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ پاکستان کی پوزیشن ایک حملہ آور کی ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

مارچ ۵۲ء۔ آئین ساز اسمبلی کی سرداری اور اس کے غیر محدود اختیارات ہند پارلیمنٹ نے تسلیم کر لئے ہیں۔ قاید اعظم کا اظہار۔ فرقہ پرستی کو کسی صورت میں برداشت نہیں کیا جائے گا۔

اپریل ۵۲ء۔ زمین کی بھوک مٹانے کا مسئلہ حل کرنے کے سلسلے میں کشمیر سارے ایشیا کی رہنمائی کریگا۔ حکومت نے جو کچھ کیا وہ کیمونزم نہیں وہ تو اپنا فرض پورا کر رہی ہے۔ قاید اعظم کی دستور ساز کونسل میں تقریر۔ آپ نے کہا سوشلزم کیمونزم اور سرمایہ داری میں جو اچھی باتیں ہیں کشمیر ان کو کسانوں کی بدحالی دور کرنے کیلئے اپنائے گا۔

اپریل ۵۲ء۔ ہند کے آئین میں ریاست جموں و کشمیر کو جو امتیازی درجہ دیا گیا ہے وہ برقرار رکھا جائیگا۔ وزیر اعظم کی تقریر۔ دنبیر سنگھم پوده میں۔ ۱۱ اپریل کو شیخ صاحب۔

اپریل ۵۲ء۔ دفاع۔ امور خارجہ اور مواصلات کے بغیر باقی تمام باتوں میں کشمیر خود مختار ہوگا۔ قائد اعظم۔ ہند کے آئین میں کشمیر کو جو درجہ دیا گیا ہے وہ برقرار رکھا جائیگا۔ کشمیری وافقیت پرست ہیں۔ اور ہر صورت حال کے لئے پہلے سے تیار رہنا چاہتے ہیں۔ شیخ صاحب نے کہا جب تک فرقہ پرستی کو ہند میں تھوڑا سا بھی سہارا حاصل ہے اس کے ساتھ کشمیر کا الحاق لامحالہ محدود نوعیت کا ہوگا۔ قائد اعظم نے دونوں ملکوں ہند اور پاکستان کو پھر ایک متحدہ ملک بنانے کی خواہش ظاہر کی اور کہا کہ کشمیر اس سلسلہ میں ایک پل کا کام دیگا۔ قائد اعظم نے کہا۔ جو لوگ بے تو جہی سے یہ کہا کرتے ہیں کہ کشمیر کو تمام امور میں ہند سے مکمل الحاق قائم کرنا چاہیئے۔ انہیں میں متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ ایک مرتبہ پھر جھگڑے کی آگ کو ہوا دے رہے ہیں۔ شیخ صاحب نے ہندوستانی اخباروں کی طرح اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ میں (شیخ محمد عبداللہ) کسی سے ڈرتا نہیں ہوں۔ نہ ہندوستان اور نہ پاکستان سے۔

اپریل ۵۲ء۔ ہند کا آئین ملک کشمیر پہ لاگو کرانیکا نعرہ بلند کرنے والے الحاق کو کمزور کر رہے ہیں۔ کسی کی تعریف یا مذمت سے کشمیریوں کی

قسمت نہیں بدل سکتی۔ شیخ عبداللہ ہندوستان کا آئین مکمل طور لاگو کرنے کا شور کرتے ہیں سب سے آگے وہ لوگ ہیں جنہوں نے جموں میں قتل عام کیا۔ یہ قدرتی امر ہے کہ ریاست کے مسلمانوں کے دلوں میں انکے اس مطالبے کو سن کر شکوک پیدا ہوں۔

آثار شریف میں تقریر۔

اپریل ۵۲ء۔ اندرونی امور میں کشمیر کی خودمختاری ہر قیمت پر برقرار رہے گی۔ قاید اعظم کی ۲۶ اپریل کو معراج عالم کی تقریب پر تقریر۔ ہند کے بعض لیڈروں اور اخبارات کا رویہ قابل اعتراض ہے۔ کشمیر کے عوام کو اولوالعزمی اور خدا تعالے کی رحمت پر بھروسہ ہے۔

مئی ۵۲ء۔ ان سُنی۔ ان دیکھی باتوں کی تشہیر کی فوری روک تھام کرنا ہمارا اولین فرض ہے۔ کشمیری قوم کو انتہائی ہوشیاری کے ساتھ قدم اٹھانا ہوگا۔ فرقہ پرست پاکستان کے ہوں یا ہندوستان کے، کشمیر کے عوام انکا مضبوطی کے ساتھ مقابلہ کرتے رہیں گے۔ ہمارے آدرش کی مخالفت کرنے والے ہمارے بہی خواہ نہیں ہو سکتے۔

جولائی ۵۲ء۔ مسلم فرقہ پرستی کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائیگا۔ میں بیکوقت مسلمان کشمیری اور ہندوستانی ہوں۔ ہندوستان کے فرقہ پرستوں سے

ہم نہیں ڈرتے۔ ریاست جموں و کشمیر کی یکجہتی اور سالمیت برقرار رکھی جائیگی۔

مئی ۵۲ء۔ دفاع۔ رسل و رسائل اور امور خارجہ کے سوا باقی تمام اختیارات حکومت کشمیر نے اپنے پاس رکھے ہیں۔ شیخ صاحب کی لال چوک میں تقریر۔

اگست ۵۲ء۔ دستور ساز اسمبلی کا چوتھا اجلاس۔ قائد اعظم شیخ محمد عبداللہ کی تقریر۔ جمہوری اور غیر مذہبی امنگوں کی مطابقت ہی ہند کے ساتھ کشمیر کے تعلقات کی اعلیٰ ضمانت ہے۔ آئینی تعلقات کی حیثیت ثانوی ہے۔ دستور ساز اسمبلی ریاست اور ہند یونین کے آئینی تعلقات کو آخری شکل دینے کی مجاز ہے۔ جمہوری اصولوں کی تکمیل کے لئے ہند سرکار اور عوام کی پوری حمایت حاصل ہے۔

ستمبر ۵۲ء۔ ریاست کی ترقی اور پیش قدمی کیلئے تمام حصوں کے باشندوں کے مساویانہ اور رضاکارانہ اشتراک کی ضرورت ہے۔ ریاست کی تقسیم کا نعرہ ایک عظیم خطرہ۔ آئین ساز اسمبلی میں پاکستانی مقبوضہ کشمیر کے نمایندوں کی شرکت کی ضرورت۔ شیر کشمیر کی عید الضحیٰ کی تقریب پر تقریر

ستمبر ۵۲ء۔ میری طاقت کا ماخذ کشمیر کے لوگ ہیں۔ جب تک وہ میرے

ساتھ ہیں یا دشمن کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ہند اور کشمیر کے تعلقات کو روپے آنوں کے پیمانہ سے نہ تولا جائے۔ اندرون میں اتسیر کشمیر کی تقریر۔

نومبر ۵۲ء۔ عنقریب اسمبلی میں عوام کے نمائندے صدر ریاست کا انتخاب عمل میں لائیں گے۔ ادم پورہ میں قاید اعظم کی تقریر۔

نومبر ۵۲ء۔ صدر ریاست کے انتخاب سے ہماری ریاست کی تاریخ کے روشن باب کا آغاز ہو گیا ہے۔ پاکستان کی طرف سے جمہوریت اور آزادی کے جو دعوے کئے جاتے ہیں وہ ایک دھوکہ ہے وہاں کے لیڈر ابتداء سے ہمارے خلاف رہے ہیں۔ قانون ساز اسمبلی میں قاید اعظم کی تقریر۔ کشمیر کے متعلق نئی انگلو امریکی قرارداد عوام کو ناقابل قبول ہے۔

جنوری ۱۹۵۳ء۔ فرقہ پرست انجمنوں کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہیں کیا جائیگا۔ پاکستان نے کشمیر کے خلاف جو نفسیاتی جنگ شروع کی ہے۔ اسکا مقابلہ فرقہ دارانہ اتحاد برقرار رکھنے سے ہی کیا جا سکتا۔ قاید اعظم کی تقریر۔ قائد اعظم نے اُن لوگوں کی کڑی نکتہ چینی کی جو جموں اور لداخ کو ہند کے ساتھ اور صرف کشمیر میں اِستصواب کرانے پر زور دیتے ہیں۔

جنوری ۵۳ء۔ فرقہ پرست ہند اور کشمیر کا باہمی رشتہ کمزور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مدراس میں قائد اعظم کی تقریر۔ کشمیر کے مسائل کو جذبات سے

بالاتر رہ کر سمجھنے کا مشورہ۔

جنوری ۵۳ء۔ ہند کے مسلمان نہرو کے ہاتھ مضبوط کریں جو فرقہ پرستی کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ ہند کے ساتھ کشمیر کا الحاق مسلمانوں کے درخشاں مستقبل کی بہترین ضمانت ہے۔ شیخ صاحب۔ ہندو مسلم کا کوئی سوال نہیں۔ سوال اگر ہے تو ظالم اور مظلوم کا۔

جنوری ۵۳ء۔ دھمکیوں اور باطل کی قوتوں کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالے جائیں گے۔ کشمیر اور ہند کا الحاق دباؤ کی بناء پر نہیں۔ نظریات کی ہم آہنگی اور محبت کی بنا پر ہوا ہے۔ (جموں میں شیخ صاحب کی تقریر)

اپریل ۵۳ء۔ جموں و کشمیر کی آئین ساز اسمبلی کامل اختیارات کی مالک ہے۔ جموں و کشمیر کے لوگوں نے ہند یونین سے الحاق کیا ہے لیکن ریاست کو اس میں مدغم نہیں کیا ہے۔ وزیراعظم۔ 370 کے تحت جموں و کشمیر سٹیٹ اور ہندوستان کے درمیان ایک ہمیشہ رہنے والا اٹوٹ معاہدہ ہے۔ الحاق صرف تین معاملات پر ہے۔ دفاع رسل و رسائل بیرونی تعلقات جن میں ۱۹۴۷ء میں طرفین کے دستخط ہوئے ہیں۔ باقی اختیارات کی مالک جموں و کشمیر کی آئین ساز اسمبلی ہے۔ دفعہ 370 اور دہلی اگریمنٹ ۱۹۵۲ء کے نتیجہ کے طور پر دونوں حکومتیں اپنے دائرے میں

رہنے اور اُن کو پورا کرنے کی پابند ہیں۔ ریاست نے الحاق کیا ہے نہ کہ ضم ہوئی ہے۔

جولائی ۵۳ء۔ الحاق کے متعلق کشمیر اپنے وعدہ پر قایم ہے اور قایم رہیگا۔

فرقہ پرستوں کی دھمکیوں سے ہم مرعوب نہیں ہوتے۔ شیخ صاحب مجاہد منزل میں۔

جولائی ۵۳ء۔ ہند سے جو رشتہ ہم نے قایم کیا وہ نہ ریاست کو مدغم اور ضم کر دینے کا رشتہ ہے اور نہ مکمل طور آزاد اور علیحدہ رکھنے کا رشتہ۔ قانون شکنی سے باز آئے لیکن انتشار انگیز مطالبات کو ترک نہیں کیا۔ پرشیدی ایجی ٹیشن کے خاتمہ پر قائد اعظم کے تاثرات۔ اب جب پرشیدی ایجیٹیشن کے ہند کے مختلف طاقتوں کی طرف سے حمایت کی گئی تو سوال صاف ہو گیا کہ سابق رشتہ خطرے میں ہے اور اس مسئلے کا کوئی حل ضرور نکالنا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب کشمیری نے اپنے بچے اور عزیز قربان کئے محض اس غرض کیلئے کہ وہ غلامی کی زنجیروں سے آزاد ہو جائے۔ مذہبی نعروں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مشترکہ اصول کی خاطر ہندوستان کا ساتھ دیا۔ اور ہند پر اپنا اعتماد کیا۔ اپنی رشتہ رگ تک اُس کے حوالے کی۔ آج اگر وہ دوسری طرف قابل بھروسہ نہیں رہا تو اس کے بغیر کیا چارہ ہے کہ وہ اپنا الگ راستہ اپنائے۔

جولائی ۵۳ء۔ معاہدہ دہلی کی سیاہی ابھی خشک نہ ہونے پائی تھی کہ ریاست کو مدغم کرنے کیلئے ایجیٹیشن شروع کر دیگئی۔ پرشدی ایجیٹیشن کو جو ضمانت ہندوستان

میں سادی گئی وہ تمام معاہدات کو توڑ دینے کے مترادف ہے۔ ہم نے قربانیاں ایک ملک یا دوسرے ملک کے ساتھ الحاق کیلئے نہیں دیں بلکہ اپنے وطن اور قوم کی آزادی کے لئے دیں۔ یوم شہدا پر قائد اعظم۔ معاہدہ دہلی کے خلاف ایجی ٹیشن پر آپ نے کہا کہ شیخ صاحب پر الزام ہے وہ یا تو کشمیر کو آزاد رکھنا چاہتا ہے یا پاکستان کے ساتھ۔ اگر شیخ عبداللہ کو نظر آئے کہ آزاد رہنے میں یا پاکستان کے ساتھ رہنے میں کشمیر کی بہتری ہے تو وہ ایسا کرنے کو تیار ہے اور دنیا کی کوئی طاقت اُسے روک نہیں سکتی۔ یہ ریاست کے چالیس۴۰ لاکھ انسانوں کا فیصلہ ہے۔

جولائی ۵۳ء۔ میں چاہتا ہوں کہ انسانیت کے طریقہ اور گاندھی کے اصولوں پر عمل کر کے ہندوستان اور کشمیر ہی نہیں بلکہ ہندوستان پاکستان اور کشمیر سب مل کر دوبارہ ایک ہو جائیں۔ مجاہد منزل میں قائد اعظم کی تقریر۔ متحدہ قومیت پر اعتماد لانے کیلئے اقلیتوں سے منصفانہ بلکہ فیاضانہ سلوک کیا جانا ضروری ہے۔ تنگ نظری۔ فرقہ پرستی۔ تعصب اور منافرت کے خلاف جدوجہد جاری رکھنے کا عزم کیا گیا۔

۹ اگست ۱۹۵۳ء - ۸ اگست کو شیخ صاحب نے فرمایا۔ ریاست کے لوگوں کی آزادی رائے کو ہند یا پاکستان کے ساتھ ادغام کے صرف دو راستوں تک محدود رکھنا درست طریقۂ کار نہیں۔ مجاہد منزل میں شیخ صاحب۔ مسئلہ کشمیر، کشمیریوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اور وہی اس کو حل کرنے کے مجاز ہیں۔ ہندوستان پاکستان اور اقوام عالم نے یہ اصول تسلیم کر لیا ہے کہ ریاست کے مستقبل کا فیصلہ ریاستی باشندوں کے ہی اختیار میں ہے۔ لیکن اس اصول کو عملی جامہ پہنانے میں صرف دو صورتیں ہیں۔ ہندوستان یا پاکستان۔ تیسری صورت کوئی نہیں۔ ممکن ہے کہ رائے شماری کے وقت یہاں کے لوگ اکثریت سے ان دونوں صورتوں کو ٹھکرائیں۔

شیخ محمد عبداللہ کی سوانح حیات ایک نظر میں

سنہ ۱۹۰۵ء ۵ دسمبر کو سرینگر سے چھ میل دور بمقام صورہ پیدا ہوئے۔ والد کا نام شیخ محمد ابراہیم۔

سنہ ۱۱ء سے سنہ ۲۲ء تک گورنمنٹ پرائمری اور گورنمنٹ ہائی اسکول میں تعلیم پائی۔

سنہ ۲۴ء ایس۔ پی کالج سے انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا۔

سنہ ۲۶ء اسلامیہ کالج لاہور سے بی۔ ایس۔ سی کی تعلیم پائی۔

سنہ ۳۰ء مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ایم۔ ایس۔ سی کا امتحان امتیازی شان سے پاس کیا۔

سنہ ۳۰ء واپسی کشمیر اور گورنمنٹ ہائی اسکول میں سائنس ٹیچر کی حیثیت سے ملازمت۔

سنہ ۳۱ء ملازمت سے مستعفی ہو کر سیاسی میدان میں قدم رکھا۔ ابتدائی تقریریں لاہور کے اخبارات "کشمیری مسلمان" اور "مظلوم کشمیر" میں شائع ہوئیں۔ یہ اخبارات منشی محمد دین

فوقؔ مرحوم نکالتے تھے۔ ان تقریروں میں انہوں نے شخصی راج اور غیر ملکی اقتدار کے خلاف آواز بلند کی۔

سنہ ۳۱ء ۲۴ ستمبر کو پہلی بار گرفتاری۔ مہاراجہ نے مارشل لا جاری کر دیا مگر ریاستی عوام اور آل انڈیا احرار اور بعض کانگرسی لیڈروں کے دباؤ کے باعث ۸ روز کے بعد ہی شیخ صاحب کو رہا کرنا پڑا اور مارشل لا کی پابندی بھی اٹھالی گئی۔

سنہ ۳۲ء پھر گرفتاری اور ایک ماہ جیل میں رہے۔ حکومت نے مارشل لا نافذ کر دیا۔

" اکتوبر میں آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس قائم کی اور اس کے صدر منتخب ہوئے ریاست میں یہ پہلی سیاسی جماعت تھی اس کا پہلا سیشن ۱۵ / اکتوبر کو سرینگر بلایا گیا۔

سنہ ۳۳ء ۱½ ماہ جیل میں رہے۔

" دوبارہ آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کی صدارت کی۔

سنہ ۳۴ء ریاست کی تاریخ میں پہلی بار قانون ساز اسمبلی کے انتخابات ہوئے تو شیخ صاحب کی جماعت کو اتنی زبردست کامیابی ہوئی کہ مخالف پارٹی کا ایک امیدوار بھی کامیاب نہ ہو سکا

مگر ۱۷ اکتوبر کو جب اسمبلی کا اجلاس بلایا گیا تو پہلے اجلاس ہی کی کارروائی کا رنگ دیکھ کر شیخ صاحب مایوس ہوگئے کیونکہ عوامی مفاد کے کاموں کے لئے اسمبلی کے اس ڈھانچہ میں کچھ زیادہ گنجائش نہیں تھی۔

۳۷ء لجسلیٹو اسمبلی کے دوسرے انتخابات میں شیخ صاحب کی جماعت کے پہلے چناؤ کی طرح ۲۱ منتخب امیدواروں میں سے سب کے سب کامیاب ہوئے۔ یاد رہے کہ اس اسمبلی میں مہاراجہ کے نامزد ممبروں کی تعداد زیادہ تھی۔ اور منتخبہ ممبران کم۔ پورا ہاؤس ۷۵ ممبروں پر مشتمل تھا۔ اور اسے پرجا سبھا کہتے ہیں۔

۳۸ء ۲۹ اگست کو پھر چھ ماہ قید۔ اس وقت ریاست کے وزیر اعظم آنجہانی سر گوپال سوامی آہنگر تھے۔

۳۹ء ۱۱ جون کو مسلم کانفرنس کی خاص میٹنگ میں اس کے دستور اساسی میں ایک بنیادی تبدیلی کی یعنی اس کا نام بدل کر نیشنل کانفرنس رکھا اس طرح اس ادارے کی دروازے بلا امتیاز مذہب و ملت سب پر کھول دئے اور ریاست میں ایک سیکولر ادارہ قائم کیا۔

۳۹ء جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس کے پہلے صدر منتخب ہوئے۔

〃 آل انڈیا اسٹیٹس کانفرنس کے لدھیانہ سیشن میں شرکت کی جس کی صدارت کے فرائض پنڈت جواہر لال نہرو نے انجام دئے۔ شیخ صاحب نے پنڈت نہرو کے ساتھ ہندوستان کی ریاستوں کے کروڑوں باشندوں کو غلامی کے بندھن اور مطلق العنان حکمرانوں کے چنگل سے نجات دلانے کی جد وجہد میں شاندار پارٹ ادا کیا۔

۴۲ء کشمیری عوام نے شیخ صاحب کی قیادت میں ہندوستان چھوڑو کی تحریک کا ساتھ دیا۔

۴۳ء آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس کے تاریخی اجلاس میر پور کی صدارت کی۔

۴۴ء آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس کی اجلاس منعقدہ سرینگر کی صدارت کرتے ہوئے نیا کشمیر کے لائحہ عمل کی وضاحت کی اور بتایا کہ اس کا مقصد کشمیر میں ایک ایسی ذمہ وار حکومت کا قیام ہے جو جمہوری اصولوں پر مبنی ہو اور صحیح معنوں میں عوام کی نمائندہ ہو۔

〃 مسٹر محمد علی جناح کی کشمیر میں آمد اور شیخ صاحب سے انکے مذاکرات مگر

شیخ صاحب نے دو قومی نظریہ کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا۔

۴۴ء مہاراجہ نے مزید اصلاحات کے نام سے حکومت کے کابینہ میں دو عوامی منسٹر لینے کا اعلان کیا تو نیشنل کانفرنس نے اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے مرزا افضل بیگ کو اپنے نمائندہ کی حیثیت سے نامزد کیا اور انہیں اس مِلی جُلی (Diarchy) حکومت میں منسٹر بنا دیا گیا۔ اپنی منسٹری کے قلیل عرصہ میں بیگ صاحب نے بہت اصلاحاتی اقدامات کرنا چاہے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ شیخ صاحب کے ارشاد کے مطابق بانہال (ٹنل) سرنگ کی اسکیم تیار کی تا کہ برف باری کے ایام میں بھی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہے اور اس طرح سال بھر سرینگر سے جموں تک کا راستہ کھلا رہے مگر مہاراجہ نے ان کی ایک بھی چلنے نہ دی جس کا نتیجہ آخر کار یہ نکلا کہ شیخ صاحب کے حکم کی تعمیل میں بیگ صاحب کیبنٹ سے مستعفی ہو گئے۔

۴۵ء اگست کے مہینہ میں جموں کشمیر نیشنل کانفرنس سوپور کے سالانہ اجلاس میں کشمیر کے حق خود ارادیت کی اہم اور بنیادی قرارداد پاس کیا۔ اس اجلاس میں پنڈت نہرو، مولانا آزادؒ، خان عبدالغفار خان

(سرحدی گاندھی) اور خان عبدالصمد خان (بلوچستانی گاندھی) نے بھی شرکت کی اور مشہور احرار لیڈر سید عطاء اللہ شاہ بخاری بھی اس وقت کشمیر میں موجود تھے۔ اس دور میں کل ہند اسٹیٹس پیپلز کانفرنس کی مجلس قائمہ (اسٹینڈنگ کمیٹی) کا اجلاس بھی سرینگر میں منعقد کرایا۔

۴۵ء پولیٹیکل کانفرنس پشاور اور جمعیتہ علمائے ہند کی سالانہ کانفرنس سہارنپور میں شرکت کر کے تاریخی تقریریں کیں۔

۴۶ء وائسرائے ہند نے والیانِ ریاست کے چیمبر میں جو تقریر کی اور والیانِ ریاست کی طرف سے اس کا جو جواب دیا گیا شیخ صاحب نے آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس کی مجلس عاملہ کا اجلاس بلا کر اُن کے معاہداتی حقوق کے مطالبہ کی مخالفت میں قرارداد پاس کرائی۔

" مئی کے مہینہ میں "کشمیر چھوڑ دو" کا نعرہ لگایا یہ وہ وقت تھا جب ہندوستان کو دو حصوں میں تقسیم کر کے آزاد کرنے کے منصوبے بنائے جا رہے تھے اس تحریک کا مقصد یہ تھا کہ جب اختیارات ہندوستان کو منتقل کئے جائیں تو ریاستی عوام

کے حق خود ارادیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ریاستوں کے اختیارات

ان کے سپرد کئے جائیں نہ کہ حکمرانوں کے سپرد!

۴۶ء کیبنٹ مشن جب انگلستان سے ہندوستان آیا اور اسکے

بعد سرینگر پہونچا تو اسے تار دیا جس میں اس کا اظہار کیا کہ اب

کشمیری عوام کا مطالبہ ریاست میں صرف ذمہ دار حکومت کا قیام

نہیں بلکہ شخصی حکومت کا بھی اس کے ساتھ ہی خاتمہ کرنا ہے۔

〃 کیبنٹ مشن کو میمورنڈم بھیجا۔

〃 ۲۰ مئی کی شام کو دفعہ پینل کوڈ کی دفعہ ۱۲۴ کے تحت گرفتاری اور

نظربندی، گرفتاری سرینگر سے کوئی ستر میل دور دہلی جاتے ہوئے

گڑھی کے مقام پر ہوئی جب کہ شیخ صاحب گاندھی جی اور دوسرے

بڑے قومی لیڈروں سے بات چیت کرنے کیلئے دہلی جارہے تھے۔

ابھی نظربند ہی تھے کہ کل ہند اسٹیٹس پیپلز کانفرنس کے سیشن

منعقدہ گوالیار کا انہیں صدر منتخب کر لیا گیا۔

〃 ۱۰ دسمبر کو لالہ برکت رائے سیشن جج کی عدالت میں بغاوت کے

الزام میں مقدمہ کی سماعت۔ پیروی کیلئے پنڈت جواہر لال نہرو کی

روانگی مگر مہاراجہ نے پنڈت جی کے داخلۂ کشمیر پر پابندی لگادی

اور کوہالہ پل پر انہیں گرفتار کر لیا۔ مسٹر آصف علی نے مقدمہ کی
پیروی کی امدادی وکلاء میں ان کے ساتھ دیوان چمن لال اور
شری بھگوان سہلے بھی تھے مگر سیشن جج نے زیر دفعہ ۱۲۴
(اے) رنبیر پینل کوڈ بغاوت کے جرم میں شیخ صاحب کو ۹ سال قید
بامشقت اور ۱۵۰ روپیہ جرمانہ کی سزا (بصورت عدم ادائیگی
جرمانہ ۹ ماہ مزید قید محض) کا حکم سنا دیا مگر ۲۹ ستمبر ۴۷ء کو
حکومت کشمیر شیخ صاحب کو رہا کرنے پر مجبور ہوئی۔

۴۷ء ۲۵ اکتوبر کے بعد جب قبائلیوں نے کشمیر پر حملہ کیا اور وہ یلغار
کرتے ہوئے سرینگر کے مضافات تک پہونچ گئے تو مہاراجہ
کشمیر نے بھاگ کر جموں میں پناہ لی مگر شیخ صاحب اپنے ساتھیوں
سمیت ان کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو گئے۔ یہ وہ وقت تھا کہ
ہندوستان میں ہر طرف فرقہ وارانہ فساد کی آگ بھڑک رہی
تھی اور لوگ بڑی بے دردی سے ایک دوسرے کا گلہ کاٹ
رہے تھے۔ مگر شیخ صاحب کے ارشاد کی تعمیل میں وادی
کشمیر کے مسلمانوں نے ہندوؤں اور سکھوں کے جان و مال
اور ان کی عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا کر

انہیں بچا لیا۔ شیخ صاحب کی اس شاندار کامیابی پر گاندھی جی
اور دنیا کے بڑے بڑے لیڈروں نے تحسین و آفرین کے پھول نچھاور کئے

۴۷ء ۳۰ اکتوبر کو ہنگامی حالات میں ایمرجنسی حکومت کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔

،، کشمیر کا ہندوستان سے الحاق کرایا جسے حکومتِ ہند نے عارضی
تسلیم کرتے ہوئے رائے شماری کی شرط لگا دی اور پنڈت نہرو
نے بھی دہلی سے براڈکاسٹ کرتے ہوئے اس کی تائید کی۔

،، ہنگامی اور خطرناک حالات میں ریاست بھر کے پے درپے دورے
کئے خاص طور پر صوبۂ جموں کے طول و عرض میں فرقہ وارانہ فساد
کی آگ کو فرو کر کے امن و امان بحال کیا اور پناہ گزینوں کے مشترکہ
امدادی کیمپوں کی نئے سرے سے تنظیم کی۔ یہ امدادی کیمپ بیگم شیخ
محمد عبداللہ نے پہلے ہی قائم کر رکھے تھے جبکہ شیخ صاحب ابھی
جیل میں تھے ان میں ہندو، سکھ اور مسلمان پناہ گزینوں کو
ایک ساتھ رکھا جاتا۔ اغوا شدہ بچوں اور عورتوں کی بازیابی کا
انتظام کیا اور اس کار خیر کو ہندوستان کی نامور خاتون
مردولا سارا بھائی کی ہدایت کے مطابق چلایا۔ اور جو سکول اور
شفاخانے۔ اور دیگر سرکاری ادارے فسادات کے باعث بند ہو چکے

تھے اُن کو دوبارہ جاری کیا۔

۴۷ء فرقہ وارانہ فسادات کے باعث جب ریاست پٹیالہ میں کسی مسلمان کا گذر مشکل تھا اور قبائلی حملہ آوروں نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کے روضۂ مبارک کو بھی مسمار کر دیا گیا ہے تو شیخ صاحب نے چودھری محمد شفیع کو سرہند شریف بھیجا تاکہ وہ موقعہ پر پہونچ کر اصل حال معلوم کریں چونکہ یہ درگاہ مسلمانانِ عالم کے لئے بالعموم اور مسلمانانِ ہند کے لئے بالخصوص روضہ شریف اجمیر کی طرح مرجع عقیدتمندی ہے اس لئے اس کی ضرورت شیخ صاحب نے محسوس کی۔ چودھری صاحب موصوف نے سرہند شریف پہونچ کر دیکھا کہ روضۂ مبارک خدا کے فضل و کرم سے مصئون و محفوظ ہے اور قبائلیوں کی افواہ قطعاً بے بنیاد تھی۔ انہوں نے وہاں عرس کا انتظام کیا جس میں مقامی چند مسلمانوں کے علاوہ ہندوؤں اور سکھوں نے ایک بڑی تعداد میں شرکت کی اس وقت ریاست پٹیالہ کے چیف منسٹر سردار گیان سنگھ راڑیوالہ تھے وہ بھی اپنے بہت سے ساتھیوں کے ساتھ حاضر درگاہ ہوئے اور

یقین دلایا کہ روضۂ شریف اور دیگر مقام کی یقیناً حفاظت کی جائے گی اور مساجد کی بھی دیکھ بھال حکومت کرے گی۔ اسی طرح اجمیر شریف میں آپ نے اپنے نمائندے بھیجے اور وہاں کے ہندوؤں نے بھی یقین دلایا۔

۱۹۴۸ء ۵ مارچ کو پورے اختیارات کے ساتھ ریاست جموں و کشمیر کی وزارت عظمیٰ کے منصب پر فائز ہوئے۔

" جموں و کشمیر آل انڈیا ریڈیو کی برانچ قائم کی۔

" قبائلیوں کے ساتھ عین جنگ کے دوران کشمیر یونیورسٹی قائم کی جس کی پہلی کنووکیشن ۹ نومبر ۱۹۵۰ء کو ہوئی اور صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر راجندر پرشاد نے کنووکیشن ایڈریس پڑھا۔

" جناب مولوی محمد ابراہیم میوات (راجستان) کے کانگریسی لیڈر ایک وفد لیکر شیخ صاحب کے پاس نئی دہلی آئے اور ان کی درخواست پر مولانا محمد سعید مسعودی کو میوات کے دورہ پر بھیجا گیا۔

" شیخ صاحب خود بھی خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، خواجہ نظام الدین اولیاءؒ حضرت باقی باللہ اور شاہ ولی اللہ محدثؒ دہلوی کے روضہ ہائے مبارک کی دیکھ بھال کیلئے دہلی آتے رہے

۱۹۴۸ئہ اور مقابر اور مساجد کی حفاظت اور مسلم عوام کے بچاؤ کیلئے انہوں نے حکومت ہند اور عوام سے درخواست کی چنانچہ شیخ صاحب کو اس کا یقین دلایا گیا کہ مسلمانوں کے روضہ ہائے مقدس، مقابر، مساجد اور گورستانوں کی ہر طرح حفاظت کی جائیگی اور ان کو کوئی گزند اور نقصان نہیں پہونچنے دیا جائیگا اور ان کے جملہ حقوق ادا ہوتے رہیں گے۔

،، چودھری محمد شفیع کو خیر سگالی کے مشن پر حیدرآباد بھیجا جنہوں نے وہاں چھ ماہ قیام کیا اور ریاست حیدرآباد کے عوام میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور خوشگوار تعلقات استوار کرنے میں مدد دی اس کے علاوہ پنجاب اور اترپردیش وغیرہ صوبوں میں جہاں کہیں فسادات رونما ہوئے اور اس کی اطلاع ملتی شیخ صاحب خود بھی وہاں پہونچتے اور مولانا سعید مسعودی اور مرزا افضل بیگ اور بعض دوسرے ساتھیوں کو خیر سگالی کے مشن پر بھیجتے۔ کشمیر کے ان قائدین نے شیخ صاحب کے ارشاد کے مطابق اتحاد و اتفاق کیلئے شاندار خدمات انجام دیں۔

،، وزارتِ عظمیٰ کی عنان سنبھالتے ہی سب سے پہلے بیگار کا خاتمہ کیا

۱۹۴۸ء ملک کو مہنگائی اور قحط سے بچانے کیلئے غلہ اور دیگر بنیادی ضروریات زندگی کی تقسیم کا کام کواپریٹو سوسائیٹیوں کے سپرد کیا، ٹرانسپورٹ کو قومی ملکیت قرار دیا اور سرینگر کو بذریعہ سڑک پختہ پٹھانکوٹ سے ملایا کیونکہ ریاست سے ہندوستان جانیکے اور تمام راستے پاکستان کی اسوقت کی حکومت نے ہندوستان سے عارضی الحاق سے پہلے ہی بند کر دئے تھے۔

〃 ہندستانی وفد کے ساتھ ادارہ اقوام متحدہ کی سیکیوریٹی کونسل کے اجلاس منعقدہ نیویارک (امریکہ) میں شرکت کی اور اپنی تقریر میں اس کے سامنے ریاست کشمیر کے باشندوں کا زاویۂ نظر پیش کیا۔

۱۹۴۹ء ہندوستان کی مجلس دستور ساز کے ممبر بنائے گئے اور آئین ہند کی تدوین اور ترتیب میں نمایاں حصّہ لیا۔

۱۹۵۰ء ۴۹ اور ۵۰ء ان دو سال کے دوران لکھنؤ یونیورسٹی، عثمانیہ یونیورسٹی اور بعض دوسری یونیورسٹیوں نے ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگریاں دیں۔

〃 راشٹریہ سویم سیوک سنگھ نے اپنی فرقہ وارانہ تحریک جس طرح ہندوستان کے دوسرے حصّوں میں چلا رکھی تھی اسی طرح اس

۱۹۵۰ء نے ریاست کشمیر کو بھی اپنی جولانگاہ بنانا چاہا مگر شیخ صاحب سد سکندری کی طرح اس کی راہ میں حائل ہو گئے اور سنگھ اپنے منصوبوں میں ناکام رہا۔

" ۱۲ر جولائی کو "بڑی زمینداریوں اور جاگیرداریوں کے خاتمہ کا قانون ۱۹۵۰ء" پاس کر کے جاگیرداری اور زمینداری کا خاتمہ کر دیا اور خود کاشت کرنے والوں کے لئے ۲۲ ایکڑ فی کس زمین کی حد مقرر کر دی۔ اس طرح جو لوگ زمینداروں اور جاگیرداروں کی زمینیں کاشت کرتے تھے وہ خود قانونی طور پر زمین کے مالک قرار پائے۔

" اسی طرح قانون منسوخی رہن بھی بنایا جس کے رو سے ساہو کار نے اگر اپنی واجب رقم جائداد مرہونہ سے وصول کر لی ہے تو پھر وہ رہن کالعدم ہو جائیگا اور جائداد مالک کو واپس مل جائیگی اور قانون منسوخی قرضہ بنایا جس کے رو سے سو روپیہ بلا قید میعاد پچاس روپیہ سود مقرر کیا یعنی جس شخص نے ایک سو روپیہ کسی کو قرض دیا تھا اور اسکی کوئی قید نہیں کہ کب دیا تھا اس مقررہ تاریخ سے پہلے اگر

۱۹۵۰ء اس نے ایک سو پچاس ۱۵۰ روپیہ سے کم سود وصول کیا ہے تو اس کمی کو پورا کیا جائے اور اگر وہ اس سے زیادہ وصول کر چکا ہے تو زائد رقم مقروض کو واپس دے۔ اس طرح تمام ریاستی کسانوں اور مزدوروں کو قرضہ اور سود در سود کے منافع کی لعنت سے نجات دلائی، جس کے تلے وہ مدتوں سے دبے ہوئے تھے اور سود خور دھیلے سے حویلی بنا رہے تھے۔ اس قانون کے رُو سے سود پر سود کوئی بھی نہیں لے سکتا سوائے اس کے جو حکومت نے مقرر کیا۔

〃 دیہات کے نمبرداروں، ذیلداروں اور دوسرے عہدیداروں کو پہلے حکومت کی جانب سے نامزد کیا جاتا تھا۔ شیخ صاحب نے ان کے تقرر کا طریقہ بذریعہ انتخاب رائج کیا۔

〃 ۲۷ اکتوبر کو آل جموں و کشمیر نیشنل کانفرنس کی جنرل کونسل میں کشمیر دستور ساز اسمبلی کو وجود میں لانے کا ریزولیوشن پاس کرایا اور کشمیر دستور ساز اسمبلی کے دائرہ عمل کی وضاحت کی۔

۱۹۵۱ء کشمیر دستور ساز اسمبلی کے لئے ارکان کے نام بغرض انتخاب ریاستی عوام کے سامنے پیش کئے۔

۱۹۵۱ء جنہیں عوام نے متفقہ طور پر اسی طرح کامیاب کرایا جس طرح
۱۹۳۴ء اور ۱۹۳۷ء کے انتخابات میں پہلے کرا چکے تھے گویا کہ
انتخاب میں وہی امیدوار کامیاب ہوتے جنہیں شیخ صاحب نامزد کرتے

۱۹۵۲ء مہاراجہ کشمیر کے موروثی حق کا خاتمہ کیا اور بنیادی اصولوں کی کمیٹی
کے چیئرمین ہونے کی حیثیت سے جب کمیٹی کی رپورٹ کشمیر دستور
ساز اسمبلی میں پیش کی تو موروثی حق کے خاتمہ کی حمایت
میں سیر حاصل تقریر کی۔

// بانہال سرنگ (ٹنل) کی اسکیم کے بعد سندھ ہائیڈرو پروجیکٹ
کی جانب قدم اٹھایا۔

// ہندوستان کی تقسیم اور قبائلیوں کی غارتگری کے باعث ریاست
کا تجارتی سلسلہ درہم برہم ہو گیا تھا چنانچہ اسے از سر نو ترتیب
دیا اور ہندوستان کے ہر بڑے چھوٹے شہر میں کشمیر کی صنعت
و حرفت اور دستکاری کو فروغ دینے کی اسکیم پر عملدر آمد
کیا اور کئی مقامات پر ایمپوریم قائم کیا۔

// جولائی میں حکومت ہند کے ساتھ نیا معاہدہ کیا جو معاہدہ دہلی
کے نام سے مشہور ہے اس کے نکات کی تشریح و وضاحت

۱۹۵۲ء کرتے ہوئے ریاستی دستور ساز اسمبلی کے سامنے ۱۱ اگست
کو تقریر کی۔

// صوبہ جموں کو ریاست کشمیر سے الگ رکھنے کیلئے پرجا پریشد
نے تحریک شروع کر دی۔ شیخ صاحب نے اپنے حسن تدبیر سے
اس کی روکتھام کی اور جموں کے عوام کو اس کے خطرناک
نتائج سے آگاہ اور خبردار کیا۔

// جموں کی طرح لداخ میں بھی علیحدگی پسندی کی تحریک کا آغاز
ہوا اس کے لئے بھی شیخ صاحب نے انسدادی تدبیریں کیں اور
عوام کو معاملہ کی نزاکت کا احساس دلایا۔ ہندوستان کی فرقہ
دار جماعتوں ہندو مہا سبھا، جن سنگھ اور رام راجیہ پریشد
نے بھی جموں کی فرقہ دار جماعت پرجا پریشد کی تائید و حمایت
میں ایجی ٹیشن شروع کر دی جس کا مقصد یہ تھا کہ ریاست
جموں و کشمیر کو ہندوستان کے ساتھ قطعی طور پر ضم کر دینا
چاہئے۔ شیخ صاحب نے اس تحریک کو بھی روکا اور پوری
ریاست کو اس کے فرقہ دارانہ اثر سے محفوظ رکھا۔

۱۹۵۳ء ہندوستان میں ہر طرف بڑھتی ہوئی فرقہ پرستی اور اقلیتوں

۱۹۵۳ء کے مصائب و آلام کی طرف خصوصی طور پر حکومت ہند کو توجہ دلائی

" جن سنگھ کے صدر ڈاکٹر شیاما پرشاد مکرجی کے ساتھ خط و کتابت کے دوران شیخ صاحب نے کشمیری عوام کا زاویہ نظر ان پر واضح کیا۔

" جموں و کشمیر کے بعض مقامات پر بعض ریاستی وزیروں کے خلاف وعدہ خلافی اور لاپرواہی رشوت خوری اور کنبہ پروری کی شکایتیں کی گئیں تو شیخ صاحب نے ان کے بارے میں تحقیقات کا وعدہ کیا نیز کنبہ پرور اور رشوت خور افسروں اور ان کی حمایت کرنے والے وزیروں کے خلاف بھی تحقیقات کا وعدہ کیا!

" جون کے مہینہ میں حکومت ہند اور پنڈت نہرو کے کہنے پر ایک اعلیٰ سطح کمیٹی (High Level committee) وجود میں لائی گئی یہ ضرورت اسلئے محسوس کی گئی کہ حکومت ہند اور حکومت پاکستان دونوں ملکوں کے وزرائے اعظم کی باہمی ملاقات اس موضوع پر کسی فیصلہ کن بات چیت کیلئے ہونے والی تھی اسلئے حکومت ہند نے انہیں کہا کہ اس قسم کی کمیٹی بنائی جائے اور اس کے فیصلہ سے اُسے مطلع کیا جائے چنانچہ ان آٹھ ممبروں پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی دا، شیخ محمد عبداللہ چیرمین

۵۳ء ۲۔ مولانا محمد سعید مسعودی۔ ۳۔ مرزا افضل بیگ۔ ۴۔ بخشی غلام محمد۔ ۵۔ پنڈت شام لال صراف۔ ۶۔ خواجہ غلام محمد صادق ۷۔ پنڈت گردھاری لال ڈوگرہ۔ ۸۔ سردار بدھ سنگھ۔ کمیٹی کی متعدد میٹنگیں ہوئیں اور آخر کار ایک قرارداد متفقہ طور پر پاس کر کے حکومت ہند اور پنڈت جواہر لال نہرو کو بھیجی گئی۔ اس فیصلہ پر بخشی غلام محمد نے بھی دستخط کئے۔ اور پُرزور تائید وحمایت کی۔

" عید الفطر کے موقعہ پر شیخ صاحب ایک تقریر براڈکاسٹ کرنے والے تھے جس کا مسودہ اردو زبان میں تیار کیا گیا تھا۔ مگر قبل از وقت ہی ۸ اور ۹ اگست کی درمیانی شب کو ایک منظم سازش کے تحت غیر آئینی طور پر شیخ صاحب کو گرفتار کر کے نظر بند کر دیا گیا بعد میں ان پر غیر ملکی طاقتوں کے ساتھ سازش کرنے کا بے بنیاد الزام لگایا جو کبھی شرمندۂ ثبوت نہ ہوا۔

۵۶ء نظر بندی کے دوران جب ریاست جموں وکشمیر کی دستور ساز اسمبلی کا سیشن اس مقصد سے بلایا گیا کہ ریاست کا دستور

۱۹۵۶ء پاس کیا جائے تو شیخ صاحب نے اسمبلی کے صدر خواجہ غلام صادق کو اگست کے مہینہ میں خط لکھا جس میں اس امر کی وضاحت کی کہ ہاؤس کے لیڈر اور دوسرے ارکان اسمبلی کو اس طرح غیر آئینی طور پر نظر بند کر کے ان کی غیر حاضری میں دستور ساز اسمبلی کا اجلاس بلانا اور اس میں دستور پاس کرنا کسی صورت سے بھی جائز نہیں اس لئے الگ ڈفلی نہ بجائی جائے بلکہ کوئی متفقہ اور متحدہ صورت اختیار کی جائے جو سب کے لئے قابلِ قبول ہو۔

" ہندوستان کی پارلیمنٹ کے ممبر ڈاکٹر سبھرائن (جو اس وقت مرکزی حکومت کے وزیر تار و ڈاک ہیں۔) نے کد سب جیل میں شیخ صاحب سے ملاقات کی۔

۱۹۵۸ء ملکی صورتِ حالات اور بین الاقوامی دباؤ کے پیشِ نظر ۴ ۱/۲ سال کی طویل نظر بندی سے شیخ صاحب کو ۸ جنوری کی شام کے ۵ بجے کد سب جیل سے رہا کیا گیا جب کہ کد کا تمام علاقہ برف سے ڈھکا ہوا تھا اور راستہ کے تمام پہاڑ برف پوش تھے۔

۵۸ء شری اشوک مہتہ ممبر پارلیمنٹ اور لیڈر پرجا سوشلسٹ پارٹی ۳۰ اپریل کو اُن سے بات چیت کرنے کیلئے عازم سرینگر ہونے والے تھے کہ ۳½ ماہ کی رہائی کے بعد ۲۹ اپریل کو پھر شیخ صاحب کو اُنکے مکان سورہ سے آدھی رات کے وقت گرفتار کر لیا گیا۔ پہلے کدسب جیل میں نظربند رکھا گیا پھر اکتوبر میں انہیں بھی اُس مقدمہ کے ملزموں کے زمرہ میں شامل کر لیا گیا جو ان کے دوسرے ساتھیوں کے خلاف حکومتِ کشمیر کا تختہ الٹنے کی سازش کے الزام میں چلایا جا رہا تھا اس مقدمہ کی سماعت جموں میں ایک اسپیشل مجسٹریٹ کی عدالت میں ہو رہی تھی۔

شیخ صاحب کی تقریریں

۸ر جنوری ۱۹۵۸ء سے
۲۹ر اپریل ۱۹۵۸ء تک

نظر بندی سے رہائی

۵۳ ماہ کی طویل نظر بندی کے بعد جب شیخ محمد عبد اللہ کو ۸ جنوری ۱۹۵۸ء کی شام کے ۵ بجے کُد سب جیل سے رہا کیا گیا تو ان کے ہمراہ دو رفیق صوفی محمد اکبر اور خواجہ علی شاہ بھی تھے۔ شیخ صاحب کی رہائی کی خبر سارے ملک میں آگ کی طرح پھیل گئی اور کشمیر کے لوگ ان کے استقبال کی تیاریوں میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ ۱۰ جنوری ۱۹۵۸ء کو شیخ محمد عبد اللہ ابھی کُد ڈاک بنگلہ میں مقیم تھے کہ پریس نمائندے پہونچ گئے اور انہوں نے اُن کو گھیر لیا ان میں "سچ" اخبار جموں کا ایڈیٹر بھی تھا۔ پریس کے نمائندوں سے شیخ صاحب کی جو گفتگو ہوئی اخبار "سچ" کے ایڈیٹر نے قلمبند کر کے اپنے اخبار کی ۱۷ جنوری کی اشاعت میں اُسے شائع کیا ہے۔ ذیل میں اس کی نقل درج ہے۔

"وادی کشمیر میں جانے کے لئے میرے لئے ٹرانسپورٹ کا انتظام نہیں کیا گیا اور نہ ہی سرینگر اور دہلی میں اپنے دوستوں کو

ٹیلیفون کرنیکی سہولتیں مہیا کی گئیں۔ میری رہائی کی داستان بھی عجیب ہے۔ بدھ کی شام کو انسپکٹر جنرل پولیس آئے اور کہا کہ آپ کو کدجیل سے سرینگر تبدیل کیا جارہا ہے جہاں کسی کوٹھی میں نظر بند رکھا جائیگا اسکے جواب میں میں نے کہا کہ ایک قیدی کی حیثیت سے وادی کشمیر میں جانے کو تیار نہیں اور اگر مجھے جبراً لے جایا گیا تو وہاں پہونچنے سے پہلے ہی میں اپنی جان دے دونگا پھر میری لاش آپ پنڈت نہرو کو بھیج دینا۔ اس پر مجھ سے یہ کہا گیا کہ مجھے صرف سرینگر تبدیل کرنا مقصود نہیں بلکہ اسکے پس پردہ رہا کرنا ہے۔ یہ سنکر میں نے کہا کہ اسوقت ساڑھے پانچ بجے ہیں اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اسوقت چلکر آدھی رات کو کشمیر میں داخل ہونے میں کیا بھید ہے۔ میرے ہمراہ سامان بھی ہے اور اس کیلئے ٹرانسپورٹ کا انتظام بھی ضروری ہے۔ آدھی رات کے وقت گھر پہونچوں اور لوگ مجھ سے ملنے کو آئیں۔ میں نے بنگلے اور کوٹھیاں نہیں بنوائیں ہو سکتا ہے کہ

عوام کے اژدہام سے وہ گھر جائیں یا سردی میں پڑوسی عورتیں آئیں تو اس غنڈہ گردی کے دور دورہ میں ان میں سے کسی کی بے عزتی ہوجائے۔ میرے نزدیک اسوقت کی روانگی اچھی نہیں اگر ٹرانسپورٹ مہیا کردیا جائے تو میں صبح سویرے روانہ ہوجاؤنگا۔ مگر بجائے اسکے مجھے تین سو روپیہ دیکر ڈاک بنگلہ میں چھوڑ دیا گیا۔ میں ٹرانسپورٹ کے انتظار میں ہوں جب اسکا کوئی انتظام ہوگا تو میں سرینگر روانہ ہوجاؤں گا۔ اگر حکومت نے مجھے ڈاک بنگلہ خالی کرنے کیلئے بھی کہا تو میرا کوئی دوست یہاں نہیں اور نہ ہی یہاں کوئی مسجد ہے اگر مندر میں جاؤں تو ممکن ہے چھوت چھات کے سبب مجھے وہاں بھی ٹھہرنے نہ دیا جائے مگر مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہاں ایک گوردوارہ ہے میں وہاں چلا جاؤں گا۔ مجھے یقین ہے کہ وہاں سے مجھے کوئی نہیں نکالے گا کیونکہ گوردوارہ میں جو بھی چلا جائے وہاں رہ سکتا ہے اور اُسے کھانے کو بھی مل جاتا ہے اور اگر پھر بھی انتظام نہ ہوا تو میرے

گرد کچھ رفیق اکار جمع ہیں ان کو ساتھ لے کر دنو بھاوے
کی طرح میں پیدل ہی چل پڑوں گا۔

ایک سوال کے جواب میں آپ نے کہا کہ "میں وہی
شیخ عبداللہ ہوں جو ۱۹۴۷ء میں تھا جبکہ دوسری جگہوں
پر لوگوں کو قتل کیا جارہا تھا تو میں نے گاندھی جی کے
آدرش کی پابندی کی اور اب بھی اس پر کاربند ہوں۔
مجھے ہندوستان میں گاندھی جی روشنی کی کرن دکھائی
دیتے تھے اور وہی ایک شخصیت تھی جو سچائی اور
اصولوں کیلئے زندہ رہی۔ ہندوستان ہی گاندھی
ایسی شخصیت وجود میں لاسکا جو مسلمانوں کی خاطر
جان قربان کرنے کیلئے ہر وقت تیار رہی۔ میں نے عوام
سے اکثر یہ کہا کہ وہاں آپ کو دھوکا نہیں ہو سکتا اور
ہندوستان اور پاکستان کا ہوا باہمی خوف اور ڈر پر
مبنی ہے ورنہ دونوں ۱۹۴۷ء میں ایک ہی تھے۔ مجھے
اس ڈر اور خوف کو دور کرنا تھا اس مقصد کے لئے
جو عمارت میں بنا رہا تھا کچھ لوگ اسکو مسمار کرنے کے

در پئے تھے۔ میں جبکہ ایک نظریاتی جنگ لڑ رہا تھا مگر اس کے مطابق مجھے صالحہ ہی مہیا نہ کیا گیا تو پھر میں اس مقصد میں کامیاب کیسے ہو سکتا تھا۔ میرے سامنے اب بھی وہی اصول ہیں اور میں ہندو، مسلم اور سکھ میں کوئی تمیز نہیں کر سکتا۔

"جہاں تک پنڈت نہرو کا تعلق ہے آج بھی میرے دل میں انکا گہرا احترام ہے آخر میں اس بات کو کیونکر بھول سکتا ہوں کہ انہوں نے مجھ سے ہمیشہ محبت اور شفقت کا سلوک کیا ہے جیسے کہ میں ان کے کنبے ہی کا فرد ہوں"۔

جب شیخ محمد عبداللہ سے دریافت کیا گیا کہ ان کی گرفتاری کی کیا وجہ تھی تو انہوں نے فرمایا "میری گرفتاری کا سوال پنڈت جی سے کرنا چاہئے تھا نہ کہ مجھ سے۔ مجھے یقین ہے کہ صدر ریاست یا بخشی غلام محمد مجھے گرفتار نہیں کر سکتے بلکہ کسی اور طاقت نے ایسا کرنے پر مجبور کیا تھا۔ میں خود نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ کچھ اخبارات نے

جو حقائق شائع کئے ہیں اُن کی بنا پر کہہ رہا ہوں کہ یہ منصوبہ مسٹر قدوائی، ڈاکٹر کاٹجو، پنڈت پریم ناتھ ڈوگرہ اور پنڈت جواہر لال جی نے بنایا تھا اخبارات میں یہ جو کچھ شائع ہوا اسکی کوئی تردید نہ کی گئی اور میں اس کا منتظر بھی رہا کہ شاید تردید کی جائے۔ جہاں تک پنڈت نہرو کا تعلق ہے میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ پنڈت جی کو مجبور کیا گیا ہو گا۔ آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے پنڈت جی کو جیل سے بھی تار دیا تھا اور ان سے دریافت کیا تھا کہ میری غلطیاں بتائیں۔ میں نے یہ بھی مطالبہ کیا تھا کہ بحیثیت دو وزیر اعظموں کے میری اور پنڈت نہرو کی باہمی خط و کتابت جو ۹ اگست ۵۳ء سے قبل ہوئی تھی اسے شائع کیا جائے اس سے میری پالیسی کا پتہ چل سکتا ہے"

رنبیر سنگھ پورہ والی تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے شیخ محمد عبداللہ نے فرمایا "میری رنبیر سنگھ پورہ والی تقریر سے پہلے ہی میرے خلاف سازشیں ہو رہی تھیں میں نے اپنے گھر میں کچھ ایسی باتیں کیں جنہیں ہندستان

کے کچھ لوگ نہیں چاہتے تھے۔ میں نے بلا معاوضہ زمینداری کا خاتمہ کیا۔ قرضہ، وراثتی حکومت اور رہن وغیرہ کے قوانین بنائے جس کی وجہ سے میرے خلاف سازشیں شروع ہو گئیں۔ میں عوام کو اچھا ایڈمنسٹریشن دینا چاہتا تھا جس کے لئے میں کسی چپڑاسی یا کلرک کے خلاف کاروائی نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ یہ برائی تو اوپر سے شروع ہوئی ہے۔ میرے ایسے بھی ساتھی ہیں جنہوں نے لاکھوں روپے بنائے ہیں۔ میں نے مطالبہ کیا کہ ان کی تحقیقات کی جائے۔ مگر یہاں تو مرکزی سی آئی ڈی اور میرے افسروں کو بھی گمراہ کر دیا گیا۔ بخشی کروڑوں روپیہ ہندوستان سے لایا تھا ہندوستان کے معدودے چند اخباروں کو چھوڑ کر سارے پریس کو گمراہ کیا گیا۔ پریس سے مجھ پر یہ الزام لگوایا گیا کہ میں ہندوستان کے خلاف بیرونی ممالک سے سازش کر رہا ہوں اور کشمیر کو آزاد رکھنے کیلئے میں نے امریکہ سے ساز باز کی تھی یا امریکی ڈیموکریٹک پارٹی کے لیڈر

ایڈلائی سٹیونسن سے اس وقت کچھ بات چیت کی تھی جب وہ کشمیر آئے تھے مگر واضح رہے کہ ایڈلائی سٹیونسن سے میں اکیلا نہیں ملا تھا بلکہ میرے ساتھ میرے تین چار افسر بھی تھے اور پھر ملاقات بھی پنڈت جی کی ہدایت کے مطابق تھا۔ ایڈلائی سٹیونسن ابھی زندہ ہیں ان سے بھی حقیقت حال معلوم کی جا سکتی ہے اسی بنا پر میں یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ اس الزام کی تحقیقات کرائی جائے اور اگر میں قصوروار نکلوں تو مجھے قرار واقعی سزا دی جائے ورنہ میرے ساتھ انصاف کیا جائے۔

"مسئلہ کشمیر کا اصل حل ریاست کے عوام کے ہاتھوں میں ہے اور اس بارے میں لوگوں کی رائے ہی آخری چیز ہے اور ہر معاملہ میں عوام کی رائے ہی کو معیاری بات مانا جاتا ہے۔ چنانچہ جب رائے عامہ خلاف ہو تو حکومتیں بدل جاتی ہیں اگر فوج کی طاقت سے برطانوی سامراج کو ہندوستان سے نکالنا چاہئے تو ہم شاید ابھی تک اس میں کامیاب نہ ہوتے۔ یہ رائے عامہ ہی

تھی کہ وہ ہندوستان چھوڑنے پر مجبور ہوئے تھے"۔ ہند کے ساتھ کشمیر کے الحاق کے متعلق شیخ محمد عبداللہ نے بتایا "جب ۴۷ء میں میں نے ہندوستان سے الحاق کیا تھا تو وہ گاندھی جی کی تعلیمات اور ان کے پروگرام کے زیر اثر تھا اور مجھے یقین تھا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ منصفانہ اور فیاضانہ سلوک روا رکھا جائے گا مگر بدقسمتی سے میں انہیں وہ حق نہ دلوا سکا۔ ہماری تحریک کی بنیاد ۳۱ء میں ملازمتوں میں فرقہ وارانہ تناسب کی بنیاد پر رکھی گئی تھی۔ مہاراجہ کے دوران حکومت میں ہمارا یہ مطالبہ تھا کہ فوج کی بھرتی میں مارشل اور نان مارشل کے سوال کو نظر انداز کر کے مسلمانوں کو بھی فوج میں بھرتی ہونے کا موقعہ دیا جائے مگر حصول آزادی کے بعد جب ریاستی فوج پر بھی ہندوستان کا کنٹرول ہو گیا تو ریاست میں فوج کی بھرتی کیلئے ایک خفیہ سرکلر جاری کیا گیا جس میں لکھا تھا کہ مسلمانوں کو بھرتی نہ کیا جائے۔ یہ چیز جموں کے مقام پر اس وقت کے وزیر دفاع

مسٹر گوپال سوامی آئینگر کی توجہ میں لائی گئی مگر انہوں نے اس سرکلر کے اجراء سے انکار کر دیا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ اس قسم کا سرکلر آئین ہند کی روح اور اس کے منافی کے خلاف ہے بخشی غلام محمد اور مولانا محمد سعید نے اسکی تصدیق کی۔ جب میں نے یہ پوچھا کہ ریاستی فوج پر کنٹرول کے بعد بھرتی کے دوران مختلف فرقوں کا کیا تناسب رہا تو اس کا کوئی جواب مسٹر آئینگر نے نہ دیا۔ اسی طرح جو محکمے بھی ہندوستان نے اپنے ہاتھ میں لئے ان سب میں مسلمانوں کے حقوق کو نظر انداز کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ کشمیر کے غیر مسلموں کو ہندوستان میں بھی بڑے بڑے عہدوں پر مامور کیا گیا۔ یہ باتیں میں نے حکومت ہند اور پنڈت نہرو کے سامنے رکھیں میں نہیں چاہتا تھا کہ ان کو عوام کے سامنے لاؤں مگر میری ان شکایات پر کوئی توجہ نہ دی گئی اس لئے کہ پنڈت جی بھی میرے طریق کار سے متفق نہ تھے یہی وجہ تھی کہ اپنے طریق کار پر چلانے کیلئے انہوں نے بخشی غلام محمد کو موزوں

سمجھا اور مجھے اس پر قربان کر دیا۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ان ساڑھے چار سال میں ہند سے کشمیر کا رشتہ مضبوط ہوا ہے۔ اگر ہندوستان کو پانچ فیصد بھی اعتماد بڑھانے میں فائدہ ہوا ہے یا شری نہرو کے دیش (کشمیر) کے چالیس لاکھ لوگوں کا بھلا ہوا ہے تو مجھے بلا شک جیل میں ڈال دیا جائے مجھے اس کا قطعاً گلہ نہیں اس لئے کہ میں نے اپنے دوستوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپنا نہیں سیکھا ہے اور نہ ہی دوستوں کے خلاف سازش اور غداری کی ہے۔

"۱۹۳۱ء میں ہم نے آزادی کی جدوجہد شروع کی تو لوگوں نے مجھے کٹر فرقہ پرست کہا لیکن ۱۹۴۷ء میں میں نے ثابت کر دیا کہ حقیقت اس کے برعکس ہے میں نے اپنے عمل سے اس پر مہر تصدیق بھی لگا دی میرے لئے یہ بہت بڑا امتحان تھا اور میں اس میں کامیاب رہا اور اب بھی وقت آئے گا جب دوبارہ میں اس امتحان میں کامیاب نکلوں گا شیخ عبداللہ اپنے ضمیر کا سودا عہدوں اور روپیہ سے نہیں کر سکتا اور نہ ہی

وہ فوجوں سے ڈرتا ہے ۔ وہ صرف ایک خدا کے آگے جھک سکتا ہے۔ میرے لئے وزارتِ عظمیٰ ایک ذریعہ مقصد ہے نہ کہ بجائے خود ایک منزل۔ میں اپنے ملک میں ۱۹۴۷ء کو پھر دُہرانے نہیں دوں گا۔"

اخباری نمائندوں کو مخاطب کر کے شیخ محمد عبداللہ نے مزید کہا "آپ مجھے ہندوستان کا دشمن نہ سمجھیں اور ہندوستان اور پاکستان کے بننے میں میرا کوئی ہاتھ نہیں مگر یہ حقیقت ہے کہ ریاست کا آخری حل عوام کی رائے ہی سے ہوگا اور میں اس موجودہ حکومت کو قانونی اور آئینی تسلیم نہیں کرتا۔

"ہندوستان اور پاکستان کے درمیان باہمی رواداری کی ضرورت ہے تاکہ دونوں ملکوں کے لوگ دنیا کی ترقی یافتہ اقوام کا رتبہ پا سکیں اگر ہم جنگ کو خارج از امکان کر دیں اور کوئی وجہ نہیں کہ ایسا نہ کریں اس کے لئے ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے کہ ہم پُرامن حل کو حقیقت بنا ڈالیں۔

"ہندوستان، پاکستان یا جموں وکشمیر کے اندر جو لوگ کھینچا تانی اور کشیدگی کو بڑھا رہے ہیں وہ اپنے اپنے عوام کے دشمن ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ کس طرح غیر آئینی اور غیر قانونی طور پر مجھے وزارتِ عظمیٰ سے الگ کیا گیا اور چند بیرونی طاقتوں سے سازباز کرنے کا گھناؤنا الزام اکثر ہندوستانیوں کی طرف سے لگایا گیا۔ اگر آج بھی میں اس الزام میں قصوروار ثابت ہوں تو ہندستان کے ایک ایک شہری سے معافی مانگنے کو تیار ہوں ورنہ برسرِ اقتدار لوگوں پر لازم آتا ہے کہ وہ اسکی تلافی کریں۔

"میں اس دوران میں لوگوں کی نبض شناسی کی کوشش کرونگا۔" میں ایک طویل مدت کے بعد ان سے مِل رہا ہوں۔ جہانتک ریاست کے نئے آئین کا تعلق ہے اسے تسلیم کرنے سے مجھے معذور رکھا جائے اس لئے کہ یہ آئین عوام پر ایک ایسی اسمبلی نے ٹھونسا ہے جس کے ممبروں کی اکثریت ۹ اگست ۵۳ء کی سازش کے بعد عوام کا اعتماد کھو بیٹھی تھی۔

"میں چاہتا ہوں کہ ڈاکٹر شیاما پرشاد مکرجی کی اچانک موت کی تحقیقات کرائی جائے تاکہ اصل مجرم لوگوں کے سامنے آجائیں۔ تعجب کی بات ہے کہ جن سنگھ اور پرجا پریشد والوں نے کیوں اپنے اس مطالبہ کو چھوڑ دیا ہے اور انھوں نے میری رہائی کی مخالفت کیوں شروع کر دی ہے۔ میری یہ انتہائی خواہش تھی کہ ڈاکٹر مکرجی کو دہلی بھیج دیا جائے مگر لا اینڈ آرڈر کی ذمہ داری میرے کندھوں پر نہ تھی اور جو لوگ اس کے ذمہ دار تھے وہ کسی سازش میں مصروف تھے اور ڈاکٹر صاحب کی موت سے قبل میری خواہش کے باوجود مجھے ان کی موت کے متعلق باخبر نہ رکھا گیا۔ صبح ۱۰ بجے دن کو یہ خبر مجھے دی گئی کہ وہ چل بسے ہیں۔"

۱۱ جنوری کو جب شیخ صاحب کُد کی برف پوش چوٹیوں سے روانہ ہوئے تو ان کی آمد آمد کی خبر وادی کشمیر کے طول و عرض میں پھیل گئی تھی اور کشمیریوں کے دلوں میں ایک نئی زندگی، ایک نیا ولولہ اور ایک نیا جوش و خروش اُبھر آیا تھا۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ کسی باغ

میں خزاں اور سرما کی پائمالی کے بعد بہار آگئی ہے اور اس نے اس میں ایک تازہ روح پھونک دی ہے لوگ بے تابی کے ساتھ کسی کا انتظار کر رہے تھے اور اس کے خیر مقدم کی تیاریوں میں ہمہ تن مصروف تھے۔ کیا مرد، کیا عورتیں، کیا بچے سبھی کے دل میں ایک لگن تھی اور وہ اس میں مگن تھے۔

اپر منڈا میں آمد۔

سرینگر اور اننت ناگ کے علاقہ کے سربرآوردہ اصحاب اور ہزاروں کی تعداد میں مرد اور عورتیں وادی کشمیر کی کڑکڑاتی سردی میں اپر منڈا پہونچ گئے بانہال پار کر کے جب وادی کشمیر میں داخل ہوتے ہیں تو یہ مقام پہاڑ کی اترائی کے نصف راستہ ہی میں آتا ہے اس شدت کی سردی میں لوگوں کے دل جوشِ عقیدت سے گرم تھے اور انکے چہرے اندرونی مسرت سے تابناک۔ شیخ عبداللہ اپنے محبوب رہنما کو دیکھتے ہی ان کے منہ سے بے اختیار "شیر کشمیر" زندہ باد، ہندو مسلم سکھ اتحاد زندہ باد، کے نعرے نکل گئے اور عورتیں گیت گانے لگیں۔ اپر منڈا سے شیخ عبداللہ ویری ناگ پہونچے یہ گاؤں بانہال پہاڑ کے دامن میں واقع ہے اور وادی کشمیر کا پہلا گاؤں ہے

جو راستہ میں آتا ہے۔ شیخ صاحب نے اس مقام پر رات گزاری۔ دوسرے دن جب یہاں سے روانہ ہوئے تو ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے اور یہ جلوس شاہ آباد پہونچا۔ یہاں سے شیخ صاحب کو پیدل چلنا پڑا اس لئے کہ مشتاقانِ دیدار کا بے پناہ ہجوم سڑک کے دو رویہ کھڑا تھا، بچے خوشی سے ناچتے تھے اور مرد "زندہ باد" کے نعروں سے اپنے خلوص و محبت کا اظہار کرتے تھے اور شیخ صاحب کو ان کی تسلی اور دلدہی منظور تھی یہاں تک کہ شاہ آباد پہونچے اور پھر لارک پورہ جہاں مشتاقانِ دید کی ایک بڑی تعداد پہلے ہی موجود تھی شیخ صاحب کو دیکھتے ہی پوری فضا نعروں سے گونج اٹھی۔

اس والہانہ اور پرخلوص عقیدت کے نظارے سے کون تھا جس کا دل بھر نہ آتا شیخ صاحب کا دل بھی فرطِ جذبات سے امڈ آیا اور حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے انھوں نے فرمایا۔

لارک پورہ میں تقریر

"بہت عرصہ تک مجھے آپ سے زبردستی دور رکھا گیا اور یہ سرکاری آدمی کہتے تھے کہ لوگ مجھے بھول گئے ہیں مگر میرا دل نہیں مانتا تھا وہ کہتے تھے کہ انھوں نے آپ کو بہت چاول دیئے ہیں۔

میں کہتا تھا کہ ان کے چاول آپ کے دل و دماغ کو بدل نہیں سکتے۔ آج جو کچھ میں اپنی ان آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں اس کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ ان کی بات جھوٹی تھی اور میری سچّی۔ خدا نے آج ہم سب کو پھر آپس میں ملا لیا ہے بھلا دلوں کے رشتۂ اتحاد و محبت کو بھی کوئی توڑ سکتا ہے بلاشبہ اس رشتہ کو توڑنے کی انتہائی کوششیں کی گئیں۔ ڈر اور خوف سے، فوج اور بندوق کے بل پر مگر بے سود۔ جو لوگ سچّے اور نیک ہوتے ہیں وہ ماسوا اللہ سے نہیں ڈرتے تو پھر توپ و تفنگ کی حقیقت ان کی نگاہ میں کیا ہو سکتی ہے۔ اور جو لوگ جھوٹے اور بد ہوتے ہیں وہ ہر چیز سے ڈرتے ہیں۔ آپ کو ڈرانے اور دھمکانے والے آخری گروہ سے تعلق رکھتے ہیں یہ ڈرپوک اور بزدل ہیں اور جھوٹ انکی گھٹی میں پڑا ہے اس لئے ان کی پروا نہ کیجئے متقی اور پرہیزگار بنئے اور سچائی اور نیکی کی خو پیدا کیجئے تو آپ بھی ماسوا اللہ سے نہیں ڈریں گے اور محبت انسانی کا سمندر آپ کے سینوں میں موجیں مارتا دکھائی دے گا"۔

اس کے بعد شیخ صاحب نے بلند کردار بننے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

"جس بلند کرداری کا نمونہ آپ نے پیش کیا ہے وہ کشمیر کی تاریخ

میں سنہری حروف میں لکھا جائیگا۔ آئندہ کا مورخ جب اس زمانہ کی تاریخ لکھے گا تو وہ یہ لکھنے پر مجبور ہوگا کہ کشمیریوں نے سونے چاندی کے بہتے ہوئے دریا کے کنارے ظلم و جبر کے پتھر اور جور و ستم کی لاٹھیاں کھائیں مگر دریا میں غوطہ لگا کر اپنے دین و ایمان کی روشنی کو بجھا دینے سے انکار کر دیا۔"

اب ہجوم کی تعداد پہلے سے دگنی ہو گئی تھی یہاں تک کہ ڈرائیور کیلئے شیخ صاحب کی جیپ کو چلانا دشوار ہو گیا۔ چنانچہ لوگوں نے جیپ کو اپنے ہاتھوں سے چلایا اور ڈرائیور نے انجن بند کر دیا۔ تمام راستہ ڈیوڑھیوں اور رنگین کپڑوں سے آراستہ پیراستہ تھا اور چاروں طرف گیت ہی گیت گائے جا رہے تھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ وادی تو ایک مجسم گیت بن گئی ہے۔ شیخ صاحب سب کو سلام کرتے ہوئے تیزی کے ساتھ آگے قدم بڑھاتے گئے۔ پانچ چھ میل تک لوگ ان کے ساتھ چلتے رہے آخر بڑی مشکل سے لوگوں نے ان کو رخصت کیا۔ یہاں سے آدھ گھنٹہ کے بعد شیخ صاحب دیالگام پہنچے وہاں بھی لوگ ہزاروں کی تعداد میں جمع تھے اور دور دراز مقامات سے آئے تھے۔ ان کے جوش و خروش

کا یہ حال تھا کہ ہر ایک شیخ صاحب کے دیدار سے فیضیاب ہونے میں دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتا تھا۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک تھکا دینے والی نیند سے چونک کر اٹھ بیٹھا ہے اور اپنا گوہرِ مقصد پا کر زبانِ حال سے یہ کہہ رہا ہے ؎

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار

لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

ان کے جذبۂ شوق و اضطراب کو تسکین دینے کیلئے شیخ صاحب نے فرمایا۔

دیالگام میں تقریر۔

"صدیوں سے کشمیر کی روح انسان کے دستِ ظلم سے گریاں اور نالہ کناں رہی ہے انسان نے ہر بار یہ کوشش کی کہ اس کا گلہ گھونٹ دے مگر وہ زندہ و پائندہ رہی اور ظالم انسان کو اپنے آغوشِ محبت میں لینے کے لئے بار بار لوٹ کر آتی رہی۔

پونے پانچ سال کے بعد:۔ "آج پونے پانچ سال کے بعد مجھے آپ سے ملنے کا موقعہ دیا گیا ہے۔ میرے جسم کو آپ سے جبراً الگ کر دیا گیا تھا اور اسے دور ایک مقام پر محبوس کر دیا گیا تھا مگر میری روح کو وہ آپ سے الگ کر سکے اور نہ اسے کہیں محبوس

رکھ سکے۔ یہی وجہ ہے کہ میرے دماغ اور میری نگاہ کے سامنے ہمیشہ وادیٔ کشمیر کا تصور رہا۔ اس عرصہ میں روح آزادی کو کچلنے کے لئے جو حربے اختیار کئے گئے آپ نے ان سب کو برداشت کیا اور محبت کی اس تڑپ اور رشتے کو آپ نے برقرار رکھا جسے قید و بند نہیں توڑ سکتے۔ مجھے تو ایک چھوٹی سی جیل میں ڈال دیا گیا مگر آپ ایک ایسی بڑی جیل میں اپنے ایام بسر کرتے رہے جہاں کی حالت کا نقشہ علامہ اقبالؒ نے اپنے اس شعر میں کھینچا ہے ؎

یہ دستورِ زباں بندی ہے کیسا تیری محفل میں
یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری

"اب میں بھی آپ کے ساتھ اس بڑی جیل میں آیا ہوں۔

"سرکاری لوگوں نے آپ کے بارے میں میرے دل میں بڑی غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کی جس طرح آپ کے دل میں میری طرف سے غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ مجھ سے کہا گیا کہ لوگوں نے آپ کو فراموش کر دیا ہے اور اب انہیں چار وقت کھانا ملتا ہے اور وہ اس میں مگن ہیں میں نے یہ جواب دیا کہ محبت اور عقیدت چاولوں سے بھلائی نہیں

جا سکتی اور نہ ہی توپ و تفنگ اسے نیست و نابود کر سکتے ہیں۔
آزادی انسان کا فطری حق ہے دوسرے عناصر کی طرح یہ بھی آزاد
ہے۔ سورج کی شعاعوں، پانی کی موجوں اور ہوا کی لہروں کو
دیکھئے کیسے آزادی کے ساتھ دنیا میں ہر طرف رواں دواں ہیں
تو کیا پھر یہ غیر فطری بات نہیں کہ ایک انسان دوسرے انسان
کو آزادی سے محروم کرے اور اس کے درپئے آزار ہو سے

قیامت ہے کہ انسان نوعِ انساں کا شکاری ہے

مگر آج وہ اور ہیں ـــــ ہم دونوں یہ دیکھ رہے ہیں کہ
چاول ان کی مرضی کے مطابق اثر پیدا نہ کر سکے اور عوام کے
جذبہ کو کچلنے میں حکومت کو کامیابی نہ ہوئی میرا دل یہ منظر دیکھ
کر خوشی سے بلیوں اُچھل رہا ہے مگر ان کا سر ندامت کے بوجھ
سے جھکا ہوا ہے۔ پونے پانچ سال تک جو جبر و تشدد کیا گیا اور
طاقت کی جس طرح نمائش کی گئی اسبابِ اقتدار کا اس سے
یہ مقصد تھا کہ کشمیری خائف اور مرعوب ہو جائیں گے اور
ان کے ہر حکم کو بلا چون و چرا مانیں گے مگر یہ ان کی بھول تھی حقیقی
طاقت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے اور خدا اپنے بندوں کو جو

طاقت دیتا ہے وہ عارضی ہوتی ہے اور اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کی آزمائش کرے کہ اس طاقت کو عوام کے سود و بہبود میں صرف کیا جاتا ہے یا اپنی نفس پرستی میں۔ یہ مال و دولت اور یہ اقتدار تو محض امانت ہیں اس لئے نہ ان پر کسی کو گھمنڈ کرنا چاہیے اور نہ یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ ان کے بل بوتے پر لوگوں کو مرعوب اور مغلوب کرے گا۔ یہ خدا کے خلاف علانیہ بغاوت ہے انسان کو صرف اللہ کی طاقت پر بھروسہ کرنا چاہئے خواہ اس میں کتنی ہی زحمت کیوں نہ اٹھانی پڑے اور ظلم و ستم سہنے پڑیں ؎

اس زیاں خانہ میں تیرا امتحاں ہے زندگی

اور اس حقیقت کو بھی کبھی نہ بھولئے کہ ؎

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے

حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آذری "

بشارت کس کے لئے ہے :۔ شیخ صاحب نے قرآن مجید کی ان آیات کی تلاوت کی اور ان کی تفسیر بھی بیان کی۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط

بَلْ اَحْیَاۤءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ
الْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ط
وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا
اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ۝

ترجمہ :- اے مسلمانو مدد لو صبر اور نماز سے بے شک اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے اور نہ کہو ان لوگوں کو جو مارے گئے خدا کی راہ میں کہ مردے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں اور البتہ ہم آزمائیں گے تم کو تھوڑے سے ڈر سے اور بھوک سے اور نقصان سے مالوں کے اور جانوں کے اور میووں کے اور خوشخبری سنا دے ان صبر کرنے والوں کو کہ جب پہونچے ان کو کچھ مصیبت تو کہیں کہ ہم تو اللہ ہی کا مال ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں"۔

حکمراں گروہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شیخ صاحب نے فرمایا۔

حیرت کی بات ہے کہ یہ لوگ ترقی کسے کہتے ہیں ترقی کا صحیح مقصد تو یہ ہے کہ انسان کی صلاحیتیں اجاگر ہوں اور اللہ تعالیٰ نے جو طاقتیں ودیعت کی ہیں وہ ان کا جائز استعمال کرے اس میں اتحاد نفس پیدا ہو اور وہ غفلت اور جہالت کی

تاریکی سے باہر نکلے علاوہ ازیں اپنی بقاء کے لئے جسمانی ضروریات بھی اسے میسر ہوں لیکن گذشتہ پانچ سال میں آپ نے اندازہ لگا لیا ہو گا کہ جو اقدام بھی کئے گئے ان کا نتیجہ کیا نکلا نہ آپ کی کوئی ذہنی اور دماغی ترقی ہوئی ہے اور نہ آپ جسمانی ضروریات پورا کرنے کے قابل ہوئے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ ہر قسم کی ترقی کے لئے خواہ وہ ذہنی ہو یا جسمانی امن اور آزادی ضروری ہے اور امن اور آزادی کی مثال ایسے ہے جیسے سورج کی گرمی۔ سورج کی گرمی سے ہی چمن میں پھول کھلتے ہیں اور خشک جھاڑیاں سر سبز ہو جاتی ہیں۔ بد امنی اور غلامی گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے جس میں جنتا بھی ہاتھ پیر مارئیے کچھ سجھائی نہیں دیتا۔

"انسان کے دل میں ایمان کی حرارت ہونی چاہئے اور یہی وہ حرارت ہے جو ہر قسم کی ناجائز اور ناپاک خواہشات کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی ہے۔ اس ایمان کا دارومدار مال و دولت پر نہیں ہے حکومت پر نہیں ہے اللہ تعالیٰ پر ہے اور اسی پر بھروسہ رکھنے سے انسان دنیا میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ اپنے نفس پر قابو پا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ انسان

آزاد رہے وہ صرف اس ہستی مطلق کو مالک سمجھے اسی صورت سے انسانوں کے اندر مساوات اور محبت کا جذبہ پیدا ہوگا اور انکی آزادی اور امن کی دولت میسر آئے گی۔

قانونِ الٰہی اٹل ہے:۔ "کوئی شخص لاکھ کوشش کرے اور کوئی حکومت اپنی پوری طاقت اور اپنے جملہ جائز و ناجائز وسائل کام میں لائے اس قانونِ الٰہی کو جھٹلا نہیں سکتا یاد رکھئے کہ عوام کو یہ حق دیا گیا ہے کہ اگر ان کا کوئی لیڈر یا رہبر غلطی کرے تو وہ اسے ٹوک دیں اس لئے کہ کسی ایک انسان کی رائے عقلِ کل نہیں ہو سکتی اس لئے اگر میں سیدھی راہ سے بھٹک جاؤں تو میرے معاملہ میں بھی آپ اپنے حق کو استعمال میں لا سکتے ہیں یعنی مجھے سیدھی راہ دکھا سکتے ہیں۔ اگر کسی امر میں ایسا اختلاف ہو جائے کہ آپس میں طے پانے کی کوئی صورت نظر نہ آئے تو پھر معلوم ہے مسلمانوں کے لئے کیا حکم ہے؟ یہ حکم ہے کہ فیصلہ کے لئے کوئی معیار قائم کیجئے چنانچہ مسلمانوں کے لئے قرآن مجید ہی معیار فرقان ہے یعنی حق و باطل میں تمیز کرنے کی واحد کسوٹی ہے اگر ہم قرآن مجید کا مطالعہ اس کے مطلب اور مفہوم کو سمجھ کر کریں

تو حق و باطل میں فیصلہ کرنے کی تمیز ہمارے اندر بھی پیدا ہو جائے گی۔ کسی غیر اللہ طاقت سے مرعوب ہو کر حق و باطل میں تمیز نہیں کی جا سکتی اس لئے کسی کا رعب اور ڈر اپنے اوپر مسلط نہ کرو تا کہ آزادی سے حق و باطل میں تمیز کر سکو۔ اس طرح ہندوؤں کے لئے بھی نڈر اور بے خوف رہنے کا معیار ہے اور ان کی مذہبی کتابوں نے اس کی تلقین کی ہے اگر وہ بھی اپنی مذہبی کتابوں کو سوچ سمجھ کر پڑھیں تو اس مقصد کو حاصل کر سکتے ہیں اور یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ اس طرح ہم سب کی پریشانیاں دور ہو جائیں گی اور ہم نہ امن و آزادی سے محروم رہیں گے اور نہ فوج اور پولیس ہمیں ڈرا دھمکا سکے گی۔

سب سے بڑی پریشانی:- اس وقت ہماری سب سے بڑی پریشانی یہ ہے کہ اس ملک کے مستقبل کا ابھی تک فیصلہ نہیں ہو سکا۔ کچھ لوگ محض طاقت کے بل پر اپنی مرضی ہم پر ٹھونسنا چاہتے ہیں اس سے پہلے بھی قبائلی حملہ کے وقت ہم پر ایک فیصلہ ٹھونسنے کی کوشش کی گئی تھی اور آج بھی طاقت کے علاوہ مال و دولت کے زور سے بھی چند لوگ اپنا فیصلہ ٹھونس

رہے ہیں۔ ان کی یہ حرکت نہ صرف عظمتِ انسانی کی توہین ہے بلکہ امن و آزادی کے پیدائشی حق سے بھی عوام کو محروم کرنا ہے اس لئے ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ یہاں کے مستقبل کے فیصلہ کرنے کا حق صرف یہاں کے عوام کو ہے اور ان پر کوئی فیصلہ طاقت سے ٹھونسا نہیں جاسکتا ہم کشمیر کے لئے ایک مقام حاصل کرنا چاہتے ہیں اس لئے ان غیر یقینی حالات کو ختم کرنے کیلئے ہر قسم کی قربانی کرنا ہوگی اور تخریبی طاقتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہوگا۔"

کیا کرنا چاہئے :۔ "ہمیں ریاست جموں و کشمیر کے لوگوں کے لئے حق خود ارادیت حاصل کرنا ہے اور اس مقصد کے لئے یہ ضروری ہے کہ آپ بلند کردار اور استقامت پسند رہیں۔ جو لوگ اپنی زندگی کا مقصد صرف یہ سمجھتے ہیں کہ ناچ نغمہ شراب و کباب میں دن گزاریں وہ ایسا مقام حاصل نہیں کر سکتے وہ تو فوج اور پولیس کے ذریعہ اپنا اقتدار قائم رکھ کر نفسیاتی خواہشات پورا کرنا چاہتے ہیں۔ جسم جب عیش و عشرت میں پڑ جاتا ہے تو روح ختم ہو جاتی ہے آج کشمیر کی روح زخمی ہے اس لئے کہ اس کے حکمران جسمانی عیش و عشرت ہی کو اپنی زندگی کا منتہا سمجھ بیٹھے ہیں۔ آیئے

اس روح کو زندہ کریں اس ملک کے فیصلہ کا آپ کو حق ہے اور آپ ہی اس کا فیصلہ کریں گے اور کسی کو اس کا حق نہیں۔ دنیا میں اس وقت جمہوریت کا دور دورہ ہے اور افراد کو یہ حق ملا ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق، اپنی متفقہ رائے سے اپنے ملک کی قسمت کو جمہوری سانچہ میں ڈھالیں ایسے جمہوری سانچہ میں جو قوم کی ترقی اور خوشحالی کا ضامن اور اس کے حال اور مستقبل کو خوش آئندہ بنانے کا باعث ہو۔ کشمیر کے چالیس لاکھ باشندوں کو اس حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کے دل میں بھی جمہوری تقاضوں کی ویسی ہی تڑپ ہے جیسی کہ دُنیا کی دوسری قوموں کے اندر ہے اور اگر وہ آزادی کی فضا میں دم لے سکتی ہیں تو آپ کیوں نہیں لے سکتے اور آپ کو اس سے محروم کرنے والا کون ہے۔ آپ کو صبر و تحمل سے کام لینا ہوگا جس کا ثبوت آپ دُنیا کے سامنے پیش کر چکے ہیں مگر ابھی منزل دُور ہے راستہ میں کئی مرحلے اور دشواریاں ہیں آپ کو ان سے بھی پامردی اور ہمت سے گذرنا ہوگا۔ خدا آپ کی مدد کرے گا۔

"ہمّتِ مرداں مددِ خدا"

شیر باغ (اننت ناگ) میں تقریر۔

دیالگام سے لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر شیخ صاحب کے ہمراہ چل پڑا اور ان کی جیپ وہ اپنے ہاتھوں سے چلاتے رہے یہاں تک کہ اسلام آباد (اننت ناگ) کے مشہور شیر باغ میں (یہ باغ شیخ صاحب کے شیر کشمیر لقب کی مناسبت سے شیر باغ کہلاتا ہے) لاکھوں انسانوں نے فلک شگاف نعروں سے اپنے محبوب لیڈر کا خیر مقدم کیا۔ شیخ صاحب نے تلاوت قرآن مجید کے بعد فرمایا۔

عزت نفس کا مفہوم:۔ گذشتہ پانچ سال کے دوران کروڑوں روپیہ خرچ کرنے کے بعد خیال کیا گیا تھا کہ عوام جس مقصد کے لئے گذشتہ ۲۲ سال سے ہمارے ساتھ مصروف جدوجہد رہے ہیں اسے چھوڑ کر مجھے اور میرے ساتھیوں کی عقیدت کو بھی بھول جائیں گے ہمیں بھی جیل میں بند کر کے یہی کہا گیا تھا مگر ہم نے تو ان کو یہ جواب دیا تھا کہ عوام کے ساتھ ہمارا رشتہ خالص محبت کا ہے اسے نہ تو روپیوں سے توڑا جا سکتا ہے اور نہ فوج اور پولیس کی طاقت سے۔ عوام کی رہنمائی کرنے والوں کا بھروسہ اللہ پر ہوتا ہے وہی عزت دینے

والا ہے اور سچی عزت وہ ہے جس کا مظاہرہ اپنے بھائی محبت اور عقیدت سے کریں اور روپیہ پیسہ اور مال و دولت سے نہیں، عزت کی ابتدا خود انسان کے اپنے دل سے ہوتی ہے اور اسے عزت نفس کہتے ہیں جو شخص اپنے اندر انسانیت کو بیدار کرتا ہے اور اسکی عزت کرتا ہے وہی دوسروں کی عزت کر سکتا ہے اور وہی دوسروں کی نظروں میں معزز بھی ہوتا ہے بس پرہیزگاری اور تقویٰ اختیار کیجئے اس لئے کہ اسی سے انسانیت کی اعلیٰ منزلیں طے ہوتی ہیں۔ ایسی عزت کی کیا حقیقت جس کی نمائش اخباروں میں اپنے فوٹو چھپوا کر کی جائے یا اپنی تعریف و توصیف میں پروپگنڈا کرایا جائے۔ پولیس اور غنڈوں کے سہارے قائم رہنے میں کونسی عزت ہے"۔

۵۲ء کے سانحہ کا ذکر:۔ ۵۲ء کے سانحہ کا ذکر کرتے ہوئے شیخ صاحب نے فرمایا۔

"وہ سانحہ ایک سیلاب تھا جس سے یہاں کے اخلاق کے بگاڑ، تشدد، جھوٹ اور نفرت کا آغاز ہوا تھا اور آجتک یہ کوششیں جاری ہیں کہ عوام کے اخلاق کو کس طرح بگاڑا جائے اور ان کے اندر جھوٹ اور نفرت کیونکر پیدا کی جائے اس مقصد کیلئے رات دن تشدد بھی

کیا جاتا ہے اور مکر و فریب کے جال بچھائے جاتے ہیں یاد رکھئے جب گمراہی اور ضلالت عام ہو جاتی ہے تو خدا کی غیرت جوش میں آجاتی ہے اور کوئی ایسا طوفان برپا ہو جاتا ہے جس سے گندگی اور نجاست خس و خاشاک کی طرح بہہ جاتے ہیں۔ جن لوگوں کو اس کا شکوہ ہے کہ چند انسانوں نے ہمارے اخلاق اور زندگی کی قدروں کو بگاڑ دیا ہے ان کو میرا یہ مشورہ ہے کہ وہ اللہ پر بھروسہ رکھیں اور ظاہر کی آنکھ کی بجائے دل کی آنکھ سے دیکھیں تو ان پر حقیقت واضح ہو جائے گی اور وہ حقیقت کیا ہے؟ یہ ہے کہ اس دنیا و مافیہا کا مالک اور ہمارا بادشاہ صرف ایک ہے اور وہ خدا ہے اسی کی بندگی اور عبادت سب پر فرض ہے اسی کی محبت ہمارے دلوں میں جاگزیں ہے اور غیر اللہ کے ساتھ محبت کرنا اپنے دل میں دوسرے خداؤں کو بسانا ہے اور وہ دوسرے خدا کون ہیں؟ نفس کا خدا، حرص و طمع کا خدا، مال و دولت کا خدا۔ جو شخص اپنے دل میں صرف اللہ کی محبت رکھتا ہے وہ اسکی مخلوق یعنی بنی نوع انسان کے ساتھ محبت کرتا ہے، ان کے دکھ درد میں شریک ہوتا ہے۔

نظر بندی اک رحمت:۔ "میری نظر بندی میرے لئے رحمت

ثابت ہوئی اس لئے کہ قید و بند کی حالت میں میں نے اپنے نفس کا جائزہ لیا اور اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں پر گہری نظر ڈالی اور اللہ تعالیٰ سے عفو و درگزر کی التجا کی جسے امید ہے کہ وہ قبول فرمائے گا صداقت خدا کی صفات میں سے ہے اس لئے جو صداقت پرست ہے وہی خدا پرست ہے مگر ان باتوں پر یقین کامل ہی ضروری نہیں بلکہ عمل بھی ضروری ہے۔ خدا پرستی کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ ہم اپنی عملی زندگی کو اس یقین کامل کے مطابق بنائیں عمل کا درجہ بہت بڑا ہے اسی سے زندگی جنت بھی بنتی ہے اور جہنم بھی۔ چنانچہ اقبالؒ نے کہا ہے ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

"عمل کی روشنی ہی میں انسان منزلِ مقصود کو پاتا ہے۔ جب خدا ایک ہے صداقت بھی ایک ہی ہے تو پھر اس کی مخلوق انسان کی نظر میں ایک ہی ہونی چاہئے اور اس کا دل بھی ایک ہونا چاہئے سچ اور جھوٹ کی آمیزش سے دوئی پیدا ہوتی ہے اور جب کسی شخص کے گفتار اور کردار میں فرق اور تضاد پایا جائے تو یہی دوئی کا ثبوت

ہے اس لئے اگر آپ حق و صداقت پر یقین رکھتے ہیں کہ وہ ایک ہے تو
دوئی کی عادت ترک کیجئے اور میری بات کو حق کی کسوٹی پر پرکھئے میں
نے کبھی آپ سے کسی چیز کا طمع و لالچ نہیں کیا۔ مجھے اگر کسی بات کی
آپ سے خواہش ہے تو وہ یہ کہ میں جو کچھ بھی کہتا ہوں اُسے حق کی
کسوٹی پر پرکھئے۔ میرے دل میں کسی کے لئے بھی نفرت اور دشمنی
نہیں۔ میں اپنی خدمات کا صلہ نہیں چاہتا بس آپ بھی اپنے دل
میں کسی سے نفرت و کدورت نہ رکھیں اور ہر ایک کی اصلاح کی
کوشش کریں۔"

ہندوؤں اور سکھوں سے خطاب:۔ جلسہ میں جو ہزاروں
ہندو اور سکھ موجود تھے ان کو مخاطب کر کے شیخ صاحب نے کہا۔

"میرے ہندو اور سکھ بھائیوں کے دلوں میں بہت سی غلط
فہمیاں پیدا کی گئی ہیں۔ ان سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ شیخ عبداللہ اور
اس کی جماعت اس راہ راست سے منحرف ہو گئی ہے جس پر چلکر
انہوں نے یہاں انسانی برادری کے محل کی تعمیر کا بیڑا اٹھایا تھا۔
میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ میں اسی راستہ پر چل رہا ہوں۔ انسانوں
کی برادری کو کسی مصنوعی تقسیم سے الگ الگ نہیں کیا جا سکتا مگر

مسائل راہِ فرار اختیار کرنے سے کبھی طے نہیں ہوا کرتے ۴۷ء کے
خطرناک طوفان میں ہم سب جس جذبہ کے تحت کود پڑے تھے وہ انسانی
برادری کا ہی جذبہ تھا اور اس کا مقصد سوائے اس کے اور نہیں تھا
کہ ہمارے ہندو اور سکھ بھائیوں کی عزت و آبرو اور ان کا جان
مال محفوظ رہے۔ یہ ہمارا فرض تھا جسے ادا کیا گیا اور اب بھی ہمیں اس
فرض کا ویسا ہی احساس ہے۔ اس سے کسی کی رضا جوئی یا خوشنودی
مقصود نہیں تھی اور نہ کسی کو زیرِ احسان کرنا ہے۔ ہم نے خدا کے
حکم کی تعمیل کی۔ اب بھی آپ کا اور ہمارا خدا وہی ہے جو ۴۷ء میں
تھا اس لئے اس بدگمانی کو اپنے دلوں سے نکال دیجئے کہ ہم اپنے مسلک
پر قائم نہیں رہے آپ کی مجبوریوں کا ہمیں بخوبی احساس ہے مگر
میں آپ سے مؤدبانہ عرض کرتا ہوں کہ ظلم و ستم کا اثر پورے ملک پر
ہوتا ہے کوئی اس کی زد سے بچ نہیں سکتا خواہ ہندو ہو یا سکھ یا
مسلمان یا کوئی اور۔ نہ آپ اس سے بچ سکتے ہیں اور نہ ہم۔ اگر آج
ایک جماعت کو تختۂ مشقِ ستم بنایا جا رہا ہے تو کل دوسری جماعت کی
باری لازمی ہے۔ ہماری زندگی کی ناؤ تو ایک ہی رُخ کو بہہ رہی ہے
اس لئے یہ ناممکن ہے کہ ظلم و تشدد کے سیلاب میں ایک ڈوبے اور

دوسرا بچ جائے اس لئے میرے خیال میں دوسروں پر ظلم و ستم ہوتے دیکھ کر کسی کو بھی خاموش نہیں رہنا چاہئے بلکہ سب کو مل کر احتجاج کرنا چاہئے اور حق و انصاف کا مطالبہ کرنا چاہئے میں ہندو اور سکھ بھائیوں سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ ملک میں حق و مطالبہ میں ہمارا ساتھ دیں اور عظمتِ انسانی کو بحال کریں مجھے گلہ ہے کہ میرے ہندو اور سکھ بھائی اس میں شریک نہیں ہوتے مجھے اُن چند بھائیوں سے گلہ ہے جنہوں نے محض اقتدار اور مال و دولت کے حصول کی خاطر اس بھائی چارے کی عمارت کو پاش پاش کر دیا جو کشمیر کا طرہ امتیاز رہا وحشیوں کی طرح ظلم و ستم پر اتر آئے اور انسان کو انسان سے جدا کرنے پر تُل گئے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اُن کی مذمت کیجئے یا اُن سے انتقام لینے کا خیال اپنے دل میں رکھئے۔ ہمارے کرم اور ہمارے اعمال خود سزا و جزا کا موجب ہیں۔ جنہوں نے یہاں کے سینکڑوں مردوں اور عورتوں بچوں کو موت کے گھاٹ اتارا خدا انہیں اس کی سزا دیگا مگر ستم تو یہ ہے کہ ایسے لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم نے ریاست کے عوام کو ہندوستان کے عوام کا ایک حصہ بنایا ہے یہ خود ڈاکو، لٹیرے اور قاتل ہیں تو پھر عوام ان کے

پابند کیسے ہوں۔ کشمیریوں کی عزت و آبرو اور جان و مال کے محافظ ڈاکو نہیں ہو سکتے اور نہ ہی ایسی حکومت جو فوج، سی۔ آر۔ پی اور خفیہ پولیس کے سہارے قائم ہو۔ یاد رکھئے ظلم اور وحشی کے نزدیک ہندو، سکھ اور مسلمان میں کوئی فرق نہیں وہ سب کی آبرو ریزی کرے گا اور سب کو لوٹے کھسوٹے گا اگر یقین نہ آئے تو میں آپ کی توجہ جموں کی طرف مبذول کرتا ہوں جہاں ہندوؤں ہی کی غالب اکثریت ہے مگر ظلم و ستم، لاقانونی اور غنڈہ گردی کے ہاتھوں وہاں کے ہندو بھی پریشان ہیں۔ اور اس کے شاکی ہیں اگر میری بات کا یقین نہ آئے تو جموں میں جا کر مشاہدہ کیجئے اس لئے ہم سب کا متفقہ مطالبہ یہ ہونا چاہیئے کہ ملک میں انصاف کی حکمرانی ہو اور حق پرستی کا راج ہو۔

پنڈت نہرو کی دوستی:۔ "پنڈت جواہر لال نہرو کی دوستی پر مجھے فخر ہے وہ ایک بلند شخصیت کے مالک ہیں میرا ان کے ساتھ گہرا تعلق رہا ہے اور اب بھی میرے دل میں ان کی دوستی ہی عزت ہے۔ میں تو یہ سمجھتا رہا ہوں کہ وہ نہ صرف میرے بلکہ یہاں کے باشندوں کے دوست ہیں اس لئے مجھے انتہائی صدمہ ہوتا ہے

جب کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ہی تو تیر برسائے۔ مقابل میں اگر کوئی دشمن ہو تو اس کے تیروں اور پتھروں کی پرواہ نہیں ہوتی مگر دوست پھول بھی مارے تو انسان زخمی اور گھائل ہو جاتا ہے۔ میں نے ان سے بار بار کہا کہ آپ ہمارے متعلق بہتان تراشی پر کیوں خاموش ہیں۔ یہ عجیب انصاف ہے کہ ہمیں تو جیل خانوں میں بند کر دیا گیا اور ہمارے مخالفوں کو کھلی چھٹی دے دی کہ وہ ہمارے خلاف جس قدر بھی گند اچھال سکتے ہیں اچھالیں۔ منظم طور پر غلط پروپیگنڈا کریں اور سارے ہندوستان میں ہمارے خلاف نفرت و حقارت پھیلائیں مگر ہمارے لئے کوئی موقعہ نہ ہو کہ ہم اپنی طرف سے کوئی صفائی پیش کر سکیں۔ میں نے پنڈت جی سے درخواست کی کہ وہ خود جج بنیں اگر میرا قصور ثابت ہو تو میں بخوشی سزا بھگتنے کو تیار ہوں اور اگر کسی کی یکطرفہ رائے کی بنا پر ہمیں قصوروار ٹھہرایا ہی جائے تو یہاں کے عوام نے کون سا قصور کیا تھا کہ ان پر گولیاں برسائی گئیں اور ان کو تختۂ مشقِ ستم بنایا گیا۔ پنڈت جی کو ادھر ایک بار نہیں کئی بار متوجہ کیا گیا مگر بدقسمتی سے وہ چپ سادھے رہے۔ ان کی اس چپ کا کیا مطلب سمجھا جائے پنڈت

جی کی دیرینہ دوستی کا احترام کرتے ہوئے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ انسانیت کی اس پامالی میں کسی کو کیا فائدہ پہونچ سکتا ہے ہم ریاستی عوام کے حقوق کو قربان نہیں کر سکتے۔ ہم کسی شخص یا کسی جماعت کے وقتی مفاد اور مصلحت کی بنا پر ریاستی عوام کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم نہیں کر سکتے اور نہ اپنی آنکھوں سے یہ دیکھ سکتے ہیں۔

کشمیر کے باشندوں کا کیا قصور:۔ آخر اس ملک کے بدنصیب باشندوں کا کیا قصور ہے ہندوستان کی تقسیم کانگریس اور مسلم لیگ کے باہمی سمجھوتہ سے ہوئی تھی کشمیر کے باشندے اس لئے بے قرار تھے کہ انگریز کے چلے جانے کے بعد عنان حکومت ان کے ہاتھ آئے اور وہ اس ملک کے جانشین بنیں مگر ایسا نہ ہوا ہندوستان تقسیم ہوا مگر انگریز نے ہندوستان کے اندر ایک اور ہندوستان بھی بنا رکھا تھا اور وہ راجوں مہاراجوں اور نوابوں کی ریاستیں تھیں جو اس کے سامراج کا ستون تھیں اور انگریزی راج ہی کی سرپرستی میں قائم تھیں جب انگریز کا راج ختم ہوا تو ان

ریاستوں کے مستقبل کا سوال درپیش ہوا۔ وائسرائے نے ان والیانِ ریاست سے کہا کہ میری نئی حکومت اب ان کی سرپرستی کرنے سے قاصر ہے اس لئے ان کو چاہیئے کہ ہندوستان اور پاکستان میں کسی ایک مملکت کے ساتھ اپنی ریاست کا الحاق کرلیں مگر الحاق کی شرط یہ لگادی کہ ریاستی عوام کی خواہشات پر اس کا تمام تر انحصار ہوگا نیز ریاست کی جغرافیائی حیثیت اور باشندوں کے ثقافتی تعلقات کا بھی خیال رکھا جائے۔ ۳ جون ۱۹۴۷ء کو اس امر کا اعلان کیا گیا اور کانگریس اور مسلم لیگ دونوں نے الحاق کے سلسلہ میں ان امور کو تسلیم کرلیا۔ مہاراجہ ہری سنگھ تذبذب میں پڑ گئے اور کسی نتیجہ پر نہ پہونچ سکے آخر اس نے پاکستان کے ساتھ جوں کا توں معاہدہ (Stand still Agreement) کرلیا۔ حکومت پاکستان اور مہاراجہ کے درمیان ستمبر اور اکتوبر ۱۹۴۷ء کے دوران خط و کتابت کا ایک طویل سلسلہ جاری رہا میں اس کی تفصیلات میں اس وقت جانا نہیں چاہتا۔ آپ کو علم ہے کہ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں اندرونی انتشار کے ساتھ ہی قبائلی حملہ ہوا جس کا مقصد یہ تھا کہ طاقت کے زور

سے ریاست کا الحاق کر لیا جائے۔ مہاراجہ کشمیر نے حکومت ہند سے امداد طلب کی جو اُسے اس شرط پر دی گئی کہ خطرہ ٹل جانے کے بعد اسکی تصدیق ریاستی عوام سے کرائی جائے۔ پنڈت جی نے فوجی امداد کے کچھ دن بعد ہی اس امر کا اعلان کیا اور خود بھی کشمیر آ کر سرینگر کے لال چوک میں یہ کہا کہ وہ کشمیریوں کی مجبوری سے فایدہ نہیں اٹھائیں گے جونہی فوج کی ضرورت نہیں رہے گی اسے واپس ہندوستان بلا لیا جائے گا اور الحاق کا فیصلہ عوام ہی اپنی مرضی سے کریں گے۔ قبائلی حملہ کے ساتھ ہی حکومت ہند اور حکومت پاکستان کے مابین مذاکرات ہوئے تھے جن میں دونوں حکومتوں نے اس پر اتفاق کیا تھا کہ کشمیر کا قضیہ عوام کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے چنانچہ حکومت ہند نے اس کی ابتدا کی اور وہ اس قضیہ کو حفاظتی کونسل میں لے گئی وہاں پر بھی دونوں نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا کہ قضیہ کا منصفانہ حل یہی ہے کہ ریاستی عوام کو ان کا بنیادی حق خود ارادیت دیا جائے اور ان کی آزاد رائے سے الحاق کا فیصلہ ہو۔ قطع نظر اس کے پنڈت جواہر لال نہرو نے بار بار ریاستی عوام کو اس کا یقین دلایا۔ اور

ہمنٹ کے اندر اور باہر ہر جگہ اس نے یقین دہانی کو دہرایا اور کشمیریوں کی
وری سے فائدہ نہ اٹھانے کا وعدہ کیا۔ بڑے ادب کے ساتھ میں
ت نہرو سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ان کی یقین دہانیوں اور
دوں کا کیا ہوا۔ کیا کشمیریوں کی مجبوری سے فائدہ نہ اٹھایا گیا۔ ریاست
باشندوں کو غیر قدرتی طور پر دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے اس کے
ث وہ سخت پریشان اور غیر مطمئن ہیں ان کی اس مجبوری سے
ہ اٹھا کر ہر موقعہ پرست نے لوٹ کھسوٹ اور استحصال کر لیا۔
ستوں نے ہماری بے بسی سے فائدہ اٹھا کر ہمیں بنیادی حقوق سے
م کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ ہمیں ایک سرد جنگ میں مبتلا کر دیا
ہے۔ مذبذب اور غیر یقینی حالات ہمارے چاروں طرف پیدا کر دیئے
ہیں۔ اس کا دائرہ ہم تک ہی محدود نہیں بلکہ ہند و پاکستان کے
زوں انسان بھی اسی عذاب میں ہیں اس لئے ہم مطالبہ کرتے ہیں
س تباہ کن جھگڑے کا جلد سے جلد فیصلہ کیا جائے۔ یہ فیصلہ دہلی یا
میں نہیں ہو سکتا یہ فیصلہ کشمیر کے چالیس لاکھ باشندے کریں گے۔
ک کے ہندو مسلمان، سکھ سبھی اس فیصلہ میں برابر کے شریک
گے۔ یہاں کے باشندوں نے بھائی چارے کی شاندار روایتیں

قائم کی ہیں۔ اور یہ سب پُرامن حل کے متمنّی ہیں۔ چند خود غرض لو
نے ۵۳ء میں سازش کر کے حکومت کا تختہ اُلٹ دیا تھا۔ وادی کشمیر
ہزاروں باشندوں کو جیل میں بھیج دیا گیا اور سینکڑوں کو قتل کر کے یہ اعل
کر دیا کہ ریاست کا الحاق طے ہو گیا اس طرح انہوں نے تمام دنیا ک
رائے کو چیلنج کیا۔ ساڑھے چار سال سے وہی مار دھاڑ اور پکڑ دھکڑ جا
ہے اور ریاست کا کوئی باشندہ اپنے کو محفوظ نہیں سمجھتا۔ مجھے ا
کا صدمہ ہے کہ خوف اور بددلی عوام کے دل و دماغ پر مسلط کر دی
جس کے نتیجہ میں انہیں حکومت ہند پر بھی اعتماد نہیں رہا۔ اب
ہی دیکھئے کہ جب بے اعتمادی کی یہ حالت ہو کہ وہ چاروں طرف
محیط ہو تو یہ الحاق کا جھگڑا ایسی فضا میں کیسے اطمینان سے
پا سکتا ہے جھگڑا تو سب کے باہمی اعتماد و رضامندی سے طے
گویا باہمی رضامندی کیلئے باہمی اعتماد ضروری ہے اور باہمی
کے لئے دشمنوں کا خوف و ہراس سے خالی ہونا ضروری ہے!
اس کی ضرورت تھی کہ ہندو بھائی مسلمانوں کی خفتی اپر
کا احساس کرتے اور مسلمان ہندوؤں اور سکھوں کی مشکلا
اندازہ کرتے تو ایک دوسرے کو سمجھنے ہی سے دوستی کی بنیاد استو

ہی لئے ہم نے اس کی کوشش کی تھی کہ یہاں کی سیاست میں مذہبی عقائد کے اختلاف کو دخل نہ ہو مگر ہماری کوشش کو بار آور نہ ہونے دیا گیا اور ستم بالائے ستم تو یہ ہے کہ یہاں کی سیکولر خصوصیت ہی ان ہوں نے ختم کر دی جو حکومت ہند کے قریبی دائرہ سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کا یہ دعوٰی ہے کہ وہ ہندوستان میں سیکولر اسٹیٹ قائم کر رہے ہیں ان لوگوں نے مذہبی جنون کے آگے ہتھیار ڈال دئے اور غرض پرست عناصر کی خوشنودی کے لئے کشمیر کی روح کو کچل ڈالا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ہند پارلیمنٹ میں شری اشوک مہتہ نے کہا تھا۔ کشمیر کی روح کا گھونٹا جارہا ہے" اس پر ایک ایسی ٹولی کو مسلط کر دیا گیا ہے جو لوٹ کھسوٹ کی اوٹ لگا کر اپنے زمانِ عیش و عشرت کو لمبا کر رہی ہے ۱۹۴۷ء کا خون خرابہ:۔ ۱۹۴۷ء میں جو خون خرابہ ہوا تھا لوگ بھول جانا چاہتے ہیں مگر کشمیر کے جھگڑے کی آڑ میں جو نفرت و عداوت کی آگ بھڑکائی جارہی ہے اور جذبات کو جس طرح برانگیختہ کیا جارہا ہے وہ اس کی یاد تازہ کرتا رہتا ہے ہمارے اس چھوٹے سے ملک کے اندر حد بندی لائن قائم کر کے اس کے دونوں طرف لاتعداد مسلح فوجیں ایکدوسرے کے بالمقابل کھڑی ہیں اور

اس وقت جبکہ دنیا کی طاقتوں کے درمیان تناؤ اور کبھی کبھی تناؤ بڑھتا
رہا ہے کشمیر میں ایسی حالت کا برقرار رہنا کتنی خطرناک بات ہے اگر
تناؤ دور کھچاؤ کسی وقت سرد جنگ سے گرم جنگ کی صورت اختیار
لیتا ہے تو اس کے ردِ عمل سے ہندوستان اور پاکستان بھی نہیں
سکتے اور جبکہ مسلح فوجیں آمنے سامنے کھڑی ہوں تو پھر بھُس میں
ایک چنگاری ہی کافی ہوتی ہے۔ دوسرے ان فوجوں کی وجہ
ہمارے کمزور اور امن پسند ملک کے باشندے دو حصوں
بٹ گئے ہیں اور اللہ کو یہ بات بھی پسند نہیں چنانچہ قرآن
میں ارشاد ہوتا ہے کہ انسانوں کو بانٹ لینا اور ان کے ملک
ٹکڑے ٹکڑے کر دینا اللہ کو ناپسند ہے جب انسانی ہوس
کرتی ہے تو خونریزی ہی اس حماقت کا خاتمہ کرتی ہے اللہ
پر ظلم نہیں کرتا مگر انسان خود ہوا و حرص کے ذریعہ اپنے اوپر
ہے۔ میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ ان حماقتوں سے باز رکھنے
کیا کوئی جنگِ عظیم ہی ناگزیر ہے جب ایک انسان دوسرے
کاٹنے پر مجبور ہو۔

سب سے بڑا گناہ:۔ یہ سب سے بڑا گناہ ہے کہ نوعِ انسانی

ٹکڑے ٹکڑے کر دئیے جائیں۔ محض اپنی ہوسناکیوں کو پورا کرنے کے لئے انسانوں کے دلوں میں خوف و ہراس پیدا کیا جائے اور ان کے اندر نفرت و حقارت کے جذبات بھڑکائے جائیں مگر یاد رکھئیے کہ یہ طریق کار جنگ کا پیش خیمہ ہوتا ہے اور جنگ کا نتیجہ ہمہ گیر تباہی اور بربادی! اس تباہ کن انجام سے اپنے آپ کو بچانے کیلئے یہ ضروری ہے کہ ہم قبل از وقت ہی سوچیں سمجھیں۔ حکمران ٹولی نے اس کا آغاز کیا تھا اور ملک کے ہندوؤں، مسلمانوں اور سکھوں کے لئے ایک ناقابلِ برداشت صورت حال پیدا کر دی ہے ہم سب کو اکٹھے ہو کر اس کی روکتھام کا انتظام کرنا ہے ورنہ ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

"آئیے ہم ایک دوسرے کے دُکھ درد کو سمجھیں۔ اس گھناؤنے ماحول کو بدلیں اس کی جگہ پُر امن فضا پیدا کریں ایسی فضا جو دوستی اور محبّت کی ہو تا کہ ہمارے تمام مسائل اس میں حل ہو سکیں اور ہماری تمام مشکلات اس سے دور ہوں اللہ ہم سب کو نیکی اور محبّت کی راہ پر قائم رکھئے ؎

آ غیریت کے پردے اک بار پھر اٹھا دیں

بچھڑوں کو پھر ملا دیں نقشِ دوئی مٹا دیں

"ساڑھے چار سال کی طویل جدائی کے بعد جس تپاک سے آپ نے مجھے اپنے آغوشِ عقیدت و محبت میں لیا ہے میں اس کے لئے آپ کا تہِ دل سے شکر گزار ہوں۔ اللہ مجھے ہمت و توفیق دے کہ میں آپ کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکوں۔ اور میری بھی یہ دِلی تمنا ہے کہ میری بقیہ زندگی اسی میں صرف ہو اور جب آپ اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے ملک و قوم کی خدمت ہی میرا محبوب مشغلہ رہا ہے اور اس میں میں نے کبھی کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ آپ نے مجھے ہر مرحلہ اور ہر قدم پر میرا ساتھ دیا اور نہ صرف اپنی عقیدتمندی اور اپنے تعاون سے میری حوصلہ افزائی کی بلکہ جانی اور مالی قربانیاں دے کر ملک کو آزادی کی منزل کے زیادہ قریب پہونچایا۔ آج ہم جس مقام پر کھڑے ہیں اس کی حیثیت فیصلہ کُن ہے اور خدا کے فضل و کرم سے ہم اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ کرا کے رہیں گے۔ ایسا فیصلہ جو کشمیر کے چالیس لاکھ باشندوں کے لئے قابلِ قبول ہو۔

سرینگر میں آمد۔

۱۲ جنوری ۱۹۵۸ء کی شام کے ۵½ بجے شیخ محمد عبداللہ سرینگر پہونچے تو شہر کی آرائش و زیبائش قابل دید تھی۔ قدم قدم پر محرابیں اور شاندار دروازے بنائے گئے تھے اور دکانوں اور مکانوں کو آراستہ و پیراستہ کیا گیا تھا۔ شیخ صاحب کھلی جیپ میں سوار تھے اور ان کے پیچھے پیچھے ڈھائی درجن جیپیں اور ویگنیں تھیں۔ ۴½ سال کی طویل مدت کے بعد عوام اپنے محبوب لیڈر کو دیکھ کر فرط مسرت سے اچھل رہے تھے اور ان کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو رواں تھے۔ ہر طرف "شیر کشمیر زندہ باد" "ہندو مسلم اتحاد زندہ باد" کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ سرینگر شہر کے تمام باشندے اپنے گھروں سے باہر نکل آئے ہیں۔ ہزاروں روپیہ کی آتشبازی اور گولے چھوڑے گئے یہ جلوس آہستہ آہستہ بازاروں میں سے گزرتا ہوا خانقاہ معلیٰ پہونچا جہاں شیخ محمد عبداللہ نے لاکھوں ساتھیوں کے ساتھ نماز ادا کی۔

آثار شریف حضرت بل میں پہلی تقریر۔

۱۳ جنوری ۱۹۵۸ء کو تقریباً ایک لاکھ کے مجمع کے سامنے شیخ محمد عبداللہ نے [illegible] کے بعد پہلی مرتبہ [illegible] میں تقریر کی اور کہا کہ

تین بجے تقریر کے لئے کھڑے ہوئے اور نعرہ ہائے تکبیر بلند ہوئے۔ حاضرین کے چہروں پر خوشی کی چمک اور آنکھوں میں تاثر کے آنسو تھے۔ نعت شریف اور درود خوانی کے بعد انہوں نے ذیل کے اشعار پڑھے ؂

حرم کی راہ نہ لے کر نہیں ترے سر میں　جنونِ بادیہ پیمائی و جفا طلبی
کسی کے آگے نہ خم ہو سکی مری گردن　کسی جگہ مری آواز آج تک نہ دبی
یہ فیض سب ہے اسی ذات کا کہ جو تھا　یتیم، عالی نسب، مدنی، ہاشمی و مطلبی

اسی کے فیض سے ذرے بھی برق پارے ہیں
اسی کے نور سے سورج چاند تارے ہیں

اسلاف کی تقلید :۔ آج خلیفۂ اول حضرت صدیق اکبرؓ کا یوم ولادت ہے۔ ہمیں لازم ہے کہ انکی تقلید کریں اور اپنے اندر وہی اوصاف و کردار پیدا کریں۔ مسلمانوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے اسلاف عظام کے نقشِ قدم پر چلیں۔ خاص کر حضرت محمد صلعم اور صحابۂ کبارؓ کی پاک زندگیوں کو اپنے سامنے رکھیں اور اس سے سبق حاصل کریں۔ جو قوم اپنے بزرگوں کے حالات سے بے خبر ہے وہ ترقی نہیں کر سکتی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ولادت کی تقریب پر آج ہم یہاں جمع ہوئے ہیں۔ وہ پہلے شخص تھے جو رسول اللہ صلعم کی

رسالت پر ایمان لائے تھے جب دشمنوں کے غلبہ کی وجہ سے خداوند تعالےٰ نے حضرت محمدؐ کو مکہ چھوڑ دینے کی ہدایت کی تو یہ صدیق اکبرؓ ہی تھے جنہوں نے حقِ رفاقت ادا کیا۔ غارِ ثور کی پناہ کے دوران جب دشمنوں کا وہاں سے گزر ہوا تو خلیفۂ اول صدیق اکبرؓ کے دل میں خوف پیدا ہوا اور کہا کہ دشمن آگیا ہے اور ہم صرف دو تن ہیں جس کے جواب میں حضرت محمدؐ نے فرمایا۔ "ڈرنے کی بات نہیں ہم اکیلے نہیں ہیں خدا ہمارے ساتھ ہے" حضور صلعم کی رحلت کے بعد تمام مسلمانوں نے آپ کو خلیفۂ اول چُنا۔ جب آپ منصب خلافت پر فائز ہوئے تو ملک کے اندر پریشانی اور انتشار کے آثار موجود تھے آنحضرت صلعم کی زندگی ہی میں مسیلمہ کذّاب اور بعض دوسرے لوگوں نے نبوت کا دعوےٰ کیا تھا چنانچہ مسیلمہ کذّاب نے حضور صلعم کو اس مضمون کا ایک خط بھی لکھا تھا کہ عرب کا نصف حصّہ آپ سنبھالیں اور نصف میرا سمجھیں۔ رسول اللہ صلعم کی آواز حق و صداقت کی تھی اور ہوسِ ملک گیری ان کے دل میں نہیں تھی ان کا پیغام بنی نوع انسان کے لئے تھا وہ انسانوں کے دلوں کو ملانے آئے تھے نہ کہ ملک کو بانٹنے کے لئے

اس لئے ان کاذبوں کے وعدے اور شعبدہ بازوں کے تمام کھیل بے کار گئے"۔

حال کے واقعات:۔ حال کے واقعات پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ صاحب نے فرمایا۔ "اس صدی میں جبکہ دنیا نے کافی ترقی کرلی ہے آج کے مسیلمہ کذاب نصف حصّہ پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ یہ سارے کا سارا کھانا چاہتے ہیں۔ آنحضرت صلعم کی رحلت کے وقت عرب میں جن قبائل نے ابھی اسلام کی حقیقت کو نہیں سمجھا تھا وہ مرتد ہوگئے تھے، کچھ لوگوں نے شرعی احکام سے انکار کیا اور زکوٰۃ دینا نہ چاہا جو لوگ جھوٹے وعدے کرتے تھے انہوں نے بھی شعبدہ بازیوں سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچنا شروع کیا اور اپنے پروگرام بنانے کے لئے جماعتیں منظم کیں۔ انسان فطرتاً کمزور واقع ہوا ہے چنانچہ اس وقت بھی اسی فطری کمزوری سے فائدہ اٹھایا گیا اور آج بھی اٹھایا جارہا ہے اگر ہم قرآن شریف کا مطالعہ کرتے رہیں تو کبھی گمراہ نہیں ہوں گے۔ افسوس اگر ہم نے اس صدی کے سابقہ قانون کو بالائے طاق رکھ دیا ہے اور نہ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے کہ قرآن شریف کیا ہے اور حضرت محمد صلعم کی تعلیم کیا ہے

یاد رکھئے قرآن کریم مکمل ضابطہ حیات ہے اور اگر اس کے مطابق عمل کیا جائے تو ہمیں پھر پریشانی اور تکلیف کا سامنا نہیں ہوگا اور نہ ہم گمراہ ہوں گے۔

اپنوں کے تیر:- "اگر کسی دشمن کے ہاتھوں یہ تکلیف مجھے پہونچی تو رنج نہ ہوتا مگر یہ تیر تو اپنوں ہی نے چلائے تھے اس لئے رنج پہونچا۔ مجھے ان لوگوں نے جیل بھجوایا جن کو میں نے پالا تھا۔ اور جن کا یہ دعویٰ تھا کہ اگرچہ باقی مسلمانوں کیلئے بنائے اسلام صرف پانچ ارکان ہیں مگر ان کے لئے چھ ارکان ہیں اور یہ چھٹا رکن "شیخ محمد عبداللہ کی قیادت پر غیر متزلزل عقیدت ہے"۔ میں خدا کو حاضر وناظر جان کر کہتا ہوں کہ میرے دل میں ان کے متعلق یہ تمنا تھی کہ وہ ترقی کریں۔ افسوس اس کا بھی ہے کہ اس کام میں صرف یہی دوست شامل نہ تھے بلکہ دنیا کا یہ خیال بھی ہے کہ میرے محترم دوست پنڈت نہرو کو بھی انہوں نے اپنا معاون بنالیا حالانکہ ہم دونوں نے انگریز کے زمانہ میں مشترکہ طور پر آزادی حاصل کرنیکی جدوجہد کی تھی۔ میرے ان کے تعلقات ایک کنبہ کے افراد کے سے تھے۔ انہوں نے تحریک کے دوران ہماری مدد کی اور ہمارے

لئے تکالیف بھی اٹھائیں اس لئے میرے دل میں پنڈت جی کا بیحد احترام ہے اور ان کے لئے میں ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار ہوں مگر افسوس اس بات کا ہے کہ آج پنڈت جی کے نام سے اور ان کے عہدِ حکومت ہی میں ہندوستانی فوج سی۔ آر۔ پی، ملیشیا اور ریلے بہار روپیہ اور اخبارات کشمیر کے مسلمانوں کی مخالفت میں استعمال کئے جا رہے ہیں اور ان لوگوں کو تباہ و برباد کیا جا رہا ہے جو ان کیلئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار رہتے تھے جیل خانے میں مجھے بھی واقعات اذیت دیتے رہے مگر قرآن مجید میرے پاس تھا میں جب اس کی تلاوت کرتا اور ساتھ ہی تفسیر بھی دیکھتا تو تمام رنج وغم اور مایوسیاں دور ہو جاتیں۔ اگر آپ بھی قرآن مجید کو اپنے سامنے رکھیں تو تمام رنج وغم اور خوف و ہراس دور ہو جائے گا۔

"جب کبھی میں اس پر غور کرتا ہوں کہ یہ تکلیف کیوں مجھے ایسے دوستوں کے ہاتھوں ہوئی ہے خاص طور پر ان کے ہاتھوں جنہیں میں نے پالا پوسا تو مجھے محسوس ہوا کہ شاید مجھ ہی میں کچھ خامیاں ہوں اور باری تعالیٰ کا مجھ پر احسان ہے کہ اس نے مجھے اپنی خامیوں اور کوتاہیوں کے جائزہ لینے کا موقع بہم پہنچایا اور مجھے

مغفرت طلب کرنے کی مہلت دی۔ ایک شمع کی روشنی جتنی زیادہ تیز ہوتی ہے اتنا ہی وہ اندھیرا دور کرتی ہے بشرطیکہ شمع خود جلے اور اس کی روشنی زیادہ سے زیادہ تیز ہو۔ ایک سچے مسلمان کے دل میں ہر وقت خدا کا خوف رہنا چاہئے اور نماز کا پابند رہ کر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۙ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ؕ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ؕ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۙ۬ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ ۠

ترجمہ:۔ [سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو پالنے والا سارے جہاں کا۔ بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا مالک روزِ جزا کا تیری ہی ہم بندگی کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ بتلا ہم کو راہ سیدھی ان لوگوں کی جن پر تو نے فضل فرمایا جن پر نہ تیرا غصہ ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے۔]

پڑھے اور سبحان ربی الاعلیٰ پکارے۔ جب ہم میں یہ اوصاف نہیں اور ہم شمع کی طرح جلنے کو تیار نہیں اور زیادہ سے زیادہ تیز روشنی سے ہم اپنے گرد و پیش کے اندھیرے کو دور نہیں کر سکتے۔ تو ہم مصائب و آلام پر قابو پانا کیسے ممکن ہے۔ جیل جا کر مجھے اس کا احساس ہوا کہ مجھ میں کیا کیا خامیاں اور کوتاہیاں ہیں؟

عملی زندگی پر زور دیتے ہوئے فرمایا۔

جناب پیر دستگیرؒ کے حضور میں:۔ جناب پیر دستگیرؒ کے حضور میں ایک عورت آئی اور عرض کیا کہ یہ بچہ کھانڈ کھاتا ہے اسے منع فرمایئے آپ نے اس سے فرمایا کہ کل اسے پھر لاؤ۔ وہ عورت دوسرے دن پھر اس بچے کو لے کر حاضر ہوئی تو حضور نے بچے کو نصیحت کی کہ بچّے کھانڈ مت کھاؤ۔ عورت نے عرض کیا کہ حضور یہ بات تو آپ کل بھی فرما سکتے تھے جس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ کل میں نے خود کھانڈ کھائی تھی اس لئے بچّے کو کیسے منع کرتا اور میری نصیحت کا اس پر کیا اثر ہوتا۔ چار سال جیل خانے میں رہ کر میں نے اپنے نفس کا جائزہ لیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ اگر مجھ میں کوتاہیاں نہ ہوتیں تو شاید ان دوستوں کے دلوں میں بھی غلط خیالات پیدا نہ ہوتے اور ۷ اگست ۵۳ء کو جو کچھ ہوا اس کے نتیجہ میں شاید میری ہی خامیوں کے باعث قوم کو طرح طرح کی تکلیفیں اٹھانا پڑیں اس لئے میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور اپنی فروگزاشتوں کی مغفرت چاہی اس سلسلہ میں قرآن مجید نے میری راہنمائی کی اگر آپ بھی اسکی ہدایت پر عمل کریں تو کبھی پریشانی لاحق نہ ہوگی۔"

ظالموں کو معاف کرنے کے متعلق شیخ صاحب نے فرمایا

ظالموں کو معافی :۔ "صدیق اکبرؓ نے بیس سال رسول اللہ صلعم کی صحبت میں گزارے اس عرصہ میں وہ حضور صلعم کی تعلیم کا ایک نمونہ بن گئے جب رسول اللہ صلعم کو دشمنوں نے تکلیفیں پہونچائیں اور ان پر سنگ باری کی تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم ان دشمنوں کے حق میں دعائے بد کیجئے حضور صلعم نے اس کے جواب میں فرمایا اے خدا ان کو ہدایت دے اس لئے کہ وہ نہیں جانتے کہ کیا کر رہے ہیں۔ آؤ ہم بھی آج ظالموں کو معاف کر دیں اور ان کے حق میں ہدایت کی دعا کریں یہی رسول اللہ صلعم کی سچی تعلیم ہے اور یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلعم کے زمانے میں اور خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہدِ خلافت میں جھوٹے مدعیوں کی ایک بھی نہ چلی۔"

قوم پر آزمائشوں کی تشریح کرتے ہوئے شیخ صاحب نے فرمایا

قوم پر آزمائشیں :۔ "حضرت محمد صلعم نے جب پرچم توحید بلند کیا تو ہر قسم کی تکلیفات اور موانعات کے مقابلہ میں ان کا قدم آگے ہی کو بڑھتا۔ اس زمانہ میں آپ کو اُن تکلیفوں کا اندازہ نہیں آنحضرت صلعم نے بڑا کہہ دیا تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو میں صداقت کے

مقام سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا اس کے برعکس شعبدہ باز تھے کہ اسی طرح اپنی چالیں چلتے رہے جس طرح کہ آجکل چلی جارہی ہیں اور اپنے شیشے میں اتارنے کیلئے نئے نئے کھیل کھیلے جارہے ہیں۔ ایکٹرسوں کو لاکر نچوایا جاتا ہے۔ پہلوانوں کے دنگل ہوتے ہیں اور جشن کشمیر کے نام سے تجّہ کا انتظام کیا جاتا ہے غرض خلاف شرع محمدی و احکام خدا باتوں پر لاکھوں روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے اور اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کس طرح کشمیری عوام کی توجہ اصل مقصد سے ہٹائی جائے۔

"علاوہ ازیں دیگر مشکلات و مصائب کی صورت میں خدا نے بھی آپ کو آزمائشوں میں ڈالا اور اس آیت قرآنی کے مطابق

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ

ترجمہ:۔ اور البتہ ہم آزمائیں گے تم کو تھوڑے سے ڈر سے اور بھوک سے اور نقصان سے جانوں کے اور مالوں کے اور میوؤں کے۔

غرض خوف، ڈر، پھلوں کے نقصان اور جانی و مالی زیان سے آپ کا امتحان لیا یہ کوئی نئی بات نہیں ہر زمانے میں اللہ کے نیک

بندوں پر ایسا وقت آیا ہے مگر وہ صبر و استقلال کے ساتھ رہے اور ایسی آزمائشوں میں پورے اترے آپ کو بھی لازم ہے کہ سچا مسلمان ہونے کا ثبوت دیں اگر آپ صدق دل سے کلمہ شریف پڑھتے ہیں اور اس پر یقین کامل رکھتے ہیں تو باطل کی ان تمام طاقتوں کی پروا کئے بغیر آگے بڑھئے، خوف و ہراس دل میں نہ لائیے اور نقصان کی فکر نہ کیجئے۔

گذشتہ چار سال کے واقعات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا

گذشتہ چار سال کے واقعات :۔ "تم سے کہا گیا کہ "شیخ محمد عبداللہ تم سے آلو کھانے کو کہتا تھا اگر ہم تمہیں پیٹ بھر کر کھلائیں گے اور جتنا چاہو گے کھاؤ گے اور بچے پیدا کرو گے" مگر معلوم ہونا چاہئے کہ یہ کیوں کہا گیا یہ سب کچھ تمہاری عزت، آبرو اور آزادی کی سودا بازی کرتے ہوئے کہا گیا اور اس کے عوض تمہیں چند سیر چاول دئے گئے میں آج بھی یہی کہتا ہوں کہ اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرو۔ اگر تمہارے خون میں اگر کچھ بھی تڑپ باقی ہے تو اس پرندے کی طرح زندگی بسر کرو جو قفس کی اسیری پر آزادی کو ترجیح دیتا ہے حالانکہ قفس میں ہر قسم کی خوراک ملتی ہے مگر اس کے بجائے وہ آزادی کی

ریت ہی قبول کرتا ہے اگر تمہارے دل میں اس جذبہ کی ایک رمق بھی باقی ہے اور تمہارے خون میں حرارت اور تپش کا شائبہ بھی ہے تو آزادی کو کسی قیمت پر بھی فروخت نہ ہونے دو۔ موجودہ حکمران ٹولی نے ہندوستان جا کر کہا کہ کشمیریوں کو سیاست سے کیا سروکار وہ تو صرف پیٹ بھرنا جانتے ہیں اگر ان کے لئے چاول سپلائی کر دیا جائے تو جیسے چاہو وہ چلیں گے۔ جب مجھے ان باتوں کی اطلاع ملتی تھی تو ایسے لوگوں کی کوتاہ اندیشیوں پر مجھے ہنسی آتی اس لئے کہ میری نگاہ قرآن مجید اور اس کی تعلیمات پر تھی، جس کا ارشاد یہ ہے کہ جو لوگ دھوکا اور فریب دیکر دوسروں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں بالآخر خود ہی مبتلائے فریب ہو کر گمراہ ہو جاتے ہیں اور جو جال وہ دوسروں کیلئے بچھاتے ہیں اس میں خود ہی پھنس جاتے ہیں اللہ تعالیٰ السمیع و بصیر ہے وہ دونوں کا مالک ہے اور انسان کی پوشیدہ حرکات و سکنات کو دیکھتا ہے اس کے مطابق اسے سزا و جزا دیتا ہے۔ ایک عورت ایسی ہوتی ہے جو اپنی عزت و آبرو فروخت کر کے زندگی بسر کرتی ہے اور اس کے مقابل ایک دوسری عورت ہے جو اپنی عزت و آبرو کو برقرار رکھتے ہوئے محنت مزدوری کرتی ہے

اور اپنا پیٹ پالتی ہے یہی مثال ایسے لوگوں کی ہے جو دنیاوی آرام و آسائش کی خاطر اپنی عزت و آبرو بیچ دیتے ہیں ہو سکتا ہے کہ کچھ عرصہ کے لئے ان کو دنیاوی آسائشیں حاصل ہو جائیں مگر اسکا انجام یہ ہوتا ہے کہ ان کی عزت و آبرو اور آزادی باقی نہیں رہتی۔

عوام کے سینوں میں گولیاں:۔ ۹ر اگست ۵۳ء کے واقعہ میں کافی لوگ مارے گئے انہیں اس کا کیا علم تھا کہ وہ انہی لوگوں کے ہاتھوں مارے جائیں گے جنہیں وہ کبھی زندہ باد کہہ چکے ہیں۔ یاد رکھئے! یہی آزمائش اور انصاف کا وقت ہوتا ہے اور جب کبھی ایسا وقت آئے تو صبر و استقلال سے کام لیجئے خداوند تعالےٰ نے یہ بشارت دی ہے کہ جو بندے اس کی آزمائشوں میں مستقل مزاج رہتے ہیں ان کے لئے ابدی راحت ہے۔ ایماندار وہ ہیں جو خدا کے حکم کی تعمیل میں ہر بڑی سے بڑی مصیبت کو برداشت کرتے ہیں مگر سچائی کا دامن نہیں چھوڑتے اور تحریص و ترغیب سے گمراہ نہیں ہوتے یہی وہ مومن بندے ہیں جو خدا کی نظروں میں عزیز ہوتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کے دوران جب مرتدین کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا اور لوگوں نے شرعی احکام کی تعمیل اور زکوٰۃ

ادا کرنے سے انکار کر دیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے اُن کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ کیا اگر حضرت عمر رضؓ اور بعض دوسرے صحابہ کرام رضؓ نے اس سے اتفاق نہ کیا اس پر خلیفہ اوّل رضؓ نے کہا کہ اگر کوئی میرا ساتھ نہیں دیتا تو میں خدا کے لئے جنگ جاری رکھوں گا خواہ مجھے اکیلے لڑائی کرنا پڑے اس لئے کہ خدا میرے ساتھ ہے اور میں اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہوں گا۔ اگر آپ لوگوں میں بھی خلیفہ اوّل رضؓ جیسا پختہ عقیدہ ہے تو خوف و ہراس آپ کے قریب بھی نہیں بھٹک سکتے ۵۳ء کا واقعہ ہمارے لئے باعثِ رحمت تھا اس لئے کہ ہمیں اپنی خامیوں اور کوتاہیوں کے جائزہ لینے کا موقعہ میسر آیا اللہ تعالیٰ نیکی کی جزا نیکی دیتا ہے اور بدی کی سزا بدی مگر اس میں وقت لگتا ہے قوم اعلیٰ کردار کی مالک ہونی چاہیئے اگر عوام بلند کردار ہوں تو کسی تحریک کی ناکامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کے برعکس ہر تحریک کو کامیابی کے ساتھ جاری رکھا جا سکتا ہے اور منزلِ مقصود تک پہونچنے میں کوئی چیز سدِ راہ نہیں ہوتی۔

سیاسی تحریک کا مقصد:۔ آج سے ستائیس سال پہلے ایک تحریک شروع کی گئی تھی جس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ اس ملک کی قسمت

کے فیصلہ کا حق یہاں کے عوام کو ہے نہ کہ ایک واحد شخص کو جو اس ملک کا مہاراجہ تھا۔ ۱۹۴۶ء میں "کشمیر چھوڑ دو" کی تحریک کے وقت یہی نعرہ بلند کیا گیا تھا اور جو حق صدیوں سے چھین گیا تھا اُس کی بازیابی کے لئے نیشنل کانفرنس جد و جہد کرتی رہی یہانتک کہ ۱۹۴۷ء میں جب حکومتِ برطانیہ نے ہندستان کو دو مملکتوں۔ ہند و پاکستان کی صورت میں آزادی دی تو ریاستِ کشمیر کا یہ حق تسلیم کیا گیا کہ وہ ان دو مملکتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ الحاق کرلے یا آزاد رہے اور دونوں مملکتوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھے۔ ہندستان کی تمام ریاستوں کے لئے یہ اصول تسلیم کرلیا گیا کہ جہاں مسلمان حکمران ہو اور رعایا کی غالب اکثریت ہندو ہوں یا جہاں ہندو حکمران ہو اور رعایا کی غالب اکثریت مسلمان ہوں الحاق کا مسئلہ حکمرانوں کی مرضی سے طے نہیں کیا جائے گا، بلکہ اس ریاست کے عوام کی مرضی سے ہوگا۔ ہم لوگ ابھی یہ سوچ ہی رہے تھے کہ ۱۹۴۷ء میں قبائلیوں کا حملہ ہوا اور انہوں نے اندھا دھند لوٹ مار شروع کردی اس وقت ہم نے اپنا یہ فرض سمجھا کہ سب سے پہلے ملک کو بچائیں چنانچہ ہم نے ہندوستان سے امداد مانگی پنڈت نہرو کے ساتھ ہمارے دوستانہ

تعلقات تھے اور اب بھی ہیں اور جو ہمیں امداد دی گئی اس کے باعث میں ان کا بے حد شکر گزار ہوں۔ ہم نے جب حکومت ہند سے فوجی امداد مانگی تھی تو اس کے جواب میں کہا گیا تھا کہ فوجی امداد آئینی تعلق پیدا کرنے کے بعد ہی دی جا سکتی ہے اور جب الحاق کا سوال درپیش ہوا تو حکومتِ ہند نے شرط رکھ دی کہ الحاق اسی صورت میں قابل قبول ہو گا جب ریاست میں امن امان بحال ہونے کے بعد کشمیری عوام اسکی تائید و تصدیق کریں گے۔ اندریں حالات سرِ دست الحاق عارضی ہو گا۔

رائے شماری:۔ "یہ وعدہ پورا کرنے کے بارے میں پنڈت نہرو، سردار پٹیل آنجہانی اور ہندستان کے دوسرے چوٹی کے رہنماؤں نے ہندستانی پارلیمنٹ کے اندر اور اس کے باہر سینکڑوں تقریریں کیں اور حفاظتی کونسل نے بھی اس کا اعتراف کر لیا کہ کشمیر کے مسئلہ کا حل کشمیری عوام کے ہاتھوں میں ہے یہ تمام تقریریں ریکارڈ میں موجود ہیں۔ ہم چند آدمی اس کا فیصلہ نہیں دے سکتے یہ حق کشمیر کے چالیس لاکھ مسلمانوں، ہندوؤں اور سکھوں کو دیا گیا۔ پاکستان اور ہندوستان دونوں اس اصول پر حفاظتی

کونسل میں بھی اتفاق رائے کر چکے ہیں اور عوام کے فیصلہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کا انہوں نے اقرار کر لیا ہے پنڈت جی سے جب کبھی میں نے کہا کہ اس عارضی الحاق کو قطعی اور دائمی صورت دیدیجئے تو انہوں نے سخت ناراضی میں کہا کہ ہم نے اہل کشمیر کو وعدہ دیا ہے کہ کشمیر کے الحاق کا فیصلہ ان کی رائے سے ہوگا تو اب یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان کی رائے معلوم کئے بغیر اسے قطعی صورت دیدوں کیا اس طرح آپ ہندوستان کو اور مجھے ذلیل و رسوا کرنا چاہتے ہیں۔ مگر اب جب کہ ہندوستان نے رائے شماری کرانے سے انکار کر دیا ہے اور دنیا یہ کہہ رہی ہے کہ کشمیر پر اس کی گرفت مضبوط ہو گئی ہے اسلئے اس نے کشمیر ہڑپ کر لیا ہے یہ سن کر مجھے سخت صدمہ ہوا۔ ہماری تحریک کا بنیادی اصول تو یہی رہا ہے کہ عوام اپنی قسمت کا خود فیصلہ کریں اور یہی اصول ہمارے اور ہندوستان کی تحریک آزادی کے درمیان مشترک رہا ہے اسی بنا پر میں نے عوام سے متعدد بار کہا کہ حقیقی طاقت کے وہی مالک ہیں اس بنیادی اصول کے لئے ۱۹۳۱ء سے ہم نے جدوجہد جاری رکھی ہے آج میں کس طرح اس سے دستبردار ہو جاؤں جس شخص کی نظر

آخرت پر ہو اور جس کا عقیدہ ہو کہ زندگی چند روزہ ہے وہ اپنے سچے مسلک کو کیسے چھوڑ سکتا ہے ایک مومن کی نظر ہمیشہ آخرت پر ہوتی ہے۔ میں نے لوگوں کے سامنے جو اصول رکھا اور جس پر چلکر ۱۳ئہ سے ہزاروں لوگ شہید ہوئے اسے چھوڑ کر میں عوام کو کیسے دھوکا دوں۔

سچائی کا دامن :۔ "مجھے ۱۳ئہ کے ان شہیدوں کی بات یاد آتی ہے جنہوں نے اپنا دم توڑنے سے پہلے مجھ سے یہ کہا تھا ہم نے اپنا فرض ادا کیا اب آپ کو اپنا فرض ادا کرنا ہے"۔ ۱۳ئہ میں اس سانحہ سے پہلے میں نے اپنی تقریروں میں اس امر کیطرف اشارہ کر دیا تھا کہ ایک وقت آئے گا جب تمہارا ایمان خریدنے کے لئے روپیہ پانی کی طرح بہایا جائے گا۔ تم کو سبز باغ دکھلائے جائیں گے اور عیش و آرام کی زندگی گزارنے کیلئے ساز و سامان مہیا کیا جائے گا غرض ان تمام ہتھکنڈوں سے تمہارا حق خود ارادیت چھیننے کی کوشش کی جائے گی چنانچہ آزمائش کا وقت آیا ایک طرف اقتدار اور حکومت تھی اور دوسری طرف جیل کی صعوبتیں اور تکلیفیں۔ مجھے یقین ہے کہ جس شخص نے سچائی کا دامن

تھام لیا اس نے سب نعمتیں پالیں۔ خدا ہی بہتر رزاق ہے اور وہی مددگار ہے۔"

بچوں کے ساتھ ناروا سلوک اور سختیوں کا ذکر کرتے ہوئے شیخ صاحب آبدیدہ ہو گئے اور جذبات کی رقت کے باعث ان کی آواز گلوگیر ہو گئی چنانچہ دھیمی آواز میں کہنے لگے۔

بچوں نے مجھ سے اس کا ذکر کیا اور شفقت پدری کے باعث میں بھی اس سے متاثر ہوا مگر فوراً ہی مجھے قرآنی ہدایات یاد آگئیں اور میں نے بچوں کو یہ ہدایت کی کہ فرض کرو تمہارا باپ انتقال کر جاتا تو تم کیا کرتے انھوں نے جواب میں کہا کہ خدا سے مدد مانگتے تو میں نے ان کو نصیحت کی کہ اس وقت بھی خدا کو یاد کرو اور اسی پر بھروسہ رکھو۔

میں وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ حضرت ابراہیمؑ کی طرح میری نماز، میرا اٹھنا، میرا بیٹھنا، جینا، مرنا سب خدا اور اس کے بندوں کے لئے ہے اور میرے سامنے اُسوہ ہے حضرت امام حسینؑ کا جنھوں نے کربلا کے میدان میں جان کی قربانی دی مگر حق و صداقت کے جھنڈے کو سرنگوں نہ ہونے دیا۔ ایک طرف

ہمارے اسلاف کا یہ کردار تھا اور دوسری طرف باطل کی طاقتوں کی ریشہ دوانیاں۔ جنہیں یہ بھروسہ ہے کہ ان کے پاس فوج ہے، طاقت ہے، اور روپیہ ہے اور اس کے بل پر وہ سب کچھ کر سکتے ہیں لیکن وہ بھول گئے ہیں کہ ان سے بالاتر بھی کوئی طاقت ہے جس کے سامنے یہ تمام چیزیں ہیچ ہیں آپ اسی برتر و بالا طاقت پر بھروسہ رکھئے جسے خدا کہتے ہیں اور وہی آپ کا واحد کارساز ہے جس شخص کو اس پر بھروسہ ہو وہ سچائی کو کبھی ترک نہیں کرے گا۔

فیصلہ عوام کریں گے:۔ ہم اسی سچائی کے راستہ پر گامزن تھے کہ ہمارے بعض ساتھیوں میں ذاتی کمزوریاں پیدا ہو گئیں ان پانچ سال میں جو کچھ ہوا اس سے غالباً آپ کے دل میں ان دوستوں کی طرف سے نفرت کے جذبات ابھر آئے ہوں گے آپ کو بھولنا نہیں چاہیئے کہ خدا کے محب صادق کے دل میں کسی کی طرف سے نفرت نہیں ہونی چاہیئے ہمارے پاس ان کے لئے یہ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اُن کو ہدایت دے اور ان کی خامیوں اور کوتاہیوں کو دور کرے میں نے بلاشبہ کٹھن راہ اختیار کی ہے میرے بعض ساتھیوں نے اس سے ناجائز فائدہ اٹھایا اور انہوں نے ایسی حرکتیں کیں جس کے

نتائج ۹ راگست ۵۳ء سے قوم برداشت کر رہی ہے انہوں نے اعلان کیا کہ "کشمیر کا الحاق ہندوستان کے ساتھ ہو چکا ہے اور اسمبلی نے بھی اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے اور اب اس الحاق کو خدا بھی نہیں توڑ سکتا" مگر میں کہتا ہوں کہ یہ فیصلہ دھوکا اور طاقت کے بل پر کرایا گیا ہے۔ اسمبلی کے کچھ ممبروں کو گرفتار کر کے باقی ممبروں میں خوف و ہراس پھیلایا اور اس طرح فیصلہ کر لیا اسے عوام کا فیصلہ کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ مجھے ان لوگوں پر خاص طور پر کرشنا مینن پر افسوس ہے جو بار بار یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ سچائی کے راستہ پر ہیں اور گاندھی جی کے اصولوں پر کاربند ہیں اور جو مشعل گاندھی جی نے جلائی تھی اُسے روشن رکھنے کے خواہاں ہیں۔ مگر جہانتک کشمیر کا تعلق ہے وہ ان اصولوں پر عمل نہیں کرتے اور نہ ہی کرنا چاہتے ہیں۔ جھوٹ کو سچ قرار دے رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ الحاق کا فیصلہ عوام نے کیا ہے اسلئے کوئی مزید کاروائی کرنے کی ضرورت نہیں یہی وہ لوگ ہیں جو گاندھی جی کیساتھ سخت بے انصافی برت رہے ہیں اگر یہ فیصلہ عوام نے کیا ہے تو پھر اُن کو اذیت کیوں دی جا رہی ہے، ان کو ستایا اور دبایا کیوں جاتا ہے۔ دیالگام، ددرو، شاہ آباد، بیجبارہ، پانپور وغیرہ میں پولیس

نے کیوں دہشت پھیلا رکھی ہے۔

جدوجہد جاری رہے گی:۔ "اس متبرک زیارت گاہ کے سامنے کھڑے ہو کر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جب تک اس اصول کو کہ سرداری عوام کا حق ہے، تسلیم نہیں کر لیا جائے گا اور میرے ساتھی جدوجہد جاری رکھیں گے یہ ملک کرشنا مینن کا نہیں ہے۔ روس، امریکہ، پاکستان یا ہندوستان کا نہیں تو پھر کس کا ہے؟ کشمیر کے لاکھوں ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کا ہے، مگر اس کے باوجود اس ملک کا فیصلہ نہ بخشی غلام محمد کر سکتا ہے نہ شیخ محمد عبداللہ نہ مولوی محمد سعید، نہ مرزا افضل بیگ، نہ صادق صاحب۔ یہ سب کشمیری قوم کے افراد ہیں اور ان کی الگ الگ حیثیت ایک ایک فرد کی ہے اور جس طرح ہر فرد ایک ووٹ کا مالک ہوتا ہے یہ بھی ایک ایک ووٹ کے مالک ہیں اس لئے اس ملک کا فیصلہ کشمیر کے ۴۴ لاکھ مردوں، عورتوں کی رائے سے ہو اور یہ سب کا مشترکہ فیصلہ ہوگا اور اسی کو آئینی طریقہ بھی کہتے ہیں اکثریت کا فیصلہ ہی سارے ملک کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔ یہی ایک بنیادی اصول ہے جو میرا واحد نصب العین ہے اور جس پر ریاست کشمیر کے قضیہ کا قطعی طور پر

انحصار ہے اور میری زندگی بھی اسی اصول کی بنا پر ملک کی زندگی اور اس کی بقا سے وابستہ ہے۔

پاکستان اور ہندستان کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں۔ ہم کسی سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتے۔ اس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ پاکستان ہو یا ہندستان ان دونوں میں سے کسی کے ساتھ ہماری دشمنی نہیں اور نہ ہونی چاہیئے یہ دونوں ملک ہمارے قریبی دوست اور ہمسائے ہیں اور ہم ان دونوں کی دوستی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے جب امریکہ مشرق میں اپنے دوست تلاش کر رہا ہے اور روس مغرب میں اسی جستجو میں لگا ہوا ہے تو پاکستان اور ہندستان تو آپس میں قریب تر ہیں اور ان کی باہمی دوستی مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کے لئے ناگزیر ہے۔ کشمیر کا جھگڑا نہ نعرہ بازی سے طے ہوگا اور نہ تقریروں سے اور نہ طاقت سے اگر طاقت سے کوئی مسئلہ حل ہوتا تو پھر انگریز ہندستان کو چھوڑ کر کیوں جاتے اس کے لئے انصاف پسندانہ رویہ درکار ہے۔"

دلوں کا الحاق:۔ الحاق وہی ہوگا جو لوگ دل سے کریں گے اور لوگوں کے دلوں کو صرف محبت، انصاف اور سچائی جیتا جا سکتا ہے

وہ چاولوں سے نہیں۔ سی۔ آر۔ پی سے نہیں، گولیوں سے نہیں اور جھوٹ اور پیسں بریگیڈ سے نہیں جیتے جا سکتے۔ موجودہ حکمران ٹولی نے ظلم وتشدد سے جو ماحول پیدا کیا ہے اس میں دلوں کا الحاق ناپید ہے شیخ عبداللہ کو کرسی کی خواہش نہ تھی اور نہ ہے۔ مجھے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ حکومت ہند اور نہرو جی اس قماش کے لوگوں کی پشت پناہی کرتے ہیں جو کشمیری عوام کے اندر نفرت وحقارت کے جذبات پیدا کرنے کا باعث ہیں اور یہ راستہ جو اختیار کیا گیا ہے بالکل غلط ہے اس سے عوام کے دلوں میں محبت کے وہ جذبات پیدا نہیں ہو سکتے جن کی کشمیر میں خوشگوار ماحول کے لئے سخت ضرورت ہے۔

نہرو جی سے درخواست:۔ "مجھے پنڈت نہرو کا احترام ہے، مگر میں اس کے لئے اصول اور سچائی نہیں چھوڑ سکتا جھوٹ بولوں اور دھوکا دوں کیوں؟ سرداری عوام کا حق ہے اس کی تعلیم نہرو جی نے ہمیں دی ہے لوگوں کے دلوں پر قبضہ کرنے کا یہ طریقہ غلط ہے جو اختیار کیا گیا ہے۔ مجھ پر عائد کئے گئے الزامات کی تحقیقات، کیوں نہ کی جائے تاکہ وہ پایۂ ثبوت کو پہونچیں۔ میں پنڈت نہرو سے

یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ۹ اگست ۵۳ء کو وہ کونسا مقصد تھا
جس کے پیش نظر مسلمانوں کو مظالم کا شکار بنایا گیا۔ نہرو جی سے
درخواست کی گئی کہ مجھ پر عائد کردہ الزامات کی تحقیقات کی جائے
میں آج بھی اسی درخواست کو دہراتا ہوں اگر وہ الزامات درست
ثابت ہوں تو میں نہ صرف ہندستان کے تمام باشندوں کے گھر
گھر جا کر ان سے معافی مانگوں گا بلکہ مجھے دنیا میں زندہ رہنے کا
بھی کوئی حق نہیں ہوگا، مگر افسوس کہ ایک چور کو تو عدالت میں
صفائی کا موقعہ دیا جاتا ہے اور مجھے نہیں دیا گیا۔ حالانکہ میں نے
کئی بار اس کی جانب توجہ بھی دلائی کہ میرے ساتھ انصاف
کیا جائے، مگر کوئی شنوائی نہیں ہوئی اس کے برعکس میرے
دوستوں اور ہندستانی عوام کے دلوں اور دماغوں میں غلط
فہمیاں ڈالی گئیں اور میرے خلاف یہاں تک کہا گیا کہ میں نے
ملک سے غداری کی ہے اور اس کی پیٹھ پر چھرا گھونپا ہے۔ میرے
بارے میں یہ بھی کہا گیا کہ میں نے بیرونی ممالک سے سازش کی ہے
اگر بخشی غلام محمد کہتا تو مجھے رنج نہ ہوتا اس لئے کہ ذاتی لالچ کی
وجہ سے اسے تو یہ کہنا ہی تھا مگر تعجب ہے کہ کرشنا مینن نے بھی ایسی

الزام کو دہرایا باوجودیکہ میں نے متعدد بار اس کے ثبوت کا مطالبہ کیا مگر کسی کو اتنی توفیق نہ ہوئی کہ شیخ عبداللہ پر عائد کئے گئے الزام کو ثابت کرتا۔ میں اب بھی اپنے اسی مطالبہ کو دہراتا ہوں اور اعلان کرتا ہوں کہ اگر کوئی اسے ثابت کر دے تو میں گولی کا نشانہ بننے کو ہر وقت تیار ہوں۔ بشرطیکہ مجھے اپنی صفائی اور اظہارِ حقیقت کا بھی موقعہ دیا جائے۔ یاد رہے کہ مجھے گاندھی جی ایسی عظیم شخصیت کے ساتھ کام کرنے کا فخر حاصل رہا ہے اور میں سچائی کے اصولوں کو دنیا میں عام کرنا چاہتا ہوں مگر اس سے بڑھ کر ستم کیا ہوگا کہ مجھے بھی نہ چھوڑا گیا اور چار پانچ سال تک بلاقصور اور بے گناہ نظر بند رکھا گیا۔ میں نے انصاف کے نام پر بار بار یہ مطالبہ کیا کہ میرا قصور بتایا جائے مگر بھگوت گیتا کے ان ماننے والوں میں سے کسی انصاف پسند نے یہ نہ سوچا کہ کرشن جی مہاراج نے انہیں جو سبق دیا تھا کہ سچائی کے جھنڈے بلند رکھنے کے لئے اپنے عزیز و اقارب تک قربان کر دو۔ کیا شیخ عبداللہ کے معاملہ میں اس حقیقت کو انہوں نے روا رکھا اور جس صداقت کا وہ مدعی ہے اس کی تائید و حمایت میں اپنی آواز بلند کی! ہندستان میں آج

بھی ایسے لاکھوں آدمی موجود ہیں جنہیں مجھ سے محبت ہے اور ہم کشمیریوں کی مظلومیت کا انہیں دل سے اعتراف ہے، مگر ان کے لبوں پر مہر خاموشی لگی ہوئی ہے۔ ان میں سے بعضوں کو گمراہ کرنے کی بے حد کوششیں کی گئی ہیں۔ میں کرشنا مینن سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے کس بنا پر یہ کہا کہ شیخ عبداللہ نے بیرونی ممالک سے سازش کی تھی۔ اس غلط بیانی کا مجھے حد سے زیادہ رنج ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ انہیں خط لکھوں مگر بعد میں ارادہ بدل دیا اس لئے کہ مجھے اس وقت کا انتظار ہے جبکہ میری صداقت خود بخود دنیا پر آشکار ہو جائے۔ یاد رکھئے خدا کی سرکار میں دیر ہو سکتی ہے مگر اندھیر نہیں۔

عزت و آبرو محفوظ نہیں:۔ دنیا کا ہر انصاف پسند یہ چاہتا ہے کہ کشمیر کا مسئلہ حل ہو کیونکہ یہ کشمیر، ہندوستان اور پاکستان تینوں کو اندر ہی اندر گھن کی طرح کھائے جا رہا ہے۔ میں یہ بھی علی الاعلان کہتا ہوں کہ ہماری عزت و آبرو اس وقت تک محفوظ نہیں جب تک قضیہ کشمیر کا اطمینان بخش فیصلہ نہ ہو میرے نزدیک اس کے صرف دو راستے ہیں ایک جنگ کا اور دوسرا دوستی کا۔ جنگ کا راستہ کسی ایک کو بھی قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ رہا دوستی

کا تو اسے بھی تقریروں سے طے نہیں کیا جا سکتا اور یہ ہندستان ہو یا پاکستان کسی ایک ملک میں بیٹھ کر بھی اسے نپٹایا نہیں جا سکتا اس لئے اس کی واحد صورت سوائے اس کے اور کوئی نہیں کہ کشمیری عوام سے رائے لی جائے اور اس کی خاطر جتنی زحمتیں اور صعوبتیں ہمیں برداشت کرنا پڑیں ہم اس کے لئے تیار ہیں۔ آپ کو یاد ہے کہ اس مقصد کے لئے ۱۹۳۱ء میں ہم نے ایک تحریک شروع کی تھی جو ابتدائی چند سال مسلم کانفرنس اور بعد میں نیشنل کانفرنس کے زیر اہتمام جاری رہی۔ ابھی ہمارے بہت سے دوست جیلوں میں بند ہیں آپ ان کے لئے صبر و استقامت اور جو ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے ہیں ان کے لئے مغفرت کی دعا کیجئے خدا تعالیٰ اسے شرفِ قبول بخشے گا۔

نمازِ جمعہ کے بعد آثار شریف حضرت بَل میں دوسری تقریر۔

۱۷ جنوری ۱۹۵۸ء کو عوام کے مجمع عظیم کے سامنے تقریر کرتے ہوئے شیخ صاحب نے فرمایا

"بزرگو، بھائیو اور بہنو! ساڑھے چار سال کے بعد آج ۱۷ جنوری کو میں آپ سے مِل رہا ہوں۔ ویری ناگ اور دوسرے مقامات پر لوگوں نے میرا خیر مقدم کرنا چاہا مگر برسرِ اقتدار ٹولی نے بیکار مزاحمت کی۔ خیر مقدمی اجتماعات ہوئے اور بڑے عدیم النظیر ہوئے اگرچہ عوام کو خائف و ہراساں کیا گیا مگر انہوں نے سی۔ آر۔ پی اور پیس بریگیڈ کی کوئی پروانہ کی۔ وقتی طور پر وہ روپوش ہو گئے مگر میری آمد کی خبر پاتے ہی باہر نکل آئے اس موقعہ پر حکومت کے ایجنٹ اور کارندے غائب ہو گئے بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ انہوں نے عوام کو پیٹا اور لوٹا۔

آزمائش :- آپ نے کہا کہ "جب انسان دنیاوی کاروبار میں ملوث ہوتا ہے تو فرعون کی طرح سب کچھ بھول جاتا ہے اور اپنی طاقت، دولت اور دوسرے ذرائع سے کام لیکر دوسروں کو غلام بنانے کی کوشش کرتا ہے لیکن ایسے افراد کو خدا کی ہستی اور اسکی طاقت کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ حکمران ٹولی نے عوام کو اپنا طرفدار بنانے کی جتنی بھی

کوششیں کیں تمام ناکام ہوئیں اس موقعہ پر باری تعالٰی نے آپ کو مختلف امتحانوں اور آزمائشوں میں ڈالا مگر تمام شکر ہے کہ آپ نے ان تمام تکلیفوں اور اذیتوں کو بطیبِ خاطر برداشت کیا اور ان میں پورے اترے حالانکہ ہر طرف مکر و فریب کے جال بچھا دیے گئے تھے اس وقت ہم میں سے کوئی بھی موجود نہیں تھا جو ان اوچھے ہتھیاروں کا مقابلہ کرتا اور گندے اور غلط پروپگنڈا کا جواب دیتا اس لئے کہ جیلوں میں بند تھے تو پھر وہ کون سی قوت تھی جس نے آپ کو احساس دلایا کہ یہ سب غلط ہے اور ایک سازش کے تحت عمل میں آرہا ہے یاد رکھئے وہ قوتِ خداوندی تھی جس نے آپ کے اندر یہ احساس پیدا کیا اور اسی نے مخالفوں کے تمام ہتھکنڈوں کو بے کار کر کے رکھ دیا اس لئے کہ آپ کے مخالفوں کے پاس سچائی نہ تھی اور اس آیت قرآنی۔

جَاءَ الحقّ وزھق الباطل اِنّ الباطل کان زھوقاً"

کے مفہوم کے مطابق خدا کی قوت جھوٹ کی عمارت کو رفتہ رفتہ منہدم کرتی ہے۔

اس دوران میں سوائے خدا کی جانب رجوع کرنے کے میرا کوئی

کام نہ تھا چنانچہ میں نے اس کی طرف رجوع کیا۔

اخبارات سے شکایت :۔ رہائی کے بعد میں نے حالات کا جائزہ لیا۔ بہت سے دلخراش واقعات سننے میں آئے میں نے کچھ تقریریں کیں اور اخباری نمائندوں کو بیانات بھی دئے جن کے ذریعہ حالات حاضرہ کی وضاحت کی مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان تقریروں اور بیانوں کو توڑ مروڑ کر غلط رنگ میں پیش کیا گیا تاکہ میری جدوجہد کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کی جائیں یہ طریقہ سب اخباروں نے اختیار نہیں کیا بلکہ اُن کے ایک بڑے حصّہ نے تو اسے اپنا لیا اور کشمیر کے متعلق انھوں نے سچائی اور انصاف کا خون کیا۔ ساڑھے چار سال کی نظر بندی کے دوران بھی ان اخباروں نے میرے خلاف خوب پروپگنڈا کیا اور سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بنا کر صحافتی بددیانتی کا ثبوت دیا اس سے ہندستان کو کیا فائدہ ہوا بلکہ اس کو نقصان ہوا اس کا لاکھوں روپیہ برباد گیا۔ اخبار نویسوں کو خوب کھلایا پلایا جارہا ہے اور میرے خلاف اُکسایا جارہا ہے میں ان اخبار نویسوں پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اُن کے اس طرز عمل سے

میرا کچھ نہیں بگڑے گا اور میں برابر اپنے مسلک پر قائم رہوں گا۔

جھگڑے کی بنیاد:۔ جھگڑے کی اصلی وجہ یہ ہے کہ انگریز کے چلے جانے سے ہندستان آزاد ہوا اور ہندستان اور پاکستان کی صورت میں ہندستان کو آزادی ملی ہندستان میں چھ سو کے قریب دیسی ریاستیں تھیں ان کو یہ حق دیا گیا کہ وہ ہندستان یا پاکستان دونوں میں سے جس کسی کے ساتھ الحاق کرنا چاہیں کر سکتی ہیں یا خود مختار رہ کر دونوں کے ساتھ دوستی قائم رکھیں۔ کئی ریاستوں نے ہندستان کے ساتھ الحاق کیا اور کئی ریاستیں پاکستان میں شامل ہو گئیں۔ کشمیر نے ابھی اپنے مستقبل کا فیصلہ نہیں کیا تھا کہ ڈوگرہ فوج نے پونچھ کے مختلف علاقوں پر مظالم اور مار دھاڑ شروع کر دی اس کے نتیجہ میں قبائلیوں نے ریاست پر حملہ کر دیا اور یہاں کے لوگ ہراساں و پریشان ہو گئے اس موقعہ پر ہندستان سے امداد کی درخواست کی گئی تاکہ ریاست کے لوگ محفوظ ہو جائیں اور ان کی عزت بچ جائے۔

الحاق کے لئے رائے عامہ کی شرط:۔ کشمیر نے کسی ایک کے ساتھ شمولیت کا ابھی فیصلہ نہیں کیا تھا اس لئے امداد کیلئے قانونی جواز

تلاش کیا گیا چنانچہ مہاراجہ نے الحاق کے لئے درخواست کی جسے اس شرط پر قبول کیا گیا کہ یہ الحاق عارضی ہوگا اور ریاست میں امن وامان بحال ہونے پر عوام سے اس کی تصدیق کرائی جائیگی اس کے بعد اسے حتمی سمجھا جائے گا۔ اس مفہوم کا ایک خط بھی ریاستی حکومت کو حکومتِ ہند کی طرف سے ملا۔ الحاق کے مسودہ پر دستخط ہونے کے ساتھ ہی ہندستان نے ریاست میں فوج بھیج دی اور یہاں جنگ چھڑ گئی اس کے فوراً بعد پنڈت جواہر لال نہرو نے آل انڈیا ریڈیو سے تقریر نشر کی جس میں الحاق کو عارضی قرار دیکر رائے عامہ کی اس شرط کو دہرایا۔ لال چوک میں بھی ان الفاظ کا اعادہ کیا گیا آپ نے کہا تھا کہ اسی یقین دہانی پر یہاں ہندستانی فوج آئی ہے کہ امن قائم ہوتے ہی عوام کو حق ہوگا کہ وہ آزادانہ طور پر اپنی قسمت اور مستقبل کا فیصلہ کریں اور آج ہمارا یہی موقف ہے۔

سلامتی کونسل کی تجاویز:۔ اس کے بعد یہ مسئلہ سلامتی کونسل میں لے جایا گیا۔ بحث وتمحیص کے بعد وہاں پاکستان اور ہندستان دونوں نے یہ اصول تسلیم کر لیا کہ کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کے لئے اس بین الاقوامی ادارہ کی نگرانی میں

آزادی کے ساتھ وہاں کے لوگوں کی رائے معلوم کر لی جائے گی۔ ریاست کے چالیس لاکھ عوام جن میں مسلمان، ہندو اور سکھ سبھی شامل ہیں ملکر اس کا فیصلہ کریں گے۔ اس بارے میں تفصیلات کے طے نہ ہونے اور فوجوں کے اخراج پر اختلاف کے باعث رائے شماری کا معاملہ تاخیر میں پڑ گیا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو رائے شماری کا یہ نعرہ کوئی نیا نہیں۔ آج اگر شیخ عبداللہ یہی کہہ رہا ہے کہ ریاست کے مستقبل کے بارے میں ان وعدوں کو پورا کیا جائے تو کون سا گناہ ہے۔ پنڈت جی اور ہندوستان کے دوسرے رہنما بھی تو بار بار دہرا چکے ہیں مگر میرے کہنے پر بعض لوگ رنجیدہ کیوں ہیں اور اخبارات سٹ پٹاتے کیوں ہیں۔

کشمیر کا مسئلہ:۔ "میں یہ بات واضح کر چکا ہوں کہ کشمیر کا فیصلہ کرنے کے جملہ اختیارات عوام کو حاصل ہیں اور اس بات کو سب تسلیم کر چکے ہیں اور جب تک دنیا کے مسلّمہ طریقوں سے عوام کو الحاق اور دوسرے مسائل پر اظہار رائے کا موقعہ نہیں دیا جاتا۔ کشمیر کا مسئلہ جوں کا توں معلق رہے گا اور ہندوستان اور پاکستان کے درمیان کشمکش کا موجب بننے کے علاوہ حالات

گی یہ غیر یقینی صورت کشمیر کو ترقی کی سنجیدہ اور مستحکم لائینوں پر چلنے نہیں دے گی۔

تحریکِ حریت کا مقصد:۔ "ہماری تحریک کا مقصد یہی رہا ہے کہ سرداری عوام کا حق ہے اور کسی فرد واحد کو اس کا حق نہیں پہونچتا کہ وہ ملک کے مستقبل کا فیصلہ کرے اور اسے اپنی مرضی کے تابع رکھے ۱۹۴۶ء میں "کشمیر چھوڑ دو" کی تحریک اسی اصول کے پیش نظر جاری ہوئی تھی اس وقت مجھے ۹ سال کی سزا ہوئی تھی پنڈت جواہر لال نہرو اور مرحوم آصف علی نے اس موقعہ پر نہ صرف قانونی امداد فرمائی بلکہ پنڈت جی نے تو اپنے آپ کو گرفتاری کے لئے بھی پیش کر دیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ کہتے تھے کہ سرداری عوام کا حق ہے اور مہاراجہ کو اس کا حق نہیں پہونچتا کہ وہ کشمیری عوام کو اس سے محروم کر دے۔

اسمبلی اور اس کے فیصلے:۔ "جن لوگوں کے مفاد کو ان حقائق کے اظہار سے نقصان پہونچتا ہے۔ وہ یہ بات اچھالتے ہیں کہ میں ہی دستور ساز اسمبلی کا بانی مبانی تھا اس میں جو افتتاحی تقریر میں نے کی تھی اس میں الحاق کے لئے تین راستوں کا

تذکرہ کیا تھا اور ہندستان کے ساتھ الحاق پر زور دیا تھا اسکے علاوہ کہا جا رہا ہے کہ میں نے ہی دہلی ایگریمنٹ کیا تھا۔ میں ان ذمہ داریوں کو مانتا ہوں مگر میں اپنے ہندستانی دوستوں سے پوچھتا ہوں کہ ۹ اگست ۱۹۵۳ء کو مجھے اور میرے ساتھیوں کو کیوں گرفتار کیا گیا اور بے قصور کشمیری عوام کے خون کے ساتھ کیوں ہولی کھیلی گئی اور جب سے آج تک ظلم وستم کا دھبا بازار کیوں گرم ہے۔ ۹ اگست ۱۹۵۳ء تک جو کچھ ہوا اس کی ذمہ داری سے مجھے انکار نہیں ان امور کے متعلق اس وقت کسی کے ساتھ بحث میں پڑنے کی نہ مجھے ضرورت نہیں صرف چند واقعات پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

"اسمبلی کو وجود میں لانا اور اس کا آئین وضع کرنا یہ کوئی ایک دن، ایک مہینہ یا ایک سال کی بات نہیں ان دونوں کے درمیان پانچ سال سے زیادہ مدت حائل ہے اور ان پانچ سال کے دوران ایسے واقعات رونما ہوئے جنکو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اسمبلی ابتدا ۱۹۵۱ء میں بنی تھی مگر ۱۹۵۳ء میں جو واقعات پیش آئے ان سے وہ عوام کا اعتماد کھو بیٹھی اور اس کے ارکان کی اکثریت رعب اور دباؤ میں آکر صرف ذاتی نمائندہ ہو کر رہ گئی اور بس۔ یہ ہے وہ اسمبلی

جس کے ارکان سے آئین پر دستخط کرائے گئے۔

۹ اگست ۵۳ء کی سازش:۔ ۹ اگست ۵۳ء کی سازش اور اس کے بعد مسلسل ظلم و تشدد کے باعث جب اسمبلی اور عوام کے درمیان کوئی رابطہ ہی نہ رہا تو ۵۷ء کو اسمبلی کے نام سے جو کچھ بھی کیا گیا اس کی حیثیت اور اہمیت کیا رہ گئی اور حکومتِ ہند نے تو پہلے ہی اس کا اعلان کر دیا تھا کہ کشمیر دستور ساز اسمبلی کو اپنی رائے ظاہر کرنے کا حق ہے مگر الحاق کے بارے میں اس کا کوئی فیصلہ قطعی متصور نہیں ہو گا اور حکومتِ ہند اس کی پابند نہ ہو گی اور حکومتِ ہند ان اقراروں پر برابر قائم ہے جو اس نے ریاست کے بارے میں حفاظتی کونسل میں کئے ہیں؛ نیز پنڈت جی اور ہندستان کے دوسرے چوٹی کے رہنما بارہا اس امر کی وضاحت پارلیمنٹ کے اندر اور اس کے باہر کر چکے ہیں۔ ہندستان اور پاکستان کے وزراء اعظم نے تو میری گرفتاری کے دو ہفتہ بعد ہی اسے از سرِ نو دہرایا کہ غیر جانبدار اقوام کی نگرانی میں عوام سے حاصل کی گئی رائے کو ہی کشمیر کا آخری فیصلہ سمجھا جائے گا۔ بخشی غلام محمد نے میری ۵۱ء کی تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے دعویٰ کیا ہے کہ میں نے ہی الحاق کو آخری

حیثیت دی تھی مگر میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ میری گرفتاری سے چند روز پہلے اور میری گرفتاری کے بعد بھی بخشی صاحب رائے شماری کو واحد حل سمجھتے تھے کیونکہ ۵۳ء تک جماعتی فیصلہ یہی تھا چنانچہ میری گرفتاری سے پہلے جولائی ۵۳ء میں نیشنل کانفرنس کے ہائی کمانڈ کی جو میٹنگ ہوئی تھی اس میں بخشی صاحب نے جو موقف اختیار کیا تھا وہ قابل غور ہے حکومتِ ہند کی طرف سے یہ کہا گیا تھا کہ ہم مسئلہ کشمیر کا کوئی قابل قبول حل سوچ لیں چنانچہ مولانا محمد سعید مسعودی، مرزا افضل بیگ، بخشی غلام محمد، شری گردھاری لال ڈوگرہ، شری شام لال صراف، خواجہ غلام محمد صادق، سردار بدھ سنگھ اور مجھ پر مشتمل کمیٹی نے ایک مہینہ تک غور و خوض کرنے کے بعد کشمیر کے قضیہ کو نبٹانے کے لئے اس پر اتفاق رائے کیا کہ عوام ہی کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کر سکتے ہیں اور بخشی غلام محمد نے اس میٹنگ میں اس بات پر سب سے زیادہ زور دیا۔

پنڈت نہرو نے بھی ہم سے یہ کہہ دیا تھا کہ یہ بین الاقوامی مسئلہ ہے اور تمام دنیا اس اصول کو تسلیم کر چکی ہے کہ کشمیر کا مسئلہ اہل کشمیر ہی حل کریں گے اس لئے مسئلہ پر غور کرتے وقت اس حقیقت

کو نظر انداز نہ کیا جائے چنانچہ اس کی روشنی میں ہم نے متفقہ تجاویز پیش کیں۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ اُس کے بعد اگر چند لوگ اپنی ذاتی اغراض کے باعث اس سے انحراف کریں اور اپنا کوئی فیصلہ ٹھونسنا چاہیں تو ہم اسے بلا چون وچرا مان لیں۔ یہ تو ہمارا بنیادی حق ہے پھر اس سوال پر ہماری حیات موت کا بھی دار و مدار ہے آپ کو یاد ہوگا کہ ۱۹۴۶ء میں میں نے گاؤ کدل میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہمیں اس ملک کی تعمیر کرنا ہے اگر آج کوئی یہ کہے کہ اُس نے کشمیر پر اتنا روپیہ صرف کیا ہے اور اس بنا پر وہ ہمیں اپنے حق سے محروم کرتا ہے تو ہم اس کا وہ تمام روپیہ آپس میں چندہ پر جمع کر کے لوٹا دیں گے مگر اپنے حق کو نہیں چھوڑیں گے۔ اب میں وہی بات کہتا ہوں۔ کرشنا مینن محض فوجی طاقت کے بل پر یہ کہتے ہیں کہ کشمیر کا فیصلہ ہو چکا ہے مگر وہ نہیں جانتے کہ اس سے ہندستان اور پاکستان کے کروڑوں انسانوں کو کتنی پریشانی لاحق ہے اور سب سے بڑا نقصان ہمارا ہے اور اگر میں یہ کہتا ہوں کہ کشمیر کا قطعی فیصلہ کشمیریوں کی رائے پر منحصر ہے تو یہ کونسی بغاوت ہے جس کا الزام کرشنا مینن مجھ پر لگاتے ہیں اور فرقہ پرستوں اور رجعت پسندوں

کے خلاف آواز بلند کرنا کون سا جرم ہے۔

اسمبلی کی تاریخ:۔ ان باتوں کے علاوہ دستور ساز اسمبلی کے فیصلوں کو پرکھنے کے لئے اس کی مکمل تاریخ کو سامنے رکھنا ضروری ہے اس تاریخ کے پیش نظر اسمبلی کے لئے صرف یہ کام رہ گیا تھا کہ وہ اپنے داخلی امور کے لئے آئین بنائے مگر آئین کو ابھی آخری شکل بھی نہیں دی گئی تھی کہ ایک وسیع سازش کے تحت ایوان کے لیڈر کو ۲۰ ممبران اسمبلی سمیت گرفتار کر لیا گیا عوام نے جب اس پر اظہار ناراضی کیا تو ان کو گولیوں کا نشانہ بنایا گیا اکثر ممبران اسمبلی کو یا مال و زر اور دوسری قسم کا لالچ دیکر اپنا ہمنوا بنا لیا گیا یا طرح طرح کے ظلم و تشدد سے ان کو مجبور کیا کہ وہ اپنے ضمیر کی آواز کے خلاف عمل کریں۔ اس کوشش میں چار سال صرف کئے گئے اور جو ممبر کسی طرح رام نہ ہو سکے انہیں جیل میں ڈال دیا گیا اور اس طرح ان کی غیر حاضری میں آئین پاس کر دیا گیا۔ اس میں مرزا افضل بیگ، خواجہ مبارک شاہ یا خواجہ حبیب اللہ کا کیا دوش ہے۔ دنیا کی تاریخ میں کسی ملک کا دستور و آئین پاس کرنے کی ایسی مثال کہیں نہیں ملتی جس آئین کے وجود میں

آنے کا پس منظر یہ ہو اس کے بنانے والے محض اپنا دل خوش کرنے کے لئے اس کے بارے میں جو جی چاہے کہیں مگر عوام سے اسکی توقع نہیں رکھی جا سکتی کہ وہ بھی اس کا احترام کریں اور اس کے پابند ہوں اور نہ ہی دنیا اسے ایسا سمجھ سکتی ہے۔

"کہا جاتا ہے کہ جب شیخ عبداللہ نے خود اسمبلی بنائی تھی تو پھر اس کے فیصلوں کو کیوں نہیں مانتے اور اس سے کیوں گریزاں ہیں یہ صحیح ہے کہ اسمبلی میں نے قائم کی تھی اور میں نے جو کچھ بھی کیا ہے اس سے انکار نہیں کروں گا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ میں نے ہی اسمبلی کے ممبران کی فہرست قوم کے سامنے پیش کی اور قوم نے اسے کامیاب بنایا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر میں ان ممبروں کا ساتھ نہ دیتا تو عوام بھی ساتھ نہ دیتے۔ آئین ساز اسمبلی میں میں نے جو تقریر کی یا دہلی ایگریمنٹ کیا مجھے اس سے انکار نہیں اور جو کچھ میں نے کیا میں اس سے انکار نہیں کروں گا۔ میں ان لوگوں کی طرح انکار کرنے والا نہیں ہوں جنہوں نے میری گرفتاری سے چند روز قبل اعلان کیا تھا کہ شیخ صاحب کی ذات پر عقیدہ ہمارا اچھا جزو ایمان ہے مگر اس کے چند روز بعد

ہی میری گرفتاری کی سازشیں بھی انہوں نے ہی کیں۔ ان واقعات کی روشنی میں حالات کا مطالعہ کرو اور حقائق پر پردہ نہ ڈالو۔ کیا میں اپنے ہندستانی بھائیوں سے یہ پوچھ سکتا ہوں کہ ۹ اگست ۵۳ء کو گرفتار کر کے ساڑھے چار سال نظر بند رکھنے کی کیا وجہ تھی اور نہتے مسلمانوں پر گولیاں چلانے کا کیا باعث تھا انصاف کے علمبرداروں سے دریافت کر رہا ہوں کہ ہمارا کیا قصور تھا؟

فرقہ پرستی کے الزامات:۔ ”ہندستان کے اکثر اخباروں نے مجھے فرقہ پرست مشہور کرنا شروع کیا ہے یہ عجیب الزامات ہیں۔ ان الزامات کا مقصد صرف یہ ہے کہ ریاست کی آبادی میں سے عام ہندو اور سکھ مجھ سے بد ظن ہو جائیں ۳۱ء میں پہلی بار مجھ پر ان الزامات کی بارش ہوئی تھی ۴۶ء میں دوبارہ یہی الزامات دہرائے گئے آج تیسری بار ۵۸ء میں وہی مہم میرے خلاف پھر شروع کی گئی ہے لیکن جس طرح پہلی دو بار اس میں ناکامی ہوئی تھی کیونکہ ریاست کے ہندوؤں اور سکھوں نے مجھے بہترین دوست سمجھا تھا اور ہمدرد خادم پایا تھا بالخصوص ۴۷ء میں انہوں نے مجھے دیکھا کہ میں اُن کے جان و مال اور بہو بیٹیوں کی

عزت کی حفاظت زبان سے نہیں بلکہ سینہ سپر ہو کر کر رہا ہوں تو میرے اس عمل سے تمام مخالفانہ پروپگنڈا ختم ہو گیا آج بھی انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا اس لئے میں اپنا اور عوام کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا اور پھر یہ بھی کوئی چھپی ہوئی بات نہیں کہ کچھ لوگوں نے تہیہ کر لیا ہے کہ وہ میری باتوں کو ہر قیمت پر غلط رنگ میں پیش کریں گے خواہ کتنا ہی واویلا کروں کہ میری باتوں کو صحیح ڈھنگ سے پیش نہیں کیا جا رہا ہے مگر وہ باز نہیں آتے اور نہ باز آئیں گے لیکن مجھے اس کا یقین ہے کہ میرے ہم وطن ہندو سکھ اور دوسرے لوگ ان غرض مندوں کے پروپگنڈا سے متاثر نہیں ہوں گے اور عوام ان کے فریب میں نہیں آئیں گے۔

بیرونی سازش کا شوشہ:۔ میری گرفتاری کے بعد اقتدار کے بھوکوں نے ہندوستان کے کونے کونے میں اٹھ کر میرے خلاف یہ پروپگنڈا شروع کیا کہ میں نے بیرونی ممالک سے سازش کی تھی ان کے اس اظہار سے مجھے دکھ نہیں ہوا کیونکہ اس میں اُن کے اغراض اور مفاد پوشیدہ تھے مگر مجھے گرشنا مینن کے اظہار سے افسوس ہوا جب سلامتی کونسل میں ان سے دریافت کیا گیا تھا

کہ شیخ عبداللہ کو کیوں نظر بند کیا گیا ہے تو انہوں نے جواب دیا تھا
کہ وہ بیرونی ممالک سے سازش کر رہا تھا۔ میں گاندھی جی کے ان نام
لیواؤں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہی وہ تعلیم ہے جو سچائی کے بارے
میں گاندھی جی نے ملک کو دی تھی ایسے لوگ گاندھی جی کا نام لے لے
کر تھکتے نہیں مگر اس حقیقت کو عمداً نظر انداز کر دیتے ہیں کہ انہوں
نے نہ صرف ہندستان بلکہ ساری دنیا کے لئے کیا امانت چھوڑی تھی۔
ان کا سب سے بڑا تر کہ سچائی اور عدم تشدد ہے اور اسی پر ہندستان
کی تعمیر کا دارومدار ہے کشمیر کے متعلق انہوں نے جو کچھ فرمایا تھا وہ بھی
قابل غور ہے مگر کشمیر میں اُن کی تعلیمات اور ارشادات کا ستیاناس
کیا جا رہا ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ جن کشمیریوں کے دلوں سے جواہر لال
نہرو زندہ باد، اور گاندھی جی کی جئے، کے نعرے بلند ہوئے تھے ان
کے سینوں کو گولیوں سے چھلنی کیا جا رہا ہے گاندھی جی نے کہا تھا کہ تمام
دنیاوی طاقتوں سے بے پرواہ ہو کر سچائی پر مضبوطی سے قائم رہو اور
سچائی کی حمایت میں مظلوموں کے شانہ بہ شانہ جھوٹ اور ظلم کے خلاف
لڑتے رہو۔ گاندھی جی نے خود اس کا جو ثبوت دُنیا کے سامنے پیش کیا
اُسے تا قیامت فراموش نہیں کیا جا سکتا انہوں نے حق کی حمایت میں

اپنی جان قربان کر دی مگر آج گاندھی جی کا نام لے کر جو باتیں کہی جاتی ہیں وہ اس کے بالکل برعکس ہیں اور سچائی کی حمایت کے بجائے جھوٹ اور ظلم کی حمایت کی جا رہی ہے۔

مار دھاڑ کی شکایت:۔ "گذشتہ ایک ہفتہ سے سری نگر میں خصوصاً اور وادی کے دوسرے علاقوں میں عموماً مار دھاڑ اور دہشت انگیزی کے واقعات میں اضافہ ہو گیا ہے اور لوگوں کو جلسوں میں شرکت کرنے سے بزور روکا جاتا ہے اور مار پیٹ کی جاتی ہے یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ بازوؤں سے گھڑیاں اتار لی جاتی ہیں۔ جیب سے نقدی چھین لی جاتی ہے اور کندھے سے رومال اور سر سے ٹوپی اتار لینا تو روزمرہ کا معمول ہے اگر یہ شکایات درست ہیں تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ اب یہ طرز عمل غنڈوں ہی تک محدود نہیں رہا بلکہ پولیس بھی بے قصوروں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کر رہی ہے اور کچھ پست اخلاق لوگ بھی ان کا ساتھ دے رہے ہیں۔

"آج کے حاکم جن حالات میں برسر اقتدار آئے ہیں ان کے پیش نظر ایسے واقعات کا مجھے دکھ اور افسوس تو ہے لیکن تعجب اور حیرانی نہیں ہے اس وقت ریاست میں ہندوستان کے کچھ ذمہ دار افسر بھی

متعین ہیں۔ مسٹر وشنو سہائے سکریٹری امور کشمیر یہاں موجود ہیں اور مسٹر مہرا کو محکمہ پولیس کا ایک تجربہ کار آدمی سمجھا جاتا ہے ان کی خاموشی پر مجھے تعجب ضرور ہے اور میں سمجھوں گا کہ اگر وہ اس غنڈہ گردی کا انسداد نہ کر سکے تو اس طرح وہ انسانیت اور ہندستان کی کوئی خدمت نہیں کریں گے۔ ہر ایک صحیح سوچنے والے دیانتدار ملازم سے میں اپیل کرتا ہوں کہ چاہے وہ مرکز سے آیا ہو یا یہاں کا ہو موجودہ فضا کو پُر امن اور پُر سکون بنانے میں اپنا اپنا کردار ادا کرے انسپکٹر جنرل پولیس سے اُن کی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہوئے اپیل کی جاتی ہے کہ کشمیری فطرتاً امن شکنی کا دلدادہ نہیں اور نہ ہی وہ لوٹ کھسوٹ کر کے لاکھوں روپیہ کا مالک بننا چاہتا ہے ان حرکات کے نتائج جہاں برے ہیں وہاں ہندستان اور اس کے نیتا بھی بدنام ہوتے ہیں جن کے نام پر یہ کھیل کھیلا جا رہا ہے اگر ہندستان کے بھیجے ہوئے افسر عوام کے جان و مال کو غنڈوں سے نہیں بچا سکتے تو پھر سی۔ آر۔ پی کو ایک طرف ہٹالیں اور عوام کو اپنے حال پر چھوڑ دیں!

مظلوم سے اپیل :- عوام سے میں یہی کہتا ہوں کہ آپ صبر کے ساتھ مظالم برداشت کریں اور اپنے سامنے نبی کریمؐ کے

اسوۂ حسنہ کو رکھیں آپ کو معلوم ہے کہ جب مکہ معظمہ میں آنحضرت صلعم پر مصائب کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے اور دشمن بے پناہ اذیتیں پہنچا رہے تھے اور اُن پر پتھروں کی بارش کر رہے تھے تو اس وقت آنحضرت صلعم نے کیا فرمایا تھا۔ یہی کہ اے خدا ہماری قوم کو ہدایت دے کہ وہ سیدھی راہ پر چلے۔ حضور صلعم کی زندگی کے دو حصے ہیں۔ ایک مکی اور دوسرا مدنی یعنی مظلومیت کی زندگی اور امن کی زندگی۔ اجتماعی زندگی میں مسلمانوں پر یہ دونوں حالتیں وارد ہوتی ہیں کبھی وہ ظلم اور بد امنی کا شکار ہوتے ہیں اور کبھی امن کی زندگی انہیں نصیب ہوتی ہے آج ہم مظلومیت کے دور سے گزر رہے ہیں اس لئے رسول کریمؐ کی مکی زندگی سے سبق لیں۔ آنحضرت صلعم نے اہلِ مکہ سے فرمایا تھا کہ اگر تم میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج بھی رکھو گے تو میں اپنے مقررہ مسلک کو نہیں چھوڑوں گا۔ حضور اکرمؐ کی مکی زندگی سے ہمیں تین سبق ملتے ہیں ایک مصائب کو ٹھنڈے دل سے برداشت کرنے کا دوسرے مصائب و آلام کے دوران حق و صداقت سے روگردانی نہ کرنے کا اور تیسرے ظالموں کے حق میں شب و روز ہدایت کی دعا کرنے کا۔

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر ہم پورے اخلاص سے ان تینوں باتوں پر عمل کریں، اپنے حوصلوں کو بلند رکھیں اور جراُت و ہمّت سے کام لیں تو خداوند تعالیٰ کی حمیّت ضرور جوش میں آئے گی اور ہمیں موجودہ مصائب سے نجات ملے گی۔

واحد علاج :۔ حق خود ارادیت کی مانگ کوئی نئی مانگ نہیں۔ یہ ہر انسان کا بنیادی حق ہے ہر ایک اپنے گھر کا مالک ہوتا ہے اور اس کے بارے میں جو فیصلہ وہ کرتا ہے اسی کو درست اور صحیح سمجھا جاتا ہے۔ شری کرشنا مینن لاکھ تقریریں کریں اس سے مسئلہ حل نہ ہو گا اور جب تک عوام کو اس کا موقعہ نہیں دیا جاتا جدوجہد جاری رہیگی۔ یہ بات پیشِ نظر رہے کہ جب تک مسئلہ طے نہیں ہوگا ہمارے عوام کی عزت و آبرو محفوظ نہیں ہو سکے گی اور نہ کشمیر کسی قسم کی ترقی کر سکتا ہے اور نہ ہی عوام کو قیام امن کا یقین آسکتا ہے کشمیر کے حل کو تاخیر میں ڈالنا ہمارے لئے بالخصوص اور ہندستان اور پاکستان کے لئے بالعموم خرابی کا باعث ہے اگر ہندستان اور پاکستان کا کوئی ہمدرد ہے تو اس مسئلہ کو تمام متعلقین کی مرضی کے مطابق نپٹانے کی کوشش کرے مگر دوسرے متعلقین پر فوقیت کشمیر کے اور ان کی رائے ہی کو

ہوگی اور ہندستان ہو یا پاکستان دونوں کو اسی جمہوری اصول کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہوگا ورنہ دنیا یہ سمجھنے پر مجبور ہوگی کہ اہلِ کشمیر کو اس حق سے محروم کیا جا رہا ہے اور ان پر ایسا فیصلہ ٹھونسا جا رہا ہے جو ان کے لئے ناقابل قبول ہے۔ کشمیر کا یہ قضیہ جتنی جلد طے پا جائے سب کے لئے بہتر ہوگا۔ آئے دن کی کشیدگیاں جنہوں نے ایک مستقل سرد جنگ کی صورت اختیار کرلی ہے ان کا خاتمہ ہو جائے گا اور عوام کے اندر غیر یقینی اور تذبذب کی جو کیفیت پائی جاتی ہے وہ بھی باقی نہ رہے گی۔ ہمیں ایک پُرامن اور خوشگوار ماحول کی سخت ضرورت ہے اپنے ملک کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کے لئے بھی اور اس کی تعمیر و ترقی کے لئے بھی اور جب تک ہمیں وہ میسر نہیں آتا ہماری پریشانیوں کا خاتمہ نہیں ہوگا۔

صورہ میں کارکنوں سے خطاب۔

۱۹ جنوری ۱۹۵۸ء کو صورہ میں قومی کارکنوں کا اجتماع ہوا جنکو مخاطب کرتے ہوئے شیخ محمد عبداللہ نے فرمایا۔

"دوستو! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ یہاں آکر ملاقات ہوئی نیشنل کانفرنس جسے ہم نے قائم کیا تھا سالہا سال تک اس ملک کے عوام کی صحیح رہنمائی کرتی رہی مگر اب اس کے نام سے ناجائز فائدہ اٹھایا جارہا ہے جو کارکن سیدھے راستہ سے بھٹک گئے ہیں انہوں نے بھی کسی وقت تحریک کا ساتھ دیا تھا مگر کسی کو کیا معلوم تھا کہ انجام ایسا ہوگا یہی وجہ ہے کہ انسان کو ہر وقت دعا کرنی چاہئے کہ یا اللہ انجام بخیر ہو۔"

تحریک آزادی کشمیر کی ستائیس سالہ تاریخ کی جانب توجہ دلاتے ہوئے شیخ صاحب نے مجلس نمائندگان، مسلم کانفرنس اور نیشنل کانفرنس وغیرہ مختلف ناموں کی تنظیمات کا تذکرہ کیا۔

"یہ کوئی زیادہ اہم بات نہیں کہ تنظیم کا نام کیا ہے۔ مختلف نام وقتاً فوقتاً اختیار کئے گئے لیکن وطن اور قوم کی خدمت بنیادی حیثیت رکھتی ہے اور اسی کو زیادہ اہمیت حاصل ہے اس لئے

اسے ہمیشہ مدِ نظر رکھا گیا۔

۱۹۵۳ء کے تباہ کن واقعات: ۱۹۵۳ء میں تباہ کن واقعات پیش آئے وہ اس لئے بھی زیادہ ہولناک تھے کہ بعض کارکنوں کے دلوں میں خود غرضیوں نے گھر کر لیا اب آئندہ کے لئے ان واقعات پر غور کرنا ہے اور ان سے سبق حاصل کر کے قدم آگے بڑھانا ہے اور ماضی کی غلطیوں سے پرہیز کرنا ہے بدقسمتی سے ہم میں سے بعض نے ۴۷ء کے بعد سیاسی طاقت کو ذاتی مفادات کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپس میں رسہ کشی ہونے لگی اور ملک کی بہتری کے لئے جن ذمہ داریوں کا بیڑا اُٹھایا تھا ان سے پہلو تہی کی گئی۔ ہمیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ تمام واقعات اس لئے پیش آئے تھے کہ کارکنوں کے کردار میں نقص آگیا تھا اور کیرکٹر قریب قریب مفقود ہو رہا تھا چنانچہ گذشتہ ساڑھے چار سال کے دوران یہ دیکھا گیا کہ محض خوف سے دب کر یا لالچ میں آکر حق کو چھوڑنے اور قومی مفاد کو نقصان پہونچانے کے کتنے واقعات رونما ہوئے مگر پختہ کردار انسانوں کا طرزِ عمل ایسا نہیں ہوتا اور وہ اپنی منزلِ مقصود کو نہیں بھولتے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم ابھی نصف راستے میں ہیں کہ

بعض ساتھی اپنی منزلِ مقصود کو بھول گئے ہمارا فرض ہے کہ اپنی چھوٹی سی ریاست کے بدحال عوام کی خدمت، ان کی سوعہ بہبود، ان کی آزادی اور ان کی ترقی کو اپنا نصب العین بنائیں اور اسی کے لئے اپنی کوششیں وقف کر دیں اور ہر وقت یہ [illegible] کہ چالیس لاکھ انسانوں کی نجات کس بات میں ہے پاکستان زدہ یا ہندستان زدہ ہونے سے کیا فائدہ جب ہماری ساری دلچسپیاں جموں وکشمیر کے عوام کی بھلائی کے لئے وقف نہ ہوں اسی صورت میں ہم اپنا صحیح فرض ادا کر سکتے ہیں جب اس حقیقت کو نظر انداز نہ کریں کہ ہم کو ہندستان اور پاکستان دونوں کی ہمدردیاں اور نیک خواہشات درکار ہیں اور ان دونوں کے باہمی خوشگوار تعلقات ہی ہمارے لئے مفید ہیں ان کا باہمی تناؤ اور کشمکش ہمیں نقصان پہونچائے گا اگر قومی کارکن ان بنیادی باتوں کو ملحوظ رکھیں تو وہ اپنے قوم و وطن کی خدمت بہتر طریقہ سے انجام دے سکتے ہیں۔"

سنہ ۴۷ سے لے کر سنہ ۵۳ تک کے تاریخی حالات اور واقعات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے شیخ صاحب نے فرمایا۔

باہمی اتحاد کی اہمیت:۔ "اگر نیشنل کانفرنس کے ارکان اتفاق

کے ساتھ آگے بڑھتے تو قوم ان مصائب کا شکار نہ ہوتی یہاں تک کہ جو لوگ زبان سے میری وفاداری کو ایمان کا جھ سمجھتے تھے عملاً ان کا یہ حال تھا کہ مجھے گرفتار کرنے کے منصوبے بنانے لگے میں نے دوستوں سے کئی بار یہ بھی کہا کہ تم مجھے جو کام دو گے کروں گا اگر میری رہنمائی پر اعتماد نہیں تو تم سب مل کر جسے لیڈر منتخب کر دو گے میں اسکے حکم کی تعمیل بجا لاؤں گا اور وہ لیڈر اگر مجھے یہ حکم دے گا کہ تم مجاہد منزل میں جھاڑو دینے کے فرائض ادا کرو تو اسے بھی بسر و چشم قبول کروں گا۔ ایک بار بخشی غلام محمد اور مولانا محمد سعید مسعودی میرے ہاں آئے اور مولانا صاحب نے کہا کہ بخشی صاحب یہ کہتے ہیں کہ وہ وزارت سے الگ ہو کر اپنے اوقات تنظیم کے کاموں میں صرف کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے ان کو نصیحت کی کہ ہم ایک مشکل دور سے گزر رہے ہیں اور اس وقت اکٹھے ہو کر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اس پر معاملہ ملتوی رہا مگر زیادہ وقت نہ گزرا کہ بخشی صاحب کو تنظیم اور حکومت دونوں کی عنان اپنے ہاتھ میں لینے کی سوجھی۔ میری گرفتاری کے دس بارہ روز قبل جبکہ مولانا مسعودی دہلی جا رہے تھے وہ میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ ان کی

رائے میں بخشی صاحب اور مرزا افضل بیگ کے باہمی اختلافات روز بروز بڑھتے جاتے ہیں اور ان کو ختم کرانا چاہیئے۔ میں نے ان پر یہ واضح کیا کہ بارہا دونوں صاحبان کو ایک جگہ بیٹھا کر ان کے درمیان صلح صفائی کرائی جا چکی ہے اور دونوں نے حلفیہ یقین دلایا کہ ان کو ایک دوسرے سے شکایت نہیں رہی اور اگر اس کے باوجود ان کے درمیان کشیدگی رہے تو میں کیا کروں۔ اسی دوران ۹ اگست ۱۹۵۳ء کا سانحہ رونما ہوا اور حالات نے نازک صورت اختیار کر لی بہر کیف ماضی کے اُن واقعات سے آپ کو سبق حاصل کرنا ہوگا اور آئندہ کارکنوں کو لازم ہے کہ اپنے اندر یہ دو صفات پیدا کریں ایک بلند کردار اور دوسرا جذبہ اتحاد۔ اگر کسی جماعت کے افراد میں یہ صفات جمع ہو جائیں تو پھر ان کی کامیابی میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ ہمیں لازم ہے کہ ہمیشہ اس پر ایمان رکھیں کہ اللہ تعالیٰ سزا و جزا کا مالک ہے وہ انسان کے دعویٰ کی طرف نہیں بلکہ اس کے اعمال اور نیت کی طرف دیکھتا ہے انسان انسان کو دھوکا دے سکتا ہے لیکن خدا کو دھوکا نہیں دے سکتا۔

آزمائش رحمت:۔ ۱۹۵۳ء کے انقلاب سے کشمیریوں کا مرتبہ

بلند ہو گیا جس بہادری کے ساتھ یہاں کے عوام نے ساڑھے چار سال تک ہر قسم کے جبر و تشدد کا مقابلہ کیا اور اپنے اصول پر قائم رہے اس کا اعتراف ساری دنیا کر رہی ہے۔ کشمیری عوام نے مصائب کے وقت جس استقلال اور ہمت سے کام لیا اس سے قوم کی شان دوبالا ہو گئی اس اعتبار سے ۹ اگست ۵۳ء کی آزمائش رحمت ثابت ہوئی اس سے قبل بعض رفیقوں کی غرض پرستی کا منظر دیکھ کر میرا دل خون کے آنسو روتا تھا اور میں خدا سے دعا مانگتا تھا کہ مجھے کسی جنگل میں پناہ مل جائے تاکہ میری آنکھیں یہ نظارہ نہ دیکھیں چنانچہ ایسا ہوا اور مجھے احتساب کرنے کا موقعہ مل گیا جس کے لئے میں اللہ تعالےٰ کا شکر گزار ہوں۔

"جو مشکلات ہمارے سامنے ہیں میں اُن سے بے خبر نہیں۔ مجھے خدا پر بھروسہ ہے اور یقین ہے کہ اس کے فضل و کرم سے ہمیں کامیابی ہو گی"۔

نمازِ جمعہ کے بعد آثار شریف حضرت بَل میں تیسری تقریر۔

۱۳؍جنوری ۱۹۶۴ء کو نمازِ جمعہ کے بعد حضرت بَل میں ایک اجتماع عظیم کے سامنے تقریر کرتے ہوئے شیخ محمد عبداللہ نے فرمایا۔

"بہنو، بھائیو اور بزرگو!

میں نے گزشتہ روز آپ سے وعدہ کیا تھا کہ ہفتہ کے دوران کہیں نہ کہیں تقریر کی جائے گی مگر موسم کی خرابی کے علاوہ میری اپنی طبیعت بھی ناساز رہی اور میں نزلہ وغیرہ میں مبتلا رہا اور اس کا اثر ابھی تک باقی ہے چنانچہ کئی دوستوں کا یہ خیال تھا اور حکیموں اور ڈاکٹروں نے بھی یہی مشورہ دیا تھا کہ اس حالت میں میں تقریر نہ کروں مگر چونکہ غلط فہمیاں پھیلانے والے چاروں طرف شرارت آمیز حرکات کر رہے ہیں اس لئے میں نے خاموش رہنا مناسب نہ سمجھا اخبار کے ذریعہ بھی اپنے خیالات دوسروں تک پہونچائے جا سکتے ہیں مگر ہمارے پاس اس وقت کوئی اخبار نہیں جو اخبار ہمارے ساتھ تعاون کرتے تھے ان کی اشاعت یا تو جبراً روک دی گئی ہے یا ان کے راستہ میں مشکلات پیدا کر دی گئی ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ تحریر و تقریر کی اسی آزادی کے حصول کے لئے ہم پچیس سال

مصروف جدوجہد رہے اور اسے حاصل بھی کر لیا گیا تھا مگر اب پھر اُسے چھین لیا گیا ہے اس کے برعکس مخالفین کے پاس ریڈیو اسٹیشن، اخبارات اور پروپگنڈا کے جملہ ذرائع ہیں۔ ایسی حالت میں عوام کو حالات سے بے خبر رکھنا مناسب نہ تھا اس لئے باوجود خرابی صحت کے میں آپ کے روبرو چند باتیں کہنے کے لئے آگیا ہوں۔ گزشتہ دن جو دوست جلسہ میں شرکت کے لئے آئے تھے انہیں ٹرانسپورٹ کا کوئی ذریعہ میسّر نہ آیا اور جب جلسہ گاہ سے واپس گئے تو بھی ان کو بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ حکمران پارٹی کا کارنامہ تھا اور اصل میں ایسے حربے وہی لوگ استعمال کرتے ہیں جو چھوٹے ہوں۔ دوسری طرف ہم پر پابندیاں لگادی گئی ہیں اور گزشتہ ۱۲ سال سے حق پسندوں کو جیلوں میں ڈال دیا گیا ہے یہی نہیں بلکہ ان کی ٹانگیں توڑی جاتی ہیں، ذبح خانے لے جایا جاتا ہے اور ان کی عزت و آبرو خاک میں ملائی جاتی ہے اور ان تمام بدسلوکیوں کے باوجود ان کی کوئی داد فریاد سنی نہیں جاتی مگر مخالفین کو اس کے برعکس نہ صرف کشمیر بلکہ ہندستان میں بھی ہمارے خلاف پروپگنڈا کرنے کی تمام سہولتیں حاصل ہیں۔

تحریک کا مقصد:۔ "کشمیر کی سیاسی تحریک جو ۱۹۳۱ء سے شروع ہے اس میں سب سے زیادہ قربانیاں ہم نے دیں۔ گولیاں کھائیں، لاٹھیاں برداشت کیں، ٹکٹکی پر چڑھے، جرمانے ادا کئے۔ جیلوں میں رہے اور قید و بند کی کٹھنیاں جھیلیں۔ غرض وہ کون سے مصائب تھے جو راہِ آزادی میں نہ اٹھائے۔ تحریک نے وسعت پاکر مسلم کانفرنس سے نیشنل کانفرنس کی صورت اختیار کی اور یہاں کے غیر مسلموں کو بھی ہم نے دعوتِ شرکت دی اور عوام نے اس کے جھنڈے تلے اپنی جد و جہد جاری رکھی۔ آخر اس تحریک کا مقصد کیا ہے اور یہ جد و جہد کس غرض سے جاری رکھی گئی ہے۔ وہ ایک ہی مقصد ہے یعنی عوام کے لئے حقِ خود ارادیت حاصل کرنا ان کو ہر قسم کے استحصال، لوٹ کھسوٹ سے آزادی دلوانا اور اپنی قسمت آپ بنانے کے اختیارات ان کے لئے حاصل کرنا۔ انہی مقاصد کے حصول کی خاطر ہمارے نوجوانوں، بوڑھوں، مردوں، بہنوں اور بچوں نے وقتاً فوقتاً مالی اور جانی قربانیاں پیش کیں۔ اور اسی بلند نصب العین کے لئے آگے بڑھتے گئے۔ یہ تحریک جاری کر کے ہم نے کوئی کھیل یا ڈرامہ پیش نہیں کیا نہ یہ تحریک کسی ایک فرقہ یا گروہ سے

ہی تعلق رکھتی تھی بلکہ ریاست میں بسنے والے تمام مسلمان، ہندوؤں، سکھوں، بدھوں اور عیسائیوں کی یہ متحدہ تحریک تھی اور اس سے سب کا بھلا مقصود تھا۔

تحریک کی حمایت:۔ "تحریک اپنا سفر طے کرتی گئی اور "نیا کشمیر" کا منصوبہ ہمارے پروگرام کا جزو لاینفک قرار پایا۔ سوپور کے سالانہ اجلاس میں جہاں پنڈت جواہر لال نہرو، مولانا ابوالکلام آزاد، خان عبدالغفار خاں، خان عبدالصمد خاں اور کئی دوسرے چوٹی کے ہندوستانی رہنما موجود تھے۔ نیشنل کانفرنس نے صاف اور واضح الفاظ میں عوام کے حق خود ارادیت کو واحد نصب العین کے طور پر قبول کر لیا تھا ۱۹۴۶ء میں وزارتی مشن ہندوستان آیا تھا اس کے سامنے میں نے جو یادداشت پیش کی تھی اس میں بھی بتایا گیا تھا کہ ریاستی عوام کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا حق مہاراجہ کو نہیں بلکہ یہاں کے لاکھوں عوام کو حاصل ہے۔ اسی مطالبہ کی حمایت انڈین نیشنل کانگریس نے بھی کی تھی تحریک کے دوران جب مجھے گرفتار کیا گیا تو پنڈت نہرو نے اپنے آپکو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا اور اس کے بعد جب مہاراجہ کی حکومت نے میرے خلاف بغاوت کا مقدمہ چلایا تو پنڈت نہرو نہ صرف یہ کہ بذات خود بطور

وکیل عدالت میں حاضر ہوئے بلکہ مرحوم آصف علی کو مقدمہ کی پیروی کے لئے مقرر کیا غرض پنڈت نہرو نے میرے اس موقف کی پوری حمایت کی جس میں عوام کے حقِ خود ارادیت کو کشمیر کا آخری مطالبہ قرار دیا گیا تھا۔ میرے خلاف چلائے گئے مقدمہ کی تمام کاروائیاں اور روائداد میں اور اس سلسلہ میں میرا بیان ان تمام حقائق کا شاہد ہے جسے بعد میں کتابی صورت میں شائع کیا گیا اور پنڈت نہرو نے خود اس کا پیش لفظ لکھا اور اس پیش لفظ میں بھی کشمیری عوام کے حقِ خود ارادیت کو تسلیم کیا۔

ہند کشمیر تعلقات کی بنیاد:۔ "ان تعلقات کو دہرانے سے میرا مقصد یہ ہے کہ آپ کے ذہن نشین یہ دو باتیں کروں ایک یہ کہ کشمیر کے حقِ خود ارادیت کا مطالبہ ہماری ستائیس ۲۷ سالہ تحریک آزادی کی جدوجہد کا مرکز و محور رہا ہے اور دوسری یہ کہ حقِ خود ارادیت کے اسی مطالبہ کی تحریک کو انڈین نیشنل کانگریس اور اس کے چوٹی کے رہنماؤں گاندھی جی، پنڈت نہرو، راجگوپال اچاریہ، مولانا آزاد، ڈاکٹر امبیدکر وغیرہ کی مسلسل تائید و حمایت حاصل رہی ہے اور ملک کی تقسیم کے وقت بھی کانگریس ہمارے اس حق کی مکمل تائید

میں تھی اور یہی وجہ ہے کہ جب اکتوبر ۴۷ء میں قبائلیوں نے کشمیر پر حملہ کرکے اُسے حق خود ارادیت سے محروم کرنا چاہا تو ہم نے ان کا سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا اور حکومت ہند نے بھی ہمارے اسی موقف کی حمایت میں ہماری مدد کے لئے فوج بھیجی اس کے ساتھ ہی بار بار اس امر کا اعلان بھی کیا کہ یہ فوجی امداد حق خود ارادیت کی حفاظت کے لئے دی جارہی ہے چنانچہ فوجی امداد بھیجنے کے دوسرے ہی روز پنڈت نہرو نے آل انڈیا ریڈیو پر تقریر کرتے ہوئے اس کی حمایت کی اور کہا کہ کشمیر میں فوج اس لئے نہیں بھیجی گئی کہ اس پر قبضہ کیا جائے۔ کشمیر کے باشندے کوئی بھیڑ بکری نہیں ہیں اور وہاں کے چالیس لاکھ باشندوں کو پوری پوری آزادی ہے کہ وہ اپنے ملک کا فیصلہ اپنی مرضی سے کریں۔ اسی ذہنی مناسبت اور اصولوں کے باہمی اشتراک کا یہ نتیجہ تھا کہ ہمارے اور حکومتِ ہند کے درمیان روابط اور تعلقات قائم ہوئے اگر آج ہندستان اور کشمیر کے باہمی تعلقات کی اس بنیاد کو رائے شماری سے انکار کرکے اکھیڑا جاتا ہے تو پھر اس کی ذمہ داری کس پر ہے۔ دوستی کی بنیاد ہمیشہ اس پر ہوتی ہے کہ ایک دوسرے کے جذبات اور احساسات کا احترام کیا جائے مگر جب ہمارے حق خود

ارادیت ہی سے انکار کیا جائے تو پھر محبت اور دوستی کی بنیاد کیسے باقی رہ سکتی ہے یہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے اور ہم اس سے کیسے مستثنیٰ ہو سکتے ہیں کہ جو کوئی کسی مظلوم ملک کی حمایت کرتا ہے اس کے لئے مظلوم ملک کے عوام کے دلوں میں محبت اور احترام کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور جو کوئی اس کے خلاف عمل کرتا ہے تو وہ جذبات باقی نہیں رہتے۔ ہندستان کے ساتھ تعلقات کی ابتدا اس اصول پر ہوئی تھی مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ حکومتِ ہند نے جو روش اختیار کی اس سے ہمارے جذبات محبت اور دوستی کو بُری طرح چوٹ لگی۔ میں آج ہندستان کے مقتدر رہنماؤں سے اپیل کرتا ہوں کہ ریاست کشمیر کے باشندوں کے جن حقوق کی حمایت وہ ہمیشہ سے کرتے چلے آئے ہیں اسے نظر انداز نہ کریں جب مسئلہ کشمیر کو حفاظتی کونسل میں لے جایا گیا تو اس میں بھی ہندستان کے نمائندوں شری گوپال سوامی آئنگر اور مسٹر بی۔ این راؤ، وغیرہ نے کشمیریوں کے اس حق کی حمایت کی اِدھر ہندستان میں بھی سردار پٹیل آنجہانی، پنڈت نہرو اور دوسرے چوٹی کے لیڈروں نے پارلیمنٹ کے اندر اور باہر یہی کہا کہ کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کشمیری

عوام اپنی مرضی سے کریں یہ سب اعلانات ریکارڈ میں موجود ہیں ۵۳ء میں میری گرفتاری کے بعد جب دہلی میں پاکستان اور ہندستان کے وزرائے اعظم ملے اور کشمیر کے مسئلہ پر بات چیت کرنے کے بعد انہوں نے مشترکہ بیان جاری کیا تو اس میں بھی اسی موقف کو بطور بنیاد تسلیم کیا گیا میں اس وقت جیل میں تھا بخشی غلام محمد نے بھی اپنی ایک تقریر میں اس کی تائید کی۔

امریکی سازش کا الزام :- آپ کو یاد ہو گا کہ جون ۵۳ء سے ہندستان و پاکستان کی حکومتوں کے درمیان اس موضوع پر بڑی سنجیدگی کے ساتھ خط و کتابت ہو رہی تھی کہ کشمیر کے قضئے کو پر امن طریقہ سے ہمارے حقِ خود ارادیت کے مطالبہ کے مطابق حل کیا جائے اس سلسلہ میں حکومتِ ہند کے ایما پر ہم نے چند تجاویز متفقہ طور پر پاس کر کے وزیر اعظم ہند کو پیش کیں اور میرے ساتھیوں میں سے کسی کو بھی ان سے اختلاف نہیں تھا مگر ایک سازش کے تحت ۹ اگست کی رات کو اچانک مجھے گرفتار کر لیا گیا۔ میں حیران تھا کہ یہ کیوں ہوا۔ گرفتاری کے وارنٹ کے ساتھ صدر ریاست کا ایک خط مجھے دیا گیا جس میں لکھا تھا کہ

کابینہ میں شدید اختلاف کے باعث ملکی نظم و نسق خراب ہو گیا ہے
اور صدر ریاست نے ان اختلافات کو دُور کرنے کی کوشش کی تھی
یہ تو بالکل جھوٹ ہے ۸ / اگست تک کوئی ایسی بات نہ تھی۔ بہرکیف
میری گرفتاری کے لئے جو یہ بہانہ تراشا گیا وہ بھی سخت جھوٹا تھا
بات اصل میں یہ ہے کہ میرے کابینہ کے ایک وزیر کے خلاف بہت
دنوں سے بدعنوانیوں کی شکایت تھی چنانچہ میں نے حقوق آئینی
کا استعمال کرتے ہوئے اس سے استعفیٰ طلب کیا تھا اور ۸ /
اگست ۵۳ء کو اس سلسلہ میں میں صدر ریاست سے ملا بھی
تھا اور یہ طے پایا تھا کہ ۱۰ / اگست ۵۳ء کو اکھٹے بیٹھ کر اس
جھگڑے کو نبٹائیں گے۔ کابینہ کے کسی رکن نے میرے سامنے کبھی
اختلاف کا اظہار نہیں کیا تھا بلکہ مجھے اس کا یقین دلایا گیا کہ کوئی
اختلاف نہیں جیسے کہ میں نے ابھی ابھی کہا ہے کہ جو تجاویز ہم نے
پاس کر کے وزیر اعظم ہند کو بھیجی تھیں ان سے کسی کو بھی اختلاف
نہیں تھا تو پھر صدر ریاست نے میری گرفتاری کے وقت خط
میں جو کچھ لکھا بالکل بہانہ سازی تھی۔ انہیں دہلی کے ہند
دستوں نے مشورہ دیا کہ کوئی بہانہ تراش لو تاکہ مجھے وزارت عظمیٰ

سے ہٹایا جائے۔ پہلے تو انہوں نے یہ کہہ دیا کہ انتظامی خامیاں تھیں پھر بین الاقوامی اغراض کے لئے میرے خلاف ایک نئی مہم شروع کر دی اور وہ یہ کہ میں نے امریکہ کے ساتھ کوئی سازش کی تھی اور میرا ارادہ یہ تھا کہ کشمیر کو ہندستان اور پاکستان کے خلاف ایک فوجی اڈا بنا دوں اور اس طرح دونوں ملکوں کی آزادی کو خطرے میں ڈال دوں۔ میرے ان "کرم فرماؤں" نے مجھ پر یہ الزام تو لگایا مگر خود ہندستان اور پاکستان کی خیر خواہی کا دم بھرتے ہوئے کہا کہ دراصل کشمیر کے قضیہ کا حل یہ ہے کہ عوام اپنی آزادانہ رائے سے ہندستان یا پاکستان کے ساتھ الحاق کا فیصلہ کر دیں دوسرے لفظوں میں منظرِ عام سے ہٹانے کے لئے مجھ پر تو یہ الزام لگایا کہ میں امریکہ سے سازش کر کے کشمیر کو بیرونی ممالک کے حوالہ کر دینا چاہتا ہوں مگر خود وہ رائے شماری کے ذریعہ الحاق کا فیصلہ کرانا چاہتے ہیں۔ میری گرفتاری کے خلاف جب عوام نے احتجاج کیا تو ان کو مارا پیٹا اور قتل کیا گیا اور جیل خانوں میں بند کیا گیا مگر اس کے ساتھ ہی عوام سے یہ کہا گیا کہ شیخ عبداللہ آرام کرنا چاہتا تھا اس لئے آرام کرنے کے لئے اُسے محل میں رکھا گیا ہے۔

"میرے خلاف سامراجی ملکوں کے ساتھ سازش کا الزام لگانے والے پانچ سال تک گلا پھاڑ پھاڑ کر چیختے چلاتے رہے اور دنیا کو یقین دلانے کی کوشش کرتے رہے کہ عبداللہ نے امریکہ کے ساتھ سازش کی ہے اور وہ کشمیر کو کوریا بنا کر یہاں قتل و غارت کا میدان گرم کرنا چاہتا ہے تمام اختیارات رکھتے ہوئے بھی یہ لوگ مجھ پر لگائے گئے الزامات کا ایک حرف بھی ثابت نہ کر سکے۔ ہمارے صادق صاحب کا تو ہندوستان کے اخبارات کو بیان دیتے دیتے گلا خشک ہو گیا تھا کہ کاغذات مرتب کئے جا رہے ہیں مگر بے نتیجہ اور کچھ روز بعد وہ خود بھی لاپتہ ہو گئے۔ میں آج بھی الزام ثابت ہونے پر ہر قسم کی سزا بھگتنے کو تیار ہوں۔

فرقہ پرستی کا الزام:۔ اب جبکہ یہ جاہ پسند اور زبردست لوگ سازش کا ڈھونگ کھڑا کر کے اسے ثابت نہ کر سکے اور ہماری مظلومیت کے ساتھ دنیا کے عوام کی ہمدردیاں بڑھتی گئیں تو یہ سوچ میں پڑ گئے کہ اپنے ظلم کو حق بجانب قرار دینے کے لئے اب کونسا پینترا بدلیں چنانچہ میری رہائی سے پہلے ہی انہوں نے سوچ سمجھ کر ایک نیا الزام تراشا اور وہ الزام فرقہ پرستی کا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ مجھے فرقہ پرست ظاہر کر کے عوام کو دھوکا دیں تاکہ جو ہمدردیاں

وہ میرے ساتھ رکھتے ہیں ان کو ختم کر دیا جائے اور حقِ خود ارادیت کے متعلق ہمارا جو زاویہ نظر ہے اُسے وہ سمجھ ہی نہ پائیں میں حیران ہوں کہ رہائی سے آج تک میں نے وہ کون سی بات کی ہے جسے فرقہ پرستی پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ مسجد میں اگر نماز پڑھنا، آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور عوام کو پند و نصیحت کرنا اور اُنہیں صحیح حالات اور پوزیشن سے آگاہ کرنا یہ کیسی فرقہ پرستی ہے۔ میرے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ ہمیشہ سے میرا یہ معمول ہے۔ فرقہ پرستی اور قوم پرستی کا یہ معیار نہیں کہ کوئی شخص اپنے مذہبی فرائض انجام دے تو اسے فرقہ پرست قرار دے دیا جائے میں تو یہ دل سے چاہتا ہوں کہ مسلمان ہو یا ہندو یا سکھ ہر شخص پوری پابندی کے ساتھ اپنے مذہبی فرائض ادا کرے اور تمام مذاہب [illegible] پر قائم رہنے کی تلقین کی ہے اسے مشعلِ راہ بنائے تو وہ سچائی ملک اور قوم کے لئے مفید ثابت ہو گی۔

"الزام تراشیاں کرنے والوں نے ہندوستان کے کونے کونے میں جا کر میرے خلاف جھوٹ کا ڈھنڈورا پیٹا اور وہ آج بھی اس سے باز نہیں آتے مگر میرے لئے اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ ہندوستان کے گاندھی وادیوں میں سے کسی ایک نے ان کے اس جھوٹ

کا ساتھ دیا اور وہ خود بھی میرے خلاف جھوٹا پروپگنڈا کرنے لگے حالانکہ یہ امر واقعہ ہے کہ گاندھی جی نے سچائی کی تعلیم دی تھی اور اسی سچائی کی خاطر انہوں نے اپنی جان عزیز تک قربان کردی۔ گاندھی جی کے ان پیرؤوں سے پوچھا جائے کہ انہوں نے میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں روا رکھا۔"

"مجھے اپنی قوم پروری اور انسانیت دوستی کا نیا ثبوت نہیں دینا۔ جب یہاں آزمائش کا وقت آیا تھا اور ہمارے ہندو اور سکھ بھائی بہن زہر کی پڑیاں ہاتھ میں لئے تیار بیٹھے تھے تاکہ اپنی عزت بچا سکیں تو حضرت محمد صلعم کا ایک ادنیٰ اُمتی ہونے کی حیثیت سے میں نے مسلمانانِ کشمیر کو للکار کر کہا کہ وہ اپنے ہندو سکھ بھائی بہنو کے جان و مال اور ان کی عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہوجائیں اور تاریخ گواہ ہے کہ اُنہوں نے ایسا ہی کیا اور یہ وہ وقت تھا جب قوم پرستی کے بڑے بڑے دعویدار مکانوں اور غاروں میں منہ چھپانے پڑے تھے اور جموں کے وہ لوگ جو آج مجھے قوم پرستی کا سبق پڑھانے نکلے ہیں اپنے مسلمان بھائیوں کو تہ تیغ کر رہے تھے اس نازک مرحلہ پر ہم نے اپنے فرائض جس طریقہ سے انجام دئے

وہی ہماری قوم پروری اور انسان دوستی کا ایک روشن ثبوت ہے اور وہی ہمارا دین ہے۔ ہم نے اس وقت اقلیت کی حفاظت کی جب مجھ پر فرقہ پرستی کا الزام لگانے والے لیڈر دم دبا کر میدان سے بھاگ رہے تھے یا جموں میں بھیڑ بکریوں کی طرح مسلمانوں کو قتل کر رہے تھے وہ اس وقت اپنی قوم پرستی کے زعم میں شیخ عبداللہ کو فرقہ پرست ٹھہراتے ہیں مگر اپنے گریبان میں منہ ڈالکر نہیں دیکھتے یہ وہی قوم پرست ہیں جنہوں نے گاندھی جی کی شہادت پر مٹھائی تقسیم کی تھی اور کھلم کھلا خوشیاں منائی تھیں اگر یہی قوم پرستی ہے تو میرا اسے دور سے سلام!

"یہ عجیب منطق ہے کہ جب یہاں کی اقلیت کا جان و مال خطرے میں تھا اور میں اس کے جان و مال کی حفاظت کے لئے سینہ سپر ہو گیا تو مجھے قوم پرست کہا گیا مگر جب اکثریت کے وجود کو خطرہ لاحق ہوا اور میں اس کی حفاظت کے لئے آگے بڑھا تو مجھ پر فرقہ پرست ہونے کی مہر لگا دی گئی۔ قوم پروری اور فرقہ پرستی کا یہ معیار محض خود ساختہ ہے اور ان لوگوں کے دماغ کی اختراع ہے جو چند ٹکوں کے عوض اپنا عقیدہ اور دین و ایمان فروخت کر دیتے ہیں یاد رکھئے

ایسے لوگ کبھی قوم پرور نہیں ہو سکتے اور وہ خود پرست اور غرض پرست ہیں۔ دین دھرم بیچنے والے ایسے بہت ملیں گے مگر مجھ سے ایسی امید مت رکھئے۔

وعدوں کی پابندی:۔ "کچھ لوگ آج یہ کہتے پھرتے ہیں کہ میں نے پنڈت نہرو کے ساتھ ہاتھ ملایا تھا اور کچھ وعدے کئے تھے مگر انہیں توڑ ڈالا۔ جن لوگوں کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ قرآن مجید کیا ہے وہ قرآن مجید کی اُن آیات کا اپنے من گھڑت الفاظ میں حوالہ دے رہے ہیں جو وعدوں اور ان کے ایفا کرنے کے بارے میں ہیں۔ میں اُن پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں اور وعدہ وفائی کے متعلق انشاء اللہ احکاماتِ قرآنی کی تعمیل کروں گا اور میں بخوبی واقف ہوں کہ وعدوں کے متعلق قرآنی احکام کیا ہیں اور میں یہ بھی بتا دوں گا کہ وعدہ شکنی کس نے کی میں نے یا دوسروں نے کی۔ وعدہ ہمیشہ دو طرفہ ہوتا ہے یکطرفہ نہیں ہوتا اور فریقین میں سے جو بھی پہلے وعدہ شکنی کرتا ہے وہی مورد الزام ہوتا ہے دوسرا فریق اس سے بری ہو جاتا ہے ۲ نومبر ۱۹۴۷ء کو جب جب حکومت ہند نے فوجی امداد دی تو کیا اس وقت حکومت ہند کی

طرف سے یہ وعدہ نہیں کیا گیا تھا کہ امن بحال ہونے پر کشمیری عوام کو اس کا موقعہ دیا جائے گا کہ وہ اپنی مرضی سے کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کریں اس وعدے کا کیا ہوا وہی تو سب سے بڑا وعدہ تھا اور جب اسی بنیادی وعدے کو خود ہی جھٹلایا جا رہا ہے تو پھر دوسروں پر وعدہ شکنی کا یہ الزام کیسا۔ اسی ایک وعدہ شکنی پر کیا منحصر ہے اس قسم کے کئی وعدے کئے گئے اور توڑے گئے لیکن اس کے باوجود مجرم ہمیں قرار دیا جاتا ہے۔ میں مطالبہ کرتا ہوں کہ اس کی تحقیقات کی جائے کہ وعدہ شکن کون ہے؟ کیا ۹ اگست ۵۳ء کو ہماری گرفتاری اور اس کے ساتھ ہی نہتے عوام پر گولیوں کی بارش بجائے خود وعدہ شکنی نہیں۔

سرداری عوام کا حق:۔ "۳۱ء سے آج تک سرداری عوام کا حق ہے اور اس کی تائید متعدد بار کانگریس نے کی مگر کیا یہ تائید اسی وقت تک تھی جب مہاراجہ ہری سنگھ یا کوئی اور ہمیں حقِ خود ارادیت سے محروم رکھے ہوئے تھا اور اب جبکہ اس کا مطالبہ حکومت ہند سے کیا جا رہا ہے تو اس کی تاویلیں کی جا رہی ہیں اور اس سے انکار کیا جا رہا ہے یاد رکھیے! شیخ عبداللہ کو سامراجی

ایجنٹ کہا جائے یا فرقہ پرست یا اس پر کوئی اور الزام لگایا جائے مگر وہ اپنی راہ سے بھٹکنے والا نہیں اور ایک کشتی کیا ایسے لاکھوں کشتیوں کی دستار بندی کی جائے، کشمیریوں کے مطالبہ میں اس سے کوئی فرق نہیں آئے گا۔ میں نے ہندستان سے بار بار یہ کہا کہ شیخ عبداللہ اب بھی وہی ہے جو ۱۹۴۷ء میں تھا۔ میں اپنے ساتھیوں سمیت اُس وقت بھی انسانیت کے لئے جنگ لڑ رہا تھا اور آج بھی لڑ رہا ہوں۔ ہمارا مسلک بے لوث خدمت رہا ہے اس میں ہم نے کبھی مذہبی امتیازات کو روا نہیں رکھا ہم اس ارشاد نبوی پر چل رہے ہیں کہ خَیرُ النَّاسِ مَنْ یَنفَعُ النَّاسَ۔ میں جس حق کا مطالبہ کرتا ہوں وہ مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ کشمیر کے تمام ہندوؤں، سکھوں اور بودھوں کے لئے بھی ہے۔ اس جنگ میں میرے یہ دوست بھی شریک تھے جو آج میرے خلاف ہیں۔ اگر فرقہ پرستی کا الزام مجھے کوئی اور دیتا تو کوئی پرواہ نہ ہوتی مگر الزام انہوں نے ہی لگایا ہے جو اپنے دل میں اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم فرقہ پرست نہیں۔ اس کا کسے علم نہیں کہ کشمیر کا مزاج فرقہ پرستی سے بالاتر رہا ہے افسوس تو یہ ہے کہ ہمارے ہی چند ساتھی چند

فرقہ پرستوں کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں ان میں سے ایک طبقہ یہ بھی کہتا ہے کہ ہندستان ایک بڑا ملک ہے بہت مالدار اور طاقتور ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے ملکوں کے ساتھ اس کے مضبوط تعلقات ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ہندستان کی بڑائی مال و دولت اور طاقت کی زیادتی میں نہیں بلکہ اخلاقی بلندی اور روحانی طاقت میں ہے۔ بہر حال وہ لوگ ہمیں مرعوب کرنا چاہتے ہیں تاکہ ہم حق کے اظہار اور انصاف کے مطالبہ میں کمزور پڑ جائیں وہ مسلمان جو خدا پر ایمان رکھتا ہے اور رسول اللہ صلعم کے ارشاد پر عمل کرتا ہے دنیا کی کسی طاقت سے مرعوب اور خائف نہیں ہوتا وہ حق و صداقت پر اس طرح قائم رہتا ہے جس طرح حضرت حسینؑ کربلا کے میدان میں ارہے تھے وہ جھوٹ کے سامنے کبھی گردن خم نہیں کرتا۔ اگر ہم حضرت امام حسینؑ کے اُسوہ حسنہ پر قائم رہیں تو اپنا حق منوا سکتے ہیں۔

گرفتاری سے مسئلہ حل نہیں ہوتا:۔ "ہندستان کے فرقہ پرستوں اور فرقہ پرست جماعتوں نے حکومتِ ہند کو یہ مشورہ دیا ہے کہ مجھے دوبارہ گرفتار کر لیا جائے۔ کانگریس حکومت اور پنڈت نہرو اُن کے اس فرمان کی تعمیل کریں گے یا نہیں اس کا تو مجھے علم نہیں مگر

اتنا ضرور ہے کہ مجھے قید کریں یا نہ کریں اس سے میرے موقف میں کوئی فرق نہ آئے اور میں نے جو آواز بلند کی ہے آخری دم تک بلند رہے گی۔ حق کے لئے برابر لڑتا رہونگا۔ جھوٹ اور تنگ نظری کے ساتھ ہم سمجھوتہ نہیں کر سکتے۔ یہ فرقہ پرست جماعتیں ہندستان کو تباہ کر دیں گی ان کا نظریہ ہی ملک گیرانہ ہے ہم انسانوں میں اتحاد اور اخوت پیدا کرنے کے قائل ہیں۔ اور تنگ نظری سے بالاتر ہو کر مطالبہ کر رہے ہیں کہ کشمیر کا مسئلہ حل کرو، مگر بخشی صاحب اور صادق صاحب کہتے ہیں "ہم نے کشمیر کا فیصلہ کر ڈالا ہے" اس سے تو کشمیر کا فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ دنیا جانتی ہے کہ کشمیر کا جھگڑا طے نہیں ہوا اور دنیا کے سب نیک دل اور انصاف پسند لوگ یہ جانتے ہیں کہ یہ جھگڑا طے پایا جائے۔ ہندستان اور پاکستان کے عوام کی بھی یہ خواہش ہے کہ جسطرح بھی ممکن ہو کشمیر کے تنازعہ کو ختم کرنے کی صورت نکالی جائے اور ریاست جموں و کشمیر کا ہر باشعور انسان یہ تمنا رکھتا ہے کہ وہ اپنی رائے کا آزادانہ استعمال کرے اور مسئلہ کشمیر کو ایسے طریقہ سے حل کرے جو تمام فریقوں کے لئے باعزت اور قابل اطمینان ہو۔ ہم انسانیت کے وقار کو بلند کرنے

کے لئے میدانِ عمل میں اترے ہیں اس میں کسی ایک فرقہ کو خصوصیت حاصل نہیں اور مسلمان، سکھ، ہندو اور بودھ سبھی برابر ہیں۔ میرا مطالبہ ان سب کی طرف سے ہے البتہ وہ چند افراد جو جھگڑے کو جاری رکھ کر سودابازی کرتے ہیں وہ اسے ختم کرنے کے حق میں نہیں۔ میں تمام باشعور محبّان وطن سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ مسئلہ کشمیر کو حل کرنے میں ہمارا ہاتھ بٹائیں اور قطعی طور پر اس سوال کو حل کرکے ریاست جموں وکشمیر کے عوام کو غیر یقینی حالت کے عذاب سے نجات دلائیں۔ ہم کشمیر کے جھگڑے کو اطمینان بخش صورت سے چکانا چاہتے ہیں اس سلسلہ میں ہمیں آج کسی کی دشمنی منظور نہیں۔ میرے بعض ہندستانی دوستوں کا یہ خیال ہے کہ میں جب جیل سے باہر آیا تو میں نے پاکستان کو برا بھلا کیوں نہیں کہا گویا ان کے خیال کے مطابق میرے لئے یہ لازم تھا کہ پاکستان کی طرف منہ کرکے گالیاں دینا شروع کردیتا۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ میں آپ حضرات کو بھی یہ تلقین کرتا ہوں کہ نہ پاکستان کو برا کہیں نہ ہندستان کو اور نہ کسی دوسرے کو بلکہ اس امر کی کوشش کریں کہ ہندستان اور پاکستان کے درمیان تعلقات زیادہ سے زیادہ خوشگوار اور دوستانہ ہوں تاکہ کشمیر کے

دس سالہ قضیہ کو طے کرنے میں اس سے مدد ملے۔ ہندستان اور پاکستان کے درمیان کشیدہ تعلقات پورے ایشیا کے لئے ایک زبردست خطرہ ہیں۔ خصوصاً جب دو زبردست طاقتیں دنیا میں ایک دوسری کو ہڑپ کرنا چاہتی ہوں۔ ظاہر ہے کہ ایشیا کی طاقتیں بہت کمزور ہیں اس لئے ہر محب وطن کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ کشمیر کے قضیہ کو صُلح و امن کے ساتھ طے کرانے کی سعی کرے۔ یہ جھگڑا فوج اور شمشیر سے حل نہیں ہوگا بلکہ آپس کی دوستی سے۔ یہاں کس کی حکومت ہے مجھے اس سے غرض نہیں۔ مجھے خواہ فرقہ پرست کہا جائے یا سامراجی ایجنٹ، مگر میری کوشش یہی ہے کہ یہ قضیہ جلد سے جلد طے ہو اور مجھے یقین ہے اس میں ہر محب وطن کی تائید و حمایت حاصل ہے اور ہونی بھی چاہئے البتہ ایسے لوگ حمایت نہیں کریں گے جو اس کی آڑ میں روپیہ پیسہ کماتے ہیں یا جو اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرتے ہیں۔

غلط فہمیاں:۔ ہندستان کا کروڑوں روپیہ یہاں خرچ کیا جاتا ہے اور اس کا مقصد جھگڑے کو کم کرنا نہیں بلکہ بڑھانا ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ غریب عوام کا روپیہ ایسی

بے دردی سے خرچ ہو۔ غلط فہمیاں پھیلانے کے لئے جہاں اور حربے اختیار کئے جاتے ہیں وہاں اخبار بھی ایک حربہ ہے۔ ہزاروں روپیہ ایسے اخبارات پر خرچ کیا جاتا ہے جو اس کا آلۂ کار بنتے ہیں کہ ہندوستان بھر میں غلط فہمیاں پھیلائیں یہاں سے غلط رپورٹیں باہر بھیجی جاتی ہیں غرض یہ جو کچھ ہو رہا ہے قوم اور ملک کی کوئی خدمت نہیں ہے۔ یہ حقیقت آپ کے ذہن نشین کرنا میرے بس کی بات نہیں۔ خدا آپ کو اور ہم کو عقل دے اور سچائی کے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا کرے جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں حق و انصاف کا برابر مطالبہ کرتا رہوں گا کیوں کہ میری زندگی کا بیشتر حصہ اسی جدوجہد میں گزرا ہے۔

حقِ خود ارادیت سے دست برداری ناممکن:۔ "میں بخشی غلام محمد اور صادق صاحب سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم میں سے کوئی بھی گھر میں بیٹھ کر اس ملک کا فیصلہ نہیں کر سکتا اور کوئی شخص خود بخود لیڈر بھی نہیں بن سکتا جب تک عوام اس کا ساتھ نہ دیں اور عوام اسی صورت میں ساتھ دے سکتے ہیں جبکہ ان کی خواہشات اور خیالات کی ترجمانی

کی جائے اور جس اصول کے لئے ہم نے جدوجہد شروع کی تھی اس پر قائم رہیں۔ کیا ہم اس حقِ خود ارادیت سے دست بردار ہو سکتے ہیں جس کے لئے ۱۹۳۱ء سے آج تک ہمارے ہزاروں نوجوان اپنی عزیز جانیں قربان کر چکے ہیں۔ میں آپ سے صرف یہی کہوں گا کہ یہ ملک ہمارا ہے اور اس کا فیصلہ بھی ہم کریں گے اور ہم سے مراد یہاں کے عوام ہیں۔ جن میں ہندو، مسلمان، سکھ اور بودھ سبھی شامل ہیں۔

جامع مسجد سرینگر میں تقریر۔

۷؍ فروری ۵۰ء کو بعد نماز جمعہ جامع مسجد سری نگر میں ایک مجمعِ عظیم کے سامنے پیر یوسف شاہ مخدومی نے شیخ محمد عبداللہ کی رسم دستار بندی ادا کی۔ اس کے بعد شیخ صاحب سوا دو بجے اسٹیج پر آئے اور تلاوتِ قرآن پاک کے بعد ذیل کے اشعار خوش الحانی سے پڑھے ؎

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی
نومید نہ ہو ان سے اے رہبرِ فرزانہ
کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی
اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی
دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی
آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

"محترم خواتین، بزرگو اور بھائیو!

آپ کو اس کا علم ہے کہ ساڑھے چار سال کے دوران جو کچھ پیش آیا اس سے ہمارے انتظامات درہم برہم ہو گئے نظر بندی سے رہائی کو آج ایک ماہ گزر چکا ہے اس عرصہ میں میں نے دو چار تقریریں کی ہیں اور اخباروں کو بیانات بھی دئے ہیں جس سے سری نگر کے عوام کو میرے خیالات کا اندازہ ہو گیا ہو گا۔ میں نے بھی آپ کے دلوں کی دھڑکنیں محسوس کی ہیں مگر بد قسمتی سے اپنی صحت کی خرابی اور موسم کی شدت کے باعث میں ابھی تک دیہات کا دورہ نہ کر سکا۔ انشاء اللہ عنقریب اس کی تلافی کی جائے گی۔

تین بنیادی باتیں :۔ "رہائی کے دن سے آج تک میں نے تین بنیادی باتوں کی تشریح کی ہے۔ پہلی یہ کہ کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ ابھی تک نہیں ہوا اگرچہ ہندستان کے بعض بزرگوں اور یہاں کے بعض دوستوں کا دعویٰ ہے کہ ریاست کے مستقبل کا فیصلہ ہو چکا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب تک آفتاب اور چاند آسمان پر چمکتے رہیں گے۔ ریاست ہندستان کا حصہ رہے گی لیکن میں پوچھتا ہوں کہ اگر یہ درست ہے تو پھر دس سال سے یہ جھگڑا ہندستان

پاکستان اور دنیا بھر کے لئے عمومی طور پر اور ریاست کشمیر کے لئے خصوصی طور پر پریشانیوں کا موجب کیوں بنا ہوا ہے۔ دنیا کو یہاں کے عوام کی یہ آواز گوش ہوش سے سننی چاہیئے، کہ یہاں کے باشندوں کو ابھی تک اپنے مستقبل کے فیصلہ کرنے کا موقعہ نہیں دیا گیا اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ریاستی باشندوں نے کوئی فیصلہ صادر کیا ہے وہ بے بنیاد اور غلط باتیں کہہ رہے ہیں دوسری بات جو میں نے اب تک پیش کی ہے وہ یہ کہ ریاست کے مسئلہ کا جلد سے جلد حل ہونا چاہیئے۔ اور ہمیں اپنے مستقبل کے متعلق فیصلہ کرنے کا موقعہ ملنا چاہیئے کیونکہ موجودہ غیر یقینی حالت میں ایک طرف ہندستان اور پاکستان کے کروڑوں انسانوں کو اور ان کے باہمی تعلقات کو خطرناک نقصان پہنچ رہا ہے اور دوسری طرف جموں اور کشمیر کے لوگ تباہ اور برباد ہو رہے ہیں تیسری بات جس کا بارہا ہم نے اعلان کیا ہے وہ یہ کہ اس ملک کا فیصلہ یہاں کے چالیس لاکھ عوام کریں گے جن میں ہندو، سکھ، بودھ، عیسائی اور مسلمان سبھی شامل ہیں اور صرف یہی فیصلہ ہمارے لئے قابل قبول ہوگا۔ میں نے یہی تین باتیں اس عرصہ میں آپ کے سامنے رکھی ہیں۔ جو

بالکل صاف اور واضح ہیں۔

اظہارِ حق کے لئے مصائب :۔ یہ سیدھی سادھی باتیں ہیں اور کوئی فلسفہ کے پیچیدہ مسائل نہیں ہیں یہ حق و صداقت پر مبنی ہیں اور واقعات و حقائق ان کا ثبوت پیش کر رہے ہیں۔ میں اس ملک کے عوام کی دلی خواہشات کی ترجمانی کے فرائض انجام دے رہا ہوں اور مجھے اس امر کا بخوبی احساس ہے کہ سچائی کا اظہار کرنے میں ہمیں مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا۔ اذیتیں دی جائیں گی اور مصائب کے پہاڑ ہم پر توڑے جائیں گے مگر عزم و استقلال کے ساتھ ہمیں ان سب کو برداشت کرنا ہوگا اور صبر و سکون سے کام لینا ہوگا۔

میرا جرم :۔ "۹ راگست ۵۳ء کو جب مجھے گرفتار کرنے کے بعد آپ سے یہ کہا گیا کہ شیخ عبداللہ نے امریکہ سے سازش کی تھی اور وہ یہاں کو ریاست بنانا چاہتا تھا جس سے یہاں کے لاکھوں انسان لقمۂ اجل ہو جاتے اس لئے اسے گرفتار کرنا ضروری تھا۔ میں ساڑھے چار سال خاموش رہا مگر میں نے ان سے اس کا مطالبہ کیا کہ اگر میں نے امریکہ سے سازش کی ہے تو اسے ثابت کرو

میں سزا بھگتنے کو تیار ہوں مگر جھوٹ کے پاؤں کہاں۔ اب بخشی صاحب نے دہلی جا کر یہ کہنا شروع کیا ہے کہ ۵۳ء میں شیخ عبداللہ کی جو گرفتاری عمل میں آئی تھی اس میں ہم اس لئے حق بجانب تھے کہ وہ کشمیر کے الحاق کو قطعی اور آخری نہیں سمجھتا تھا اور اب رہائی کے بعد اس نے جو تقریریں کی ہیں اور جو بیانات دیئے ہیں ان سے بھی یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر ۵۳ء میں یہی دلیل دی جاتی تو میں اسے کھلے بندوں تسلیم کر لیتا کیونکہ حقیقت یہی ہے مگر اس وقت سازش کی رٹ لگائی گئی اور اب یہ کہتے ہیں کہ بات اور تھی مگر میں آج بھی یہی کہتا ہوں کہ اس ملک کے مستقبل کا فیصلہ یہاں کے عوام کریں گے اس کے علاوہ میں کچھ نہیں کہتا۔ مجھے اس کا یقین نہیں آتا کہ ہندستان کشمیر کے چالیس لاکھ انسانوں کو دھوکا دینا چاہتا ہے اور یہ بھی ممکن نہیں کہ تمام دنیا کو دھوکا دیا جا سکے البتہ کچھ لوگ اس قماش کے ہیں جو گمراہ کر رہے ہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ وہ شیخ عبداللہ کو دھوکا نہیں دے سکتے انہوں نے فریب کا جال جو بچھایا تھا میں نے اس کا تار و پود بکھیر دیا ہے دنیا کو یہ جاننے کا حق ہے کہ ہندستان

ایسی عظیم جمہوریت اس ریاست کے چالیس لاکھ مظلوم انسانوں کو دھوکا میں رکھتی ہے یا ان کے ساتھ انصاف برت رہی ہے۔

ہندستان کے ساتھ ہمارے رشتہ کا یہ مطلب نہیں تھا کہ ہمیں ابتلا میں رکھا جائے بلکہ اس کی بناء گاندھی جی کی انسانیت، صداقت اور محبت کی تعلیم پر تھی۔ بلاشبہ ہندستان میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے گاندھی جی کی تعلیم کو پس پشت ڈال رکھا ہے اور وہی کشمیر کے باشندوں کی حق تلفی کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور ان کے راستہ میں رکاوٹیں پیدا کر رہے ہیں۔ میں ان سے کہتا تھا کہ تم غلط راستہ پر ہو چنانچہ انہوں نے میرے خلاف سازش کی جھتہ لیا اور اپنی فریب کاریوں سے انتہائی سختی کے ساتھ سچائی کے اظہار کو روکا۔

ناروا سلوک:۔ ۱۹۵۳ء میں جب مجھے گرفتار کیا گیا تو عوام پر سختی اور تشدد کیا گیا۔ بچوں، بوڑھوں، عورتوں، مردوں پر گولیاں برسائیں، ہزاروں انسانوں کو جیلوں میں بند کر دیا۔ اس وقت سے عوام کو تختۂ مشق ستم بنایا جا رہا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ کسی طرح ان کی آوازِ حق کو دبایا جائے بلکہ اب تو یہ دھمکی بھی

دی جارہی ہے کہ تلوار سے کام لیا جائے گا۔

فیصلہ صادر نہیں ہوا:۔ "کہا جارہا ہے کہ کشمیریوں نے اپنے مستقبل کا فیصلہ صادر کردیا ہے لیکن میں اس کی تردید کرتا ہوں اور ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ کشمیر کا کوئی فیصلہ تاحال کشمیری عوام نے صادر نہیں کیا ہے بلکہ ان کو ابھی تک فیصلہ صادر کرنے کا موقعہ ہی نہیں دیا گیا۔ میری اس آواز پر بعض دوست سیخ پا ہو رہے ہیں۔ ہمیں اس کا اندازہ ہے کہ حق کی آواز بلند کرنے پر ہمیں کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اور کیسی کیسی سختیاں برداشت کرنا ہوں گی۔ تاریخ گواہ ہے کہ جو لوگ حق کی راہ میں نکلتے ہیں۔ انہوں نے ہمیشہ سختیوں کا مقابلہ کیا مگر حق کے علم کو کبھی سرنگوں نہ ہونے دیا قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے جس کا مفہوم اور معنی یہ ہے کہ "مہاجر اور انصار جنہوں نے خدا اور رسول صلعم پر ایمان لانے میں ایک دوسرے پر سبقت کی اور جو لوگ خلوص کیساتھ آنحضرت صلعم کے قدم بہ قدم چلے اللہ تعالےٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیاب اور کامران کیا۔"

راہِ حق میں قربانیاں:۔ "حقیقت یہ ہے کہ جب دنیا پر سچائی

آشکارہ ہوتی ہے تو یہ قدرتی بات ہے کہ عوام اس کا ساتھ دیتے ہیں مگر جس جابر اور استحصالی طبقہ کے مفادات کو اس سے خطرہ لاحق ہوتا ہے وہ اس کے مقابلہ میں صفِ آرا ہو جاتے ہیں جو لوگ سچائی کا ساتھ دیتے ہیں ان کے پاس خلوص ہوتا ہے اور انہیں خار دار میدان سے گذرنا پڑتا ہے۔ یاد رکھئے ایمان والوں کیلئے یہی خار دار میدان گلزار بن جاتا ہے وہ خندہ پیشانی سے ہر سختی برداشت کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب مقاصد پاکیزہ اور بلند ہوں تو مصائب خواہ کتنے ہی تلخ کیوں نہ ہوں شہد سے بھی زیادہ شیریں لگتے ہیں اور عشاق ان مصائب کو خوشی خوشی برداشت کرتے ہیں۔ جب حضرت محمد صلعم نے مکہ معظمہ میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی آواز بلند کی تو سارا عرب اس کی مخالفت میں اُٹھ کھڑا ہوا حضرت ابوبکر صدیق رضؓ جو اس ملک کے رئیس تھے انہوں نے کہا کہ میں اس کی شہادت دیتا ہوں اور جب اُن سے کہا گیا کہ اگر اس بات پر شہادت دو گے تو سارا عرب ان کو اذیت پہونچانے کے درپے ہو جائے گا۔ ان سے سوال کیا گیا کہ دو باتوں میں سے ان کو کونسی پسند ہے۔ دنیا کی اذیت یا خدا کی رحمت تو انہوں نے جواب میں خدا کی رحمت کو قبول کیا

اس طرح جنگِ اُحد میں ستّر صحابۂ کرام رضؓ شہید ہوئے حضرت محمد صلعم دیکھنے کے لئے تشریف لائے کہ کون کون زخمی ہے ان میں حضرت سعد رضؓ بھی تھے جن پر جانکنی کی حالت طاری تھی صحابہ رضؓ نے ان سے دریافت کیا کہ کوئی وصیت کرنی ہے تو بتادیجئے انہوں نے جواب دیا کہ ان کی ایک ہی وصیت ہے اور وہ یہ کہ ان کا سلام حضرت محمد صلعم تک پہونچا دیا جائے اور سارے مسلمانوں کو بھی کہدیا جائے کہ وہ حضرت محمد صلعم پر اپنی جانیں قربان کر دیں اسی طرح ایک دوسرے صحابہ عمارہ بن زید رضؓ بھی تھے وہ اسی میدان جنگ میں زخمی پڑے ہوئے تھے جب ان پر جانکنی کی حالت طاری ہوئی تو حضرت محمد صلعم ان کے نزدیک پہونچے اور دریافت کیا اے عمارہ! کیا آپ کی کوئی خواہش ہے مجھے بتائیے۔ انہوں نے اس کے جواب میں کہا "یا رسول اللہ"! اور پھر سرکتے سرکتے حضور اکرمؐ کے قدموں تک وہ آپہونچے اور اپنا سر آنحضرت صلعم کے پاؤں پر رکھ کر کہنے لگے۔ رسول اللہ! یہی ایک خواہش تھی کہ جب میں مروں تو اس وقت آپ کی رحمت کی نگاہیں میرے چہرے پر ہوں اور میری نظر آپ کے روئے مبارک پر ہو۔"

"اگر میرا یہ دعویٰ ہے کہ میں حضرت محمد صلعم کا ادنیٰ اُمتی ہوں تو میری خواہش بھی یہی ہونی چاہئے اور سچائی کی آواز بلند کرتے ہوئے ہر قسم کے مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا چاہیئے"۔

شہداء کی وصیت:۔ قربانیوں کی تاریخ بیان کرتے ہوئے شیخ صاحب نے فرمایا۔

"۱۳ ر جولائی ۳۱ئ کو اس پاک مسجد میں جب ایک زخمی نے مجھے بلوایا تو میں اس کے قریب گیا اُس وقت اس کے گرد تمام رشتہ دار جمع تھے اور وہ دم توڑ رہا تھا۔ وہ نحیف و زار شہید مجھ سے کہنے لگا۔ "میں نے اپنا فرض پورا کر دیا اب آپ اپنا فرض پورا کریں اور سچائی کے جھنڈے کو سرنگوں نہ ہونے دیں"۔ اس شہید کی وہ آواز میرے دل و دماغ پر کندہ ہے بہر کیف جب ہمیں اپنے مقصد کی صداقت کا یقین ہے تو ہمارا ارادہ اٹل ہونا چاہیئے اور اپنے حق کے حصول کی خاطر جتنی بھی سختیاں اور صعوبتیں درپیش ہوں ان کو برداشت کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیئے اور جب تک جموں وکشمیر کا ایک فرد بھی زندہ ہے ہم اپنے حق خود ارادیت کے حصول کی خاطر جدوجہد جاری رکھیں گے۔ کیونکہ اس میں انسانیت کی خدمت مضمر ہے۔

صداقت پرستوں کا اصول: - جب آپ کو یقین ہے کہ کشمیر کے عوام کے لئے حق خود ارادیت سچائی پر مبنی ہے تو اس حق کی آواز کا دل و جان سے ساتھ دو اور اس پر قائم رہو اور پوری سنجیدگی کیساتھ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے جد و جہد کرو۔ سچے مسلمان کی طرح اپنا کردار بلند کرنے کی کوشش کریں۔ حق اور باطل کی اپنی اپنی خصوصیات ہوتی ہیں۔ حق کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ سنجیدہ اور باوقار طریقہ سے آگے بڑھتا ہے۔ لیکن باطل شور و شر چاہتا ہے۔ تاکہ سچائی کی آواز کانوں تک نہ جا سکے۔ مگر آپ کو اپنی آواز سکون اور امن کے ساتھ جاری رکھنی چاہئیے۔ اور اشتعال اور جھگڑے سے پرہیز کرنا چاہئیے۔ اسی میں آپ کی کامیابی ہے۔ جن لوگوں کی تحریک جھوٹ پر مبنی ہو ان کے پاس دلیل نہیں ہوتی ہے۔ وہ ہنگامہ اور فساد برپا کرنے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔ تاکہ وہ خوف و ہراس سے لوگوں کو دبا سکیں مگر آپ ہمیشہ اپنی جد و جہد کو سکون اور امن کے ساتھ جاری رکھیں انشاء اللہ کامیابی آپ کو نصیب ہوگی۔

شری مینن کی بیجا ناراضگی: - "جب میں نے کشمیر کے مسئلہ کی

وضاحت حقائق کی روشنی میں کی تو یہاں کے دوستوں کے علاوہ ہندستان کی حکومت کے ایک وزیر کرشنا مینن بھی برافروختہ ہوئے۔ ان کے ساتھ کافی پرانے تعلقات ہیں اور میرے دل میں ان کا احترام ہے۔ ان کی تلخ باتوں سے اس احترام میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ ان کے علاوہ بھی ہندستان کے کچھ دوست اس حق بیانی پر مجھ سے ناراض ہیں۔ ان کے خیالات میں نے ٹھنڈے دل و دماغ سے سمجھنے کی کوشش کی اگر وہ معقولیت پر مبنی ہوتے تو یقیناً میں مان لیتا مگر ان میں سوائے دھمکیوں کے اور کچھ دکھائی نہ دیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا ہے کہ رائے شماری کا مطالبہ کرنے سے پہلے اپنا بوریا بستر باندھ لو۔ اور دشمنوں کے پاس چلے جاؤ۔ یہ دھمکی کاذگم (جنوبی ہند کی ایک جماعت کا نام) کی تحریک چلانے والوں کو بھی دی گئی۔ جب انہوں نے کہا کہ ہندستان کا آئین ان کیلئے قابل قبول نہیں تو پنڈت نہرو نے کہا تھا کہ اگر یہ بات ہے تو ہندستان سے چلے جاؤ۔ مسٹر کرشنا مینن نے اسی بات کو کشمیر میں دُہرادیا ہے میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ انہی کا ملک ہے آج تک ہم یہی سمجھ رہے تھے کہ سو سال پہلے مہاراجہ گلاب سنگھ نے

کشمیر کو خریدا تھا اور اس کے جانشین اس پر اپنا مالکانہ دعوئی جتاتے تھے۔ خدا کی مہربانی سے وہ تو ختم ہوا مگر شری کرشنا مینن تو اب بھی ایسی بات کرتے ہیں گویا کہ کشمیر آج بھی ان کا زرِ خرید ہے اور کہتے ہیں کہ نکل جاؤ ان سے میں سوائے اس کے کیا کہہ سکتا ہوں کہ وہ وزیرِ دفاع ہیں اور ان کے پاس بے پناہ فوجی طاقت ہے وہ چاہیں تو میرے سینے میں گولی مار سکتے ہیں لیکن مجھے وطن سے نہیں نکال سکتے۔ یہ وطن یہاں کے لوگوں کا ہے اور میں یہاں کے عوام کا ترجمان ہوں اس لئے وہ مجھے عوام کے حق کی ترجمانی اور مطالبہ رائے شماری سے خاموش نہیں کر سکتے۔ شری مینن کہتے ہیں کہ ہندستان کا آئین شیخ عبداللہ کی کوئی حفاظت نہیں کرے گا تو کیا پھر شری مینن کی ہی حفاظت ہندستان کا آئین کرے گا۔ اس اجارہ داری کے کیا کہنے۔ خیر میں پوچھتا ہوں کہ گذشتہ ساڑھے چار سال کے دوران آئین ہند نے میری اور کشمیری مظلومین کی کیا امداد اور حفاظت کی اب بقول شری مینن اگر آئین ہند میں یہاں کے عوام کا تحفظ نہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔

فرقہ پرستوں کے بیانات:۔ "ہمارے خلاف آج کل جن سنگھ، مہا سبھا، پرجا پریشد اور دوسری فرقہ پرست جماعتوں اور ان کے

لیڈروں سے بیانات دلوائے جا رہے ہیں۔ ایسے فرقہ پرستوں کی اصلیت کا ہمیں علم ہے یہ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ شیخ عبداللہ جب تک زندہ ہے ان کی فرقہ پرستانہ کوششیں کامیاب نہ ہوں گی اس لئے ان کی اس مخالفت کی قدر و قیمت سب کو معلوم ہے۔

۹ اگست ۵۳ء کو جب مجھے گرفتار کیا گیا تو اس کے چند روز بعد بخشی غلام محمد جموں گیا اور ایک جلسہ میں کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ "شیخ عبداللہ کے خلاف پنڈت پریم ناتھ ڈوگرہ اور بخشی صاحب کا مقصد ایک ہے اور اسی ایک مقصد کے لئے ہم دونوں یکجا ہوئے ہیں۔ پنڈت پریم ناتھ ایک قومی ہیرو ہے"۔ حالانکہ یہی پنڈت پریم ناتھ ڈوگرہ ہیں جو ۴۷ء میں جموں کے لاکھوں مسلمانوں کو گھر سے بے گھر کرنے اور ہزاروں کو قتل و غارت کرنے والے فسادی گروہ کے سنچالک تھے۔ یہی نہیں بلکہ تمام ہندوستان میں فرقہ پرستانہ تحریک چلا کر ۵۳ء میں ہندو کشمیر کے باشندوں کے تعلقات پر کاری ضرب لگائی۔ اب وہ اور بخشی صاحب ایک ہو رہے ہیں۔

مصیبت میں استحملت:۔ "مجھے اور میرے ساتھیوں کو یہ دھمکیاں دی جا رہی ہیں کہ جیل میں بند کر دیا جائے گا اور دوسرے

حربے اختیار کئے جائیں گے مگر ہم تو ۳۱ء ہی سے یہ سب کچھ دیکھتے چلے آئے ہیں۔ میں شری مینن سے یہ گزارش کروں گا کہ ۲۲ سال سے ہمیں ان تمام حربوں کا تجربہ ہے اگر آج وہ پھر ان کا مزید تجربہ کرنا چاہتے ہیں تو ہم حاضر ہیں۔

"۵۳ء میں ہمارے چند ساتھیوں نے قوم اور ملک سے بے وفائی کی اور قومی کارکنوں کو یا تو جیلوں میں بند کر دیا یا دوسرے حربوں سے ان کا رشتہ ہم سے توڑنے کی کوشش کی مگر یہ خدا کی مہربانی ہے کہ اس نے نئے نئے کارکن پیدا کر دئیے اور انہوں نے اس تحریک کو جاری رکھا۔ مصائب و آلام میں خدا کی کوئی نہ کوئی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کے دلوں میں میری طرف سے جو کدورت تھی وہ مختلف نوعیت کی تھی اور وہ برسوں سے چلی آتی تھی لیکن ۵۳ء کی گرفتاری کے بعد خدا کی مہربانی سے وہ دور ہو گئی اور اس وقت ہمارے اندر جو اتحاد اور یک جہتی اور میل جول پایا جاتا ہے اسے ہر وقت اور ہر حالت میں قائم رکھنے کی ضرورت ہے اور اسی میں ہماری کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔

ہمارے تمام اقدامات تابع رائے شماری تھے:۔" رہائی کے بعد

میں نے کافی کوشش کی کہ ہندستان کے حکمران لیڈر کسی دلیل سے مجھے قائل کریں کہ میں غلط راستہ پر ہوں، مگر اُن کی باتوں میں سوائے دھمکی اور تلخ گوئی کے مجھے کچھ نظر نہ آیا اور اب میں ان دھمکیوں اور تلخ گوئیوں کا کیا جواب دوں وہ کہتے ہیں کہ ہند سے الحاق کے متعلق ابتدا شیخ عبداللہ نے ہی کی تھی اور اب وہ ان وعدوں سے مکر گیا ہے میں ان سب سے مؤدبانہ یہ دریافت کرتا ہوں کہ کیا وہ سب کچھ رائے شماری کرانے کے وعدوں کے سیاق اور پس منظر میں نہیں کیا گیا ہم نے کوئی بات ایسی نہیں کی جس کا مقصد رائے شماری کرانے کے وعدوں سے انحراف ہو۔ الحاق کو عارضی تسلیم کیا گیا تھا اور رائے شماری کرانے کو ہر مرحلہ پر مقدم سمجھا جاتا رہا اس لئے میں نے جو کچھ کہا وہ تابع رائے شماری ہے اور ان وعدوں کے عین مطابق ہے جو ہم سے کئے گئے ۱۹۴۷ء میں جب قبائلیوں نے ریاست پر حملہ کیا تو اس وقت مولانا سعید مسعودی، مرزا افضل بیگ، بخشی غلام محمد، خواجہ محمد صادق کشمیر کے لیڈروں اور مہاتما گاندھی، پنڈت نہرو اور سردار پٹیل ہندستان کے لیڈروں نے سب کو یقین دلایا کہ جو فوجی امداد دی گئی ہے وہ رائے شماری کرانے کے

تابع ہے اور یہ طے پایا کہ جب حملہ آور کشمیر کی سرزمین سے نکل جائیں
گے اور ملک میں امن و امان بحال ہو گا تو الحاق کے متعلق رائے شماری
کی جائے گی اس کے بعد اس کے بارے میں حکومتِ ہند کے سب سے
زیادہ ذمہ دار ارکان اور لیڈروں نے اپنی تقریروں اور تحریروں
میں متعدد بار اس کی تائید و حمایت کی۔ اگر آج بھی ان تقریروں
اور تحریروں کا ریکارڈ دیکھا جائے اور وہ ریکارڈ موجود ہے تو معلوم
ہو جائے گا کہ ہر بات میں رائے شماری مشروط ہے ان حالات میں
رائے شماری کا مطالبہ کوئی نیا نہیں بلکہ یہ وہ مطالبہ ہے جس پر
حکومت ہند اور ہندستان کے چوٹی کے لیڈر متفق تھے۔ اور
حفاظتی کونسل میں پاکستان کے ساتھ مفاہمت کے دوران حکومت
ہند نے اسے تسلیم کر کے اور بھی زیادہ مضبوط کر دیا اور دنیا کی رائے عامہ
سے اپنی جمہوریت پسندی کا خراج تحسین وصول کیا۔ جو دوست
غلط بیانیاں کر رہے ہیں اور ان حقائق کو جھٹلانے کی کوشش
میں ہیں ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ اس میں کامیاب نہیں
ہوں گے ہماری خواہش ہے کہ یہ قضیہ پُر امن طریقہ سے طے ہو یہ
قضیہ ہندستان اور پاکستان کے کروڑوں انسانوں کیلئے ناسور بنا

ہوا ہے اور یہ ناسور جس قدر جلد مندمل ہو بہتر ہوگا تاکہ عوام خوف اور بدگمانی کے بغیر امن اور اطمینان کی زندگی بسر کر سکیں۔ ہندستان اور پاکستان کی حکومتیں کروڑوں بلکہ اربوں روپیہ جنگی ساز و سامان اور جنگی تیاریوں پر صرف کر رہی ہیں کیا ہی اچھا ہوتا اگر یہ روپیہ عوام کے سود و بہبود پر خرچ کیا جاتا۔ میری یہ دلی خواہش ہے کہ کشمیری عوام کے ساتھ جو وعدے کئے گئے ہیں ان کو پورا کیا جائے۔ ان وعدوں کو دُہرانا یا ان کی یاددہانی کرانا کوئی بغاوت یا غداری نہیں ہے دو ہمسایہ ملکوں کے درمیان جن میں بہت کچھ مشترک ہے اس طرح نفرت و حقارت کے جذبات کی پرورش ایک بہت بُری بات ہے اسے دور کرنا از بس ضروری ہے اور یہ سب سے بڑی قومی خدمت ہوگی اس لئے جب میں یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ وعدوں کو پورا کیجئے تو ہمارے دوست ناراض کیوں ہوتے ہیں۔"

تنازعہ کا واحد حل:۔ رائے شماری کے وعدوں کے متعلق مہاتما گاندھی، پنڈت نہرو اور حکومتِ ہند کے اعلانات اور بیانات کے طویل اقتباسات پڑھ کر سنانے کے بعد شیخ صاحب نے فرمایا "یہ ہیں آج تک کے وعدے۔ میں آج کوئی نئی بات نہیں کہنا

صرف ان وعدوں کی یاد دہانی کراتا ہوں۔ دس سال سے یہ مسئلہ لٹکا ہوا ہے اور ابھی تک حل نہیں ہو سکا اس کی وجہ یہ ہے کہ جن لوگوں کو اس کے حل کرنے کا اختیار ہے انہیں موقعہ ہی نہیں دیا گیا اس کا اختیار صرف ریاست کے عوام کو ہے ان کو موقعہ دیجئے اور ان کو مطمئن کیجئے تاکہ قضیہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے۔ ہندستان ایک بہت بڑا ملک ہے اس میں کچھ شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ وہ سیکولرازم کا دعویدار ہے اور دنیا کے دوسرے ملکوں کو امن اور اخلاق کی دعوت دیتا ہے۔ یہ قابلِ تعریف بات ہے مگر پہلے اُسے اپنے آپ کا جائزہ لینا چاہئے۔ جب وہ خود ان پر عامل ہو تو دنیا اس کی تقلید کرنے پر تیار ہوگی اور ہندستان کی عزت و توقیر دنیا کی نظر میں بڑھ جائے گی۔

رائے شماری اور بغداد پیکٹ:۔ رائے شماری کے اصول سے انحراف کرنے کے جواز میں حکومت ہند کے بعض وزراء مثلاً شری کرشنا مینن وغیرہ یہ بہانہ پیش کرتے ہیں کہ اگر حکومت پاکستان بغداد پیکٹ اور سیٹو کے ارکان ممالک سے فوجی پیکٹ نہ کرتی تو ہندستان اپنا وعدہ ضرور پورا کرتا۔ واضح رہے کہ بغداد

پیکٹ اور سیٹو کے ارکان ممالک کے ساتھ فوجی پیکٹ کی ذمہ داری حکومت پاکستان پر ہے اور ہمارا اس سے کیا تعلق؟ پاکستان نے ایسا کیوں کیا وہ جانے اور اس کا کام۔ ہم اس کی سزا کیوں بھگتیں کیا حکومتِ ہند کے ان وزراء کی روش سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ خود طاقت کے بل پر اس جھگڑے کا حل کرنا چاہتے ہیں۔ کشمیر ایسی چھوٹی ریاست کے مظلوم عوام اس قابل نہیں کہ ان کو ان بین الاقوامی جھگڑوں میں الجھایا جائے اور ان میں اتنی سکت بھی نہیں کہ فوجی معاہدوں کے لازمی نتائج کی خطرناک ذہنیت کو برداشت کر سکیں ہمارے مسئلہ کو ایک بین الاقوامی فوجی مسئلہ کے ساتھ کیوں جوڑا جا رہا ہے اور یہ ایک متشددانہ روش ہے جو ہندستان کیلئے خود نقصان دہ ہوگی بہر حال رائے شماری کا وعدہ تو حکومتِ ہند نے کشمیری عوام کے ساتھ کیا ہے اور اسے پورا کرانا ہمارا حق ہے اس کے جواب میں یہ بہانہ سازیاں کیوں؟ ہمیں صفحہ ہستی سے مٹانے کی دھونس بھی دی جاتی ہے اس کا کیا مطلب؟ میں شری کرشنا مینن اور اُن کے ہم خیال ساتھیوں سے یہ عرض کروں گا کہ ہم بھی اس میدانِ سیاست کے پرانے کھلاڑی ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ یہاں

سازیوں سے کیسے کسی کو مرعوب کیا جاتا ہے یہ انسانی ذلت اور گراوٹ ہے کہ خوفزدہ اور مرعوب ہو کر کوئی کام کیا جائے کرشنا میتن بندوق کی گولی سے تو شیخ عبداللہ کو ٹھنڈا کر سکتے ہیں مگر وہ اُن سے مرعوب نہیں ہو سکتا اور اپنے اصول پر قائم رہے گا۔ اگر شیخ عبداللہ اس تشدد کی ذہنیت کو ختم کرنے اور بلند آدرش کو برقرار رکھنے میں خود ختم ہو جائے تو اس سے بڑھ کر اس کی خوش قسمتی کیا ہو گی اسے یقیناً ایک ابدی زندگی نصیب ہو گی۔ ہندوستان کی آزادی کا دارومدار گاندھی جی کی تعلیم پر ہے اور گاندھی جی نے اُسے عدم تشدد کی تعلیم دی تھی اور عدم تشدد کے لئے سچائی کو لازمی قرار دیا تھا۔ ہندوستان کے لوگوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اس تعلیم کے کاربند ہوں اور کشمیر کی اس زمین پر اس کا تجربہ کریں۔

کیا رائے شماری ہو چکی :۔ ”بخشی غلام محمد کہتے ہیں کہ رائے شماری ہو چکی ہے بلکہ اُن کے نزدیک ۵۱ء میں اسمبلی کا انتخاب ہی رائے شماری کے مترادف ہے۔ ایسی نامعقول باتوں کا جواب دینا تضیع اوقات ہے لیکن میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر بخشی صاحب یہ بات کہتے ہیں کہ ۵۱ء میں اسمبلی کا انتخاب رائے شماری کے

مترادف تھا تو پھر میری گرفتاری کے بعد ۵۳ء میں انہوں نے رائے شماری کے اس مشترکہ اعلان کا خیر مقدم کیوں کیا جو ہندستان اور پاکستان کے وزراء اعظم کے دستخطوں سے شائع ہوا تھا۔ بخشی صاحب نے اس مشترکہ اعلان کے بعد یہ بیان دیا تھا

"ہند اور پاکستان کے وزراء اعظم نے ریاست کے مستقبل کے بارے میں ریاستی عوام کے حقِ خود ارادیت کے اصول کی حمایت میں جو بیان دیا ہے میں اس کا خیر مقدم کرتا ہوں۔ حکومتِ ہند نے اس اعلان کی تکمیل ہمارے مشورے اور تائید سے کی اور اُسے ہماری غیر مشروط حمایت حاصل ہے۔"

پھر میری گرفتاری کے بعد ۵۳ء میں انہوں نے رائے شماری کے اس مشترکہ اعلان کا خیر مقدم کیوں کیا جو ہندستان اور پاکستان کے وزراء اعظم کے دستخطوں سے شائع ہوا تھا۔

۹ اگست ۵۳ء کو بخشی صاحب نے جو کچھ کیا اس کا ذکر نہایت رقت انگیز الفاظ میں کرتے ہوئے شیخ صاحب نے فرمایا۔

"بخشی صاحب نے اپنی ۲۲ سالہ قومی خدمات پر خود ہی پانی پھیر دیا۔"

حاضرین کو مخاطب کر کے شیخ صاحب نے کہا۔

"آپ ان سب لوگوں کے لئے ہدایت کی دعا کریں کیونکہ یہی رسول کریم صلعم کا فرمان ہے اور یہی حضور صلعم کی سنت ہے"۔

۴۵ کروڑ باشندوں کا ناسور:۔ "واضح رہے کہ کشمیر کا یہ مسئلہ ۴۵ کروڑ انسانوں کے لئے ناسور بنا ہوا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کسی طرح یہ ناسور بھر جائے تاکہ اس برصغیر کے ۴۵ کروڑ باشندے آرام اور اطمینان کی زندگی بسر کر سکیں۔ یہ کروڑوں، اربوں روپیہ جو ہندستان اور پاکستان دونوں جنگی ساز و سامان پر خرچ کر رہے ہیں۔ اگر عوام کی ترقی اور ان کے بہبود پر صرف ہوتا تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ دو ہمسایہ ملکوں کے مابین جو کشیدگی اور نفرت پھیل رہی ہے یہ کسی صورت میں بھی پسندیدہ نہیں اور نہ اس سے کسی ایک کو فائدہ پہونچ سکتا ہے۔ میں صاف کہتا ہوں کہ ہندستان کے لیڈروں نے کشمیری عوام سے جو وعدے کئے تھے انہیں پورا کیا جائے اگر میں وہ وعدے یاد دلاتا ہوں تو یہ کہاں کی بغاوت ہے۔ ہندستان کے چوٹی کے تمام لیڈر تو متعدد بار اس کا اعادہ کر چکے ہیں چنانچہ ۱۹۴۷ء میں مہاتما گاندھی جی نے اپنی ایک تقریر میں کہا تھا

گاندھی جی کی رائے :۔ "ریاستوں کے نواب اور مہاراجے برطانوی سامراج کی پیداوار تھے اب جب کہ برطانوی سامراج نے ہندستان خالی کر دیا ہے تو ریاستوں کے عوام آپ اپنی تقدیر کے مالک ہیں۔ اس لئے کشمیریوں کو بغیر کسی بیرونی جبر اور دباؤ کے اس امر کے فیصلہ کا موقعہ ملنا چاہئے کہ وہ ــــــــ ہندستان اور پاکستان ــــــــ میں سے کس مملکت کے ساتھ ریاست کا الحاق کرنا چاہتے ہیں"

لارڈ ماؤنٹ بیٹن پہلا مجرم :۔ "اس لئے کرشنا مینن کو چاہئے کہ پہلے گاندھی جی پر بغاوت کے جرم میں مقدمہ چلانے کی سفارش کریں اس ملک کا پہلا مجرم لارڈ ماؤنٹ بیٹن ہے جس نے ہندستان کا گورنر جنرل ہونے کی حیثیت سے ریاست کشمیر کے ساتھ الحاق کے مسودہ پر دستخط کئے تھے۔ جب مہاراجہ ہری سنگھ نے الحاق کی درخواست بھیجی تھی تو انہوں نے اس کے جواب میں لکھا تھا۔

"وہ غیر معمولی اور مخصوص حالات جن کا تذکرہ اور اظہار یور ہائینس نے اپنے خط میں کیا ہے اُسے مدنظر رکھتے ہوئے میری حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ریاست جموں وکشمیر کا الحاق ہند کے ساتھ حکومت ہند کی طے شدہ پالیسی کے مطابق تسلیم کیا جائے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس ریاست میں الحاق کا معاملہ ایک متنازعہ فیہ امر ہو وہاں الحاق کا فیصلہ عوام کی خواہشات اور مرضی کے مطابق طے کیا جائے۔"

ریڈیو پر پنڈت نہرو کا اعلان:- اس کے بعد پنڈت نہرو نے ۲ نومبر ۴۷ء کو آل انڈیا ریڈیو سے اعلان کیا۔

"ہم نے اعلان کیا ہے کہ کشمیر کا معاملہ آخری طور پر وہاں کے عوام طے کریں۔ یہ وعدہ ہم نے ان سے کیا ہے اور مہاراجہ نے بھی اس وعدہ کی حمایت کی ہے یہ وعدہ نہ صرف کشمیری عوام کے ساتھ ہے بلکہ دُنیا بھر کے ساتھ ہمارا یہی وعدہ ہے۔ ہم نہ اس وعدہ کی خلاف ورزی کریں گے اور نہ کر سکتے ہیں۔ جو نہی امن بحال ہو۔ اقوام متحدہ

کے کسی بین الاقوامی تنظیم کی نگرانی میں ہم کشمیری عوام سے رائے حاصل کرنے کو تیار ہیں"۔

حکومتِ ہند کی وضاحت:۔ حکومتِ ہند نے ۴۸ء میں ایک کتاب شائع کی تھی جس کے صفحہ ۴۵ پر اس نے لکھا۔

"اس امر میں کوئی اختلاف ہی نہیں کہ الحاق کے سوال کو قطعی طور پر ریاست کے عوام ہی آزادانہ رائے شماری سے طے کرینگے اس مرحلہ پر ریاست کے کسی باشندہ سے کوئی انتقام نہ لیا جائے گا خواہ اس کے سیاسی خیالات کچھ ہی کیوں نہ ہوں۔ نیز کشمیر کے کسی باشندہ کو ووٹ دینے کے حق سے محروم نہیں کیا جائے گا"۔

پنڈت نہرو کی پارلیمنٹ میں تقریر:۔ ۷ اگست ۵۲ء کو پارلیمنٹ میں تقریر کرتے ہوئے پنڈت نہرو نے کہا تھا۔

پارلیمنٹ کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں عرض کر دوں گا کہ کشمیر کا سوال قطعی طریقہ سے وہاں کے مردوں اور عورتوں ہی کو طے کرنا ہے نہ کہ یہ پارلیمنٹ یا اقوام متحدہ اُسے طے کریں گے۔ سب سے پہلے مجھے صاف لفظوں میں یہ کہنے

کی اجازت دیجئے کہ ہم اس اصول کو تسلیم کر چکے ہیں کہ کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ آخری طور پر وہی ہوگا جو وہاں کے عوام اپنی مرضی سے طے کریں گے اس میں کسی قسم کا جبر نہیں ہوگا اور اس پارلیمنٹ کی مرضی اور خوشنودی کو اس مسئلے کے طے کرنے میں کوئی اہمیت نہ ہوگی اس کی وجہ یہ نہیں کہ پارلیمنٹ کشمیر کے سوال کو طے کرنے کی طاقت نہیں رکھتی بلکہ یہ ہے کہ جن اصولوں کی حفاظت کے لئے یہ پارلیمنٹ قائم ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ پارلیمنٹ کشمیر کے عوام پر اپنی رائے نہ ٹھونسے جیسے کہ پارلیمنٹ کو علم ہے کہ کشمیر کا سوال ہمارے لئے کسی علاقہ پر قابض ہونے کا نہیں۔

"ہمارے دل اور دماغ کو کشمیر سے بے حد لگاؤ ہے اور اگر کسی فیصلے یا بدقسمتی سے کشمیر ہندستان کا حصہ نہ رہا تو یہ ہمارے لئے بڑے افسوس اور دکھ کی بات ہوگی بہر کیف اگر کشمیر کے باشندے ہمارے ساتھ نہ بھی رہنا چاہیں تو وہ خوشی سے الگ رہ سکتے ہیں ہم انہیں ان کی مرضی کے

خلاف روک کر نہیں رکھ سکتے۔ یہ ہے ہماری پالیسی جس پر ہندستان کاربند ہے۔

"الحاق قانوناً و عملاً مکمل ہے مگر جو حقیقت ابھی باقی ہے اور جس کا قانون سے کوئی تعلق نہیں وہ کشمیری عوام کے ساتھ ہمارا وعدہ ہے اور وہ وعدہ یہ ہے کہ کشمیری عوام اپنی مرضی کے مطابق یا اسے پختہ کریں گے یا منسوخ کریں گے۔ ہمارے لئے یہ زیبا نہیں ہوگا کشمیری عوام کو ان کی مرضی کے خلاف اور مسلح طاقت سے اپنی طرف کھینچیں"۔

بخشی غلام محمد کا بیان:۔ یہ اس تقریر کا اقتباس ہے جو پنڈت نہرو نے ۵۲ء میں پارلیمنٹ میں کی تھی۔ ہند اور پاکستان کے وزراء اعظم کے مشترکہ بیان کے بعد بخشی غلام محمد نے بھی ایک بیان دیتے ہوئے کہا تھا۔

ہند اور پاکستان کے وزراء اعظم نے ریاست کے مستقبل کے بارے میں ریاستی عوام کے حقِ خود ارادیت کے اصول کی حمایت میں جو بیان دیا ہے میں اس کا خوش آمدید کرتا ہوں۔ حکومت ہند نے اس اعلان کی تکمیل ہمارے

مشورے سے کی ہے اور اسے ہماری مکمل تائید اور غیر مشروط حمایت حاصل ہے"۔

مگر آج بخشی غلام محمد یہ کہتے ہیں کہ جب سے یہ دنیا وجود میں آئی ہے کشمیر ہندستان کا انگ ہے۔ بہر کیف بخشی غلام محمد کے بارے میں کیا کہا جائے اسکی حیثیت کٹھ پتلی سے زیادہ نہیں اور وہ دوسروں کے اشاروں پر چل رہا ہے۔ مجھے اس کے ساتھ ہمدردی ہے اس لئے کہ وہ بیس پچیس سال میرا ساتھی رہا اور میری اس کے حق یہی دعا ہے کہ خدا اُسے صحیح راستہ دکھلائے۔

"میں چاہتا ہوں کہ ہندستان میں گاندھی جی نے جو وعدے کئے ہیں پہلے ان کو پورا کیا جائے تاکہ ہندستان کا دنیا کے گوشے گوشے میں بول بالا ہو۔

آخری فیصلہ کے لئے اپیل:۔ "رائے شماری ریاست کشمیر کے عوام کا ایک ایسا حق ہے جسے بہانہ سازیوں اور تہمت تراشیوں یا طاقت کے بل بوتے پر ٹالا نہیں جا سکتا۔ دس سال سے یہ مسئلہ کھٹائی میں پڑا ہوا ہے اس سے کیا فائدہ ہوا اس کے برعکس ہندستان اور پاکستان دونوں کے استحکام اور ترقی کو نقصان پہونچا اگر اس میں اور بھی دس سال لگ گئے

تو کشمیری عوام تباہ اور برباد ہو جائیں گے اس لئے سب لوگوں سے میری اپیل ہے کہ وہ کشمیر کے تصفیہ کو قطعی طور پر طے کرنے کا موقعہ ریاستی عوام کو دیں۔ عوام ہی سب سے بڑی عدالت ہیں اور عوام ہی کا فیصلہ آخری فیصلہ ہو سکتا ہے۔

آثار شریف حضرت بل میں چوتھی تقریر۔

۱۶ ر فروری ۵۸ء

معراج النبی صلعم کی تقریب سعید پر حضرتبل سرینگر میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ کے اجتماع کو شیخ محمد عبداللہ نے خطاب کیا۔ درگاہ کے وسیع احاطہ میں تِل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ سب سے پہلے خواجہ عبدالرحیم بانڈے متولی آثار شریف حضرتبل نے شیخ محمد عبداللہ کا خیر مقدم کرتے ہوئے اس بات کا یقین دلایا کہ میں جب تک زندہ ہوں ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار ہوں۔ حاضرین جلسہ نے بھی اسکی پرزور تائید کی اور سب نے یک زبان ہو کر شیخ محمد عبداللہ کی درازئی عمر کی دعاء کی اس کے بعد شیخ محمد عبداللہ نے اپنی تقریر تلاوت قرآن مجید اور نعت شریف سے شروع کی اور یہ آیت شریف تلاوت کی۔ معراج شریف کی حقیقت:۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ط اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝۱ وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَجَعَلْنٰہُ ھُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَکِیْلًا ۝۲ ذُرِّیَّۃَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ط

إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا ۝ وَقَضَيْنَآ إِلَىٰ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا ۝

پھر علامہ اقبال کی مثنوی اسرار و رموز کے یہ اشعار پڑھے ؎

اے ظہورِ تو شبابِ زندگی! | جلوہ ات تعبیرِ خوابِ زندگی!
اے زمیں از بارگاہت ارجمند | آسماں از بوسۂ بامت بلند
شش جہت روشن ز تابِ روئے تو | ترک و تاجیک و عرب ہندوئے تو
از تو بالا پایۂ ایں کائنات | فقرِ تو سرمایۂ ایں کائنات
در جہاں شمعِ حیات افروختی | بندگاں را خواجگی آموختی
مسلم از سرِّ نبی بیگانہ شد | باز ایں بیت الحرم بتخانہ شد
نالہ مانندِ نے سامانِ من! | آں چراغِ خانۂ ویرانِ من!
پردۂ ناموسِ فکرم چاک کن! | ایں خیاباں را زخارم پاک کن
اے کہ از احسانِ تو ناکس کس است | یک دعایت مزدِ گفتارم بس است
عرض کن پیشِ خدائے عزوجل | عشقِ من گردد ہم آغوشِ عمل
در عمل پائندہ تر گرداں مرا!
آبِ نیسانم گہر گرداں مرا

ان اشعار کے بعد شیخ محمد عبداللہ نے آیت شریف کا ترجمہ بیان فرمایا۔

ترجمہ:۔ وہ پاک ذات ہے جو اپنے بندہ کو شب کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھی ہوئی ہیں وہاں لے گیا تاکہ ہم ان کو اپنے کچھ عجائبات قدرت دکھلائیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے اور بڑے دیکھنے والے ہیں اور ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی اور ہم نے اس کو اسرائیل کی ہدایت کیلئے بنایا تاکہ تم میرے سوا کوئی کارساز مت قرار دو۔ اے ان لوگوں کی نسل جنہیں ہم نے نوحؑ کے ساتھ سوار کیا تھا وہ نوحؑ بڑے شکر گزار بندے تھے اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں یہ بات بتلا دی تھی کہ تم سرزمین میں دوبار خرابی کروگے اور بڑی سرکشی کروگے۔

یہ سورہ بنی اسرائیل مکہ معظمہ میں نازل ہوئی تھی اور اس میں آنحضرت کے معراج معلّٰی کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کو اپنی قدرت کے عجائبات دکھلانے کے لئے اپنے پاس بلایا اور آنحضرت صلعم حضرت جبرئیلؑ کے ہمراہ مکہ معظمہ سے بیت المقدس تشریف لے گئے اور وہاں سے عرش معلّٰی پہنچے اور پھر اس قرب اعلیٰ کے مقام پر جس کے تصوّر سے خلق کا وہم و فکر عاجز ہے وہاں پہونچکر اللہ تعالیٰ کی تعریف

بیان کی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے خصوصی طور پر نوازا۔

علماء کی اصطلاح میں مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک کے سفر کو "اسریٰ" اور وہاں سے اوپر "سدرۃ المنتہیٰ" تک کی سیاحت کو "معراج" کہتے ہیں اور بسا اوقات دونوں سفروں کے مجموعہ کو ایک ہی لفظ "اسریٰ" یا "معراج" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میں نے معراج میں اپنے پروردگار کو دیکھا اور جنت اور دوزخ کے حالات کا معائنہ کیا اور اسی رات واپس آیا۔

حضور صلعم کی تعلیم کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ خدا ایک ہے اور اس کے سوا کسی کی پرستش نہ کی جائے اہل بیت نے بھی اسی عقیدہ کو اپنا شعار بنایا تھا اور اسی پر قائم بھی رہے حضرت محمدؐ نے فرمایا ہے کہ قلب المومن بیت اللہ یعنی مومن کا دل خدا کا گھر ہے یعنی خدا کے بغیر اس میں کوئی سکونت پذیر نہیں ہوتا۔ مگر آج یہ حالت ہے کہ ایک خدا کو چھوڑ کر متعدد خداؤں کی پرستش مسلمان کر رہے ہیں ان میں سے نفسیاتی خواہشات کا خدا سب سے بڑا ہے اور مسلمانوں کے دلوں میں وہ سختی سے جا گزیں ہے یہی وجہ ہے کہ اُن کے اندر طرح طرح کی کمزوریاں آگئی ہیں اور وہ حقیقی خدا کو بھلا بیٹھے ہیں اور ہر روز نئے نئے خداؤں

کے آگے ان کا سر جھکتا ہے ؎

ازمنات ولات و عزہ و ہبل　ہر یکے دار د بتے اندر بغل

"مجھے یہ بات کہنے کی ضرورت نہیں کہ آپ معراج النبیؐ کی مقدس تقریب پر آئے ہیں اور ہوئے مقدس کی زیارت سے فیضیاب ہو کر واپس جائیں گے اس موقعہ پر میں سادہ اور مختصر الفاظ میں آپکو معراج شریف کی حقیقت بتانے کی کوشش کروں گا۔ آپکو معلوم ہے کہ انسان دو چیزوں کا مرکب ہے ایک جسم جو تمام اعضاء کا نام ہے اور دوسری روح۔ جسم کی ہر وقت یہی خواہش اور تمنا ہوتی ہے کہ مجھے دنیا کا تمام عیش و آرام میسر ہو اور زندگی کے تمام لوازمات سے بہرہ مند ہو۔ اس کے برعکس روح قربِ الٰہی چاہتی ہے اور اس کی خواہش رہتی ہے کہ اپنے خالق اور اس ہستی کا وصال اسے حاصل ہو جس نے تمام کائنات کو پیدا کیا ہے مقربانِ خدا جسم پر قابو پا کر تمام نفسیاتی لذات اور خواہشات کا سر کچل دیتے ہیں وہ زیادہ تر عبادات اور ریاضت میں مشغول رہتے ہیں۔ اس طرح انہیں خدا کا قرب حاصل ہو جاتا ہے اور جسم پر غالب آجاتے ہیں۔ یہانتک کہ جسم روح کے تابع ہو جاتا ہے روح ایک غیر مرئی چیز ہے یعنی دکھائی نہیں

دیتی اور جسم مرئی یعنی چلتا پھرتا اور حرکت کرتا ہے۔ جب روح اور جسم آپس میں مل کر ایک لطیف جوہر بن جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے پوشید اسرار انسان پر عیاں ہوتے ہیں اور یہی انسان کی معراج کہلاتی ہے

"اللہ تعالیٰ نے نیک بندوں کو اپنا محرم اسرار بنایا ہے حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت عیسیٰؑ وغیرہ کی مثالیں قرآنی آیات کی روشنی میں پیش کرتے ہوئے شیخ صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنی نشانیاں ان پر منکشف کیں اور اپنا رشتہ انسانوں کے ساتھ استوار کیا اگر خدا نے انسان کو پیدا نہ کیا ہوتا تو یہ کائنات بھی نہ ہوتی۔ انسان اشرف المخلوقات پیدا ہوا ہے اور خدا کا مقصد اسے انسان کامل بنانا تھا چنانچہ حضرت محمد صلعم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا ایک پوشیدہ خزانہ ہے جسے پہچاننے کے لئے وہ انسان کو وجود میں لایا۔ لہٰذا خدائی صفات کا ظہور انسان کے ذریعہ ہوا۔

"جب آپ یہ سمجھ چکے کہ انسان میں یہ صلاحیت رکھی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مقرب بن سکے چنانچہ پیغمبروں کے ذریعہ خدا نے اپنی صفات کا اظہار بھی کیا اس کے علاوہ خواہ وہ فرشتے ہوں یا کوئی اور

مخلوق کسی میں بھی یہ صلاحیت نہیں اور یہ فخر صرف انسان ہی کو حاصل ہوا اور اسی کو کائنات اور خدا کے مابین ایک رابطہ اور کڑی قرار دیا گیا اس لئے آپ بھی اپنے آپ میں اصلاح کریں اور اپنے اندر وہ اوصاف پیدا کرنے کی کوشش کریں کہ مقرب الٰہی ہو جائیں۔ خدا نے دنیا میں لاکھوں پیغمبر بھیجے جو ایک ایک قوم کے لئے تھے چنانچہ حضرت موسیٰؑ کو بنی اسرائیل کے لئے، حضرت شعیبؑ کو قوم مدین کے لئے اور حضرت ہودؑ کو قوم عاد کے لئے۔ مگر حضرت محمدؐ کو یہ امتیازی خصوصیت حاصل ہوئی کہ ان کو ساری اقوام عالم کے لئے مبعوث کیا گیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ "اے لوگو! میں سب کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں" تو قدرتی بات ہے کہ ان کا درجہ سب سے بلند ہو وہ انسان کامل ہی نہیں بلکہ کامل الاکمل تھے حضرت محمد صلعم نے اپنی امت کے سامنے جو اسوۂ حسنہ پیش کیا ہے وہ قرآن مجید کے عین مطابق ہے اس لئے مسلمانوں کو بھی چاہئے کہ قرآن مجید کو مکمل ہدایت نامہ سمجھیں اور اس کے مطابق عمل کریں۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے دریافت کیا گیا کہ رسول اللہ صلعم کے عادات و خصائل کیا ہیں آپ نے فرمایا قرآن مجید ہیں۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ قرآن مجید اور سیرت

نبوی کا مطالعہ کریں اور اپنی زندگی بنانے اور سنوارنے کے لئے اس کے مطابق عمل پیرا ہوں۔ صحابہ کبارؓ نے اپنی زندگیوں کو بنانے اور سنوارنے کے لئے ایسا ہی کیا تھا۔ چنانچہ انکی زندگی اسی سانچے میں ڈھل گئی اور وہ زندگیاں آج بھی ہمارے سامنے بطور نمونہ موجود ہیں اور جو لوگ حضرت محمد صلعم کے اسوۂ حسنہ پر چلے وہ خود بھی جوہر بن گئے اور ان پر اسرار الٰہی عیاں ہونے لگے۔ محمد صلعم اپنے حسن عمل اور اعلیٰ کردار اور پاکیزہ اخلاق سے جب خدا کے محبوب بن گئے اور انہیں اعلیٰ مرتبہ اور مقام حاصل ہوا جسے معراج کہتے ہیں تو وہ خدا کے اس حد تک قریب ہو گئے کہ من و تو کا فرق جاتا رہا اور تمام حجابات اٹھ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوئے۔"

پھر شیخ صاحب نے بیعتِ رضوان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ "مدینہ طیبہ میں حضور صلعم نے جب حج کا ارادہ کیا اور مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہوئے تو دشمنوں کو بھی اس کا علم ہو گیا تو انہوں نے حضرت محمد صلعم کو روک دیا چنانچہ حضرت عثمانؓ کو گفت و شنید کے لئے مکہ معظمہ بھیجا گیا جب واپس آنے میں انہیں دیر ہو گئی تو مشہور ہو گیا کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دئے گئے ہیں تو یہ خبر سنتے ہی آنحضرت صلعم نے اپنا دست مبارک

آگے بڑھا کر صحابہ کرامؓ کو خدا کا یہ ارشاد سنایا اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ط یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ج
تحقیق جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے، اللہ کا ہاتھ ہے اوپر ان کے ہاتھ کے"

حاضرین کو توجہ دلاتے ہوئے شیخ صاحب نے کہا "اگر تم بھی دنیا اور آخرت میں سرخرو ہونا چاہتے ہو تو محمد صلعم کے فرمان اور قرآن کریم کے احکام پر عمل کرو۔ آنحضرت صلعم کی سیرت پاک کو اپنے لئے مشعل بناؤ اس کے علاوہ آپ کو کسی ہدایت کی ضرورت نہیں۔ آپ کا قرآن پاک پر ایمان تو ہے مگر اس کے احکام کی تعمیل کما حقّہ نہیں کرتے آں حضرت صلعم کو معراج شریف ہوا اور خداوند کریم اس کے بارے میں فرماتا ہے کہ جب میں نے انہیں اپنے عجائبات کا مشاہدہ کرایا تو ان کی آنکھوں کو کوئی دھوکا نہ [illegible] انہوں نے وہی کچھ دیکھا جو میں نے دکھایا اور ان کی آنکھیں نہیں تھیں وہ میری آنکھیں تھیں۔ علامہ اقبال نے بھی ان حقائق کو اپنے اشعار میں یوں ادا کیا ہے ؎

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ — غالب و کار آفریں، کار کشا، کارساز
خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولا صفات — ہر دو جہاں سے غنی اس کا دلِ بے نیاز

رسولِ خدا کا تحفہ :- "آپ کو معلوم ہے کہ حضرت محمدؐ ہمارے لئے کیا کیا تحفے لائے تھے۔ اتنا وقت نہیں کہ تفصیل کے ساتھ اس پر روشنی ڈالی جائے مختصراً یہ ہے کہ وہ شبِ معراج ہمارے لئے ایک بہترین تحفہ نماز پنجگانہ لائے تھے۔ اس نماز کو معراجِ مومن کہا گیا ہے۔ نفس امّارہ انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے اور یہی نفس امّارہ دوست کو دوست سے اور بھائی کو بھائی سے جُدا کرتا ہے۔ اسے لگام دینے اور روح کو جسم پر غالب کرنے کے لئے نماز ایک بہترین وظیفۂ حیات ہے مجھے اس امر کا انتہائی صدمہ ہے کہ مسلمان عام طور پر غفلت میں پڑ کر اس تحفے کو قبول کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں جیسے کہ میں نے کہا ہے کہ انسان جسم اور روح کا مرکب ہے جسم آرام چاہتا ہے اور روح قربِ الٰہی۔ اس لئے ان دونوں کے درمیان کشمکش رہتی ہے اور اس کشمکش کو دور کرنے کے لئے نماز ایک بہترین عبادت ہے۔ بیماری دو طرح کی ہوتی ہے ایک جسمانی اور دوسری روحانی جب روح بیمار پڑ جائے تو جسم بھی خود بخود بیمار پڑ جاتا ہے۔ جسم کی بیماری نفس امّارہ کو بے لگام رکھنے سے پیدا ہوتی ہے اور اگر نفس امّارہ کو ڈھیل دی جائے تو گراوٹ کی کوئی حد نہیں رہتی اور اگر روح

صحت مند رہے تو جسم خود بخود صحت مند ہو جاتا ہے۔

آپ نے دیکھا ہے کہ جو دوست تحریک کے دوران ہمارے ساتھ تھے اور جنگ آزادی میں ہمارے دوش بدوش لڑتے رہے نفس امّارہ نے اُن کو گمراہ کر دیا اور وہ غلط راستہ پر جا پڑے اس بات کا آپ کو تجزیہ کرنا چاہیئے۔ کہ ان کے اندر وہ کیسی روحانی بیماری پیدا ہو گئی تھی کہ راہ راست سے بھٹک گئے۔ آپ پر واضح ہو جائیگا کہ نفس امّارہ ان پر غالب آگیا آپ کو چاہیئے کہ اپنے نفس پر قابو پانے کی قوت پیدا کریں اور اس کا واحد ذریعہ نماز پنجگانہ ہے اگر آپ اس کی پابندی کریں تو دِلوں کے تمام زنگ دور ہو جائینگے اور تمام مشکلات، تکالیف، مظالم اور سختیاں جاتی رہیں گی اس لئے نماز پڑھو اور فضولیات میں اپنا وقت ضائع نہ کرو۔ ہم سب کو لازم ہے کہ اپنے اپنے گناہوں کی مغفرت کے لئے دعاء مانگیں۔ حضرت محمد صلعم نے صحابہ کرام رضؓ سے فرمایا کہ اگر کسی مکان کے سامنے سے دریا گزرتا ہو اور اس میں کوئی شخص دن میں پانچ بار غسل کرے تو کیا اس کے جسم پر میل کا نام ونشان بھی باقی رہ سکتا ہے صحابہ کرام رضؓ نے اس کے جواب میں کہا کہ حضورؐ نہیں رہ

سکتا اس پر حضرت محمدؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے پانچ وقت نماز پڑھی اس کی تمام میل کچیل دھل گئی اس لئے آپ خدا تعالےٰ کے دربار میں دن میں پانچ مرتبہ اپنا سر جھکائیں اور صدق دل سے کہیں کہ اے خدا ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تمام مشکلات میں تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں ہمیں ایسی راہ پر چلا جو مقربان خاص کے لئے مخصوص ہے۔

یہ مسلسل امتحانات:۔ پانچ سال تک مسلسل آپ کا امتحان ہوتا رہا اس میں آپ پورے اترے اور آپ نے مخالفوں کے تمام ہتھکنڈوں کو ناکام بنا دیا ایک طرف حق و صداقت کا جھنڈا تھا اور دوسری طرف جھوٹ اور باطل کا۔ باطل کے جھنڈے کے سامنے سر جھکانے کے لئے آپ پر مظالم توڑے گئے، روپیوں کا لالچ دیا گیا، راشن کی رشوت دی گئی، قرضہ کی پیشکش کی گئی غرض آپ کا ایمان خریدنے کیلئے ہر حربہ اختیار کیا گیا، مگر آپ نے من حیث القوم تمام تکلیفیں برداشت کیں مگر باطل کے جھنڈے کے آگے جھکنا قبول نہ کیا۔ یہ آزمائشیں اسلئے قدرت کیطرف سے کی جاتی ہیں کہ ہم خدا کے احکام خصوصاً نماز پنجگانہ سے روگرداں ہو جاتے

ہیں اگر ہم اسطرح غافل رہے تو ہمارا حشر وہی ہوگا جو پرانی قوموں کا ہوا تھا۔ اس وقت بھی قوم کی آزمائشیں ہو رہی ہیں اور ممکن ہے اس سے بھی زیادہ ہوں مگر قوم نے آجتک جو کردار پیش کیا ہے اور جس طرح سختیوں اور ظلم و جبر کا مقابلہ کیا ہے اس کے پیش نظر یہ امید ہے کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہونگے اس لئے کہ حق پسندوں کیلئے فتح مبین کی بشارت دی گئی ہے

مخلص ساتھی :- "ہمارے بہت سے مخلص ساتھی ابھی تک جیلوں میں ہیں اور مختلف تکالیف برداشت کر رہے ہیں ہمیں اس کا احساس ہے مگر ہم نے انہیں خدا کے سپرد کیا ہے وہی ان کی مشکلیں آسان کرے گا۔ پیر عبدالغنی صاحب اسلام آبادی پر طرح طرح کے ظلم توڑے جا رہے ہیں اس کے گھر والوں کو پریشان کیا جا رہا ہے مستورات کی بے حرمتی کی جاتی ہے اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ کسی طرح اپنے ساتھیوں کے خلاف سلطانی گواہ بننے پر رضامند ہو جائے اور جھوٹی شہادتیں دے مگر وہ اس پر کیسے راضی ہو سکتا ہے۔ حکومت کشمیر کا یہ طریقہ اچھا نہیں اور اس طرح ہندستان کی کوئی خدمت نہیں کی جا رہی ہے

میں اُسے وارننگ دیتا ہوں کہ وہ جہاں اپنے حق میں بُرائی کے کانٹے بوتی ہے وہاں حکومتِ ہند کو اس کے ساتھ بدنام کرتی ہے ایک وقت آئے گا جب اسے اپنی ان بداعمالیوں پر پچھتانا ہوگا

فِتنہ پرور عناصر:۔ فِتنہ پرور عناصر کی نگاہ میں آپ کی یکجہتی کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے اور وہ ہمیشہ اسے ختم کرنا چاہتے ہیں چنانچہ شیعہ، سُنی فساد بھی اسی کا شاخسانہ ہے۔ ضرورت ہے کہ ایک ہو کر ان کی ناپاک چالوں کو ناکام بناؤ۔ ان کا یہی طریقہ رہا ہے کہ ہمیں فساد اور جھگڑوں میں مبتلا کر کے خود عیش و آرام کرتے ہیں یہ بھی نفس امّارہ کی کارفرمائی ہے۔ اگر ان مشکلات پر قابو پانا ہے تو روح کو کثافت سے بچاؤ۔ حضور صلعم نے فرمایا کہ تیری معراج تیری جماعت ہے اور احساس جمعیّت اسی وقت تک باقی رہتا ہے جب تک روح کی معراج یعنی نماز باقاعدہ ادا کرتے رہیں۔ علاّمہ اقبالؒ کی طرح میں بھی بے تاب ہو کر پوچھتا ہوں ؎

کون ہے تارکِ آئینِ رسولِ مختار
مصلحتِ وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار

"وہ کون مسلمان ہیں جو رسول اللہ صلعم کے آئین کو کسی کی خوشنودی

خاطر کے لئے ترک کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ سچ تو ضرور ہے مگر مصلحتِ وقت یہی ہے کہ اس پر پردہ ڈالا جائے اور اس سے آنکھیں بند کی جائیں ؎

کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار؟ ہو گئی کس کی نگہ طرزِ سلف سے بیزار

"وہ کون ہے جس نے صحابۂ کرام رضؓ کے طرزِ زندگی کو بھلا دیا ہے اور مذہبی امور کی انجام دہی کو چھوڑ دیا ہے اور اس سے بیزار ہے مگر اغیار کے طریقوں پر جان دے رہا ہے۔

برسرِ اقتدار طبقہ:۔ برسرِ اقتدار طبقہ اپنے آپ کو محمد عربی صلعم کا امتی ظاہر کرتا ہے مگر مسلمانوں ہی کے خون سے اس کے ہاتھ رنگے ہوئے ہیں اور اسے اس کا بالکل احساس نہیں ؎

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں؛ کچھ بھی پیغامِ محمدؐ کا تجھے پاس نہیں

تاریخ گواہ ہے کہ اسلام کو ہمیشہ غریبوں نے زندہ رکھا اور مساجد بھی انہی کے دم سے آباد رہیں چنانچہ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں ؎

جا کے ہوتے ہیں مساجد میں صف آرا تو غریب
زحمتِ روزہ جو کرتے ہیں گوارا تو غریب
نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا تو غریب
پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا تو غریب

اُمرا نشۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے
زندہ ہے مِلّتِ بیضا غربا کے دم سے

"یہ طبقۂ امرا، دنیاوی جاہ و جلال پر فریفتہ ہے اور اُس نے خدا کو بُھلا دیا ہے۔ خدا انہیں ہدایت دے اور اللہ تعالیٰ ہماری پریشانیوں کو بھی دُور کرے اور ہمیں وہ سب کچھ عطا کرے جس میں ہماری بہتری ہو۔ آمین

خواتین سے خطاب۔

۱۷ فروری ۵۸ء کو سرینگر آثار شریف حضرتبل میں معراج العالم کی تقریب پر شہر اور دیہات کی ہزاروں خواتین کا اجتماع ہوا۔ درگاہ کے دونوں صحن مستورات سے پُر تھے۔ شیخ محمد عبداللہ شیر کشمیر نے تقریر کی خواجہ عبدالرحیم بانڈے صاحب متولی زیارت نے خواتین کی جانب سے شیخ صاحب کو ایک گلدستہ بطور تحفہ پیش کیا۔

تحریک میں خواتین کا حصہ:۔ تلاوت قرآن پاک اور نعت خوانی کے بعد آپ نے کہا کافی مدت کے بعد یہ پہلا موقع ہے کہ جب میں آپ سے مخاطب ہو رہا ہوں۔ پونے پانچ سال میں نظربند رہا اس عرصہ میں میرے لئے اپنے خیالات کا اظہار کرنا ناممکن تھا۔ اس کے علاوہ آپ کے سامنے خیالات ظاہر کرنے کے مجھے بہت کم مواقع ملے۔ نتیجہ یہ کہ آپ اس جوش و ہوش اور ولولے کے ساتھ تحریک میں شریک نہ رہیں جس گرمجوشی کے ساتھ آپ کو حصہ لینا چاہئیے تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جدوجہد آزادی میں کسی حد تک کمزوری رہی۔ مرد اور عورت زندگی کی

گاڑی کے دو پہیے متصور ہوتے ہیں جس گاڑی کا ایک پہیہ دوسرے کے بغیر چل نہیں سکتا۔ اسی طرح مرد عورت کے بغیر زندگی کے میدان میں اپنا سفر جاری نہیں رکھ سکتا ہے وہی قوم ترقی کر کے آگے جا سکتی ہے جس کے مرد اور عورتیں سیاسی طور پر باشعور ہوں اور جد و جہد شانہ بدوش کا کام کریں۔ اسلام میں عورتوں کا کردار بلند رہا ہے۔ مسلمان خواتین کو اس بات کا فخر ہونا چاہیئے کہ جب حضور صلعم نے دعوٰی نبوت کیا تو سب سے پہلے جو ان پر ایمان لایا وہ عورت ہی تھی۔ حضرت خدیجہ رض ان کا نام تھا وہ بہت مالدار تھیں۔ انہوں نے نہ صرف اپنا تمام مال و جائداد ان پر نثار کیا بلکہ عمر بھر حقِ رفاقت ادا کیا۔ عرب کے چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا حق کا اظہار مشکل تھا۔ حضور ص کو اظہار حق کے لئے سخت تکلیف دی جا رہی تھی۔ خدیجہ الکبریٰ رض اس مصیبت میں آپ کا ساتھ دیتی تھیں۔ انہوں نے اسلام کی بڑی خدمت کی ہے۔ حضرت فاروق اعظم رض کے عہد میں حضرت عائشہ رض کو مفتی کا منصب دیا گیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو قرآن و حدیث سے آگاہ کیا۔ میدان جنگ میں عورتوں نے

مردوں کے دوش بدوش کام کیا ہے وہ ان زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ سرفروشان و جانثاران اسلام کو پانی فراہم کرتی تھیں ان کے خاندان، اولاد، باپ، بھائی دشمنوں کے ساتھ لڑنے میں مصروف رہتے تھے اور عورتیں دوسرے کام سر انجام دیتی تھیں۔ جنگ میں اگر ان کا رشتہ دار کام آتا تھا تو اس سے مغموم نہیں ہوتی تھیں۔ البتہ ہر وقت یہی فکر دامنگیر رہتی تھی کہ محمد رسول اللہ صلعم کو کوئی گزند نہ پہونچے۔ کیونکہ ان کا خیال تھا کہ حضور صلعم کے وجود ہی سے اسلام زندہ ہے۔ یہ تھا مسلمان خواتین کا کردار اور عقیدت بانی اسلام اور مذہب اسلام سے، آپ کو یہ ولولہ، جوش اور ہوش اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے"۔

ریاست کی عورتوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے کہا "مجھے اعتراف ہے کہ آپ نے تحریک آزادی میں کچھ کم حصہ نہیں لیا۔ آپ نے ہر قسم کی سختیوں کو برداشت کیا اور تحریک کا ساتھ دیا۔ جلوس نکالے، مظاہرے کئے۔ سڑکوں پر بیٹھ کر اجتماع کیا۔ اس سلسلے میں آپ کو بھی تکالیف اور سختیوں کا سامنا ہوا۔

غرض اپنی بساط کے مطابق آپ نے بھی جدوجہد آزادی میں حصہ لیا۔ ابھی ہماری جدوجہد ختم نہیں ہوئی۔ وہ بدستور جاری ہے۔"

خفیہ سازش کا مقصد:۔ ۹ اگست ۱۹۵۳ء کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے شیخ صاحب نے کہا کہ جو لوگ ہم نے پالے پوسے تھے، جنگ آزادی میں ہمارے ساتھی تھے، یہ واقعہ ان سے سرزد ہوا۔ انہوں نے بے وفائی کی۔ انہیں نفس پرستی نے ایسا کرنے پر مجبور کیا۔ اس خفیہ سازش کا مقصد یہاں کے لوگوں کو بنیادی حقوق سے محروم کرنا ہے۔ جن کے حصول کیلئے ہم ۱۹۳۱ء سے لڑتے آئے ہیں۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے میرے ساتھ ہزاروں لوگ نظربند کئے گئے۔ نہتے عوام پر بیشمار گولیاں چلائی گئیں۔ لاٹھیاں برسائی گئیں۔ یہ کاروائی صرف ہری سنگھ، کرنل کاول، ہری کرشن کول، آئینگر یا دوسرے وزیر اعظموں نے نہیں کی بلکہ عوام پر یہ سختیاں کرنے والوں میں اب ہمارے دیرینہ رفیق بخشی غلام محمد اور خواجہ جی۔ ایم صادق اور ان کے دوسرے حواری بھی شامل ہیں۔ انہوں نے یہ سب کچھ ملیشیا سی۔ آر۔ پی اور پولیس کی امداد کے بل بوتے پر کیا۔ اور

اُن مسلمانوں کے سینوں کو ٹھنڈا کیا۔ جنکے دلوں میں ہندستان اور وہاں کے رہنماؤں کے ساتھ جذبۂ عقیدت تھا۔ جنکی زبانیں انہیں زندہ باد کہتے کہتے خشک ہو گئی تھیں "غیر ذمہ دار نظام اور موجودہ دور میں فرق بیان کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ ہری سنگھ کے عہد میں جب کبھی فائرنگ ہوئی، تو شہیدوں کو ہمارے حوالہ کیا گیا اور ان کی باضابطہ تجہیز وتکفین اور دوسری رسوم کی ادائیگی کے بعد مزارِ شہیدہ ان میں دفن کیا گیا۔ مگر اب کی مرتبہ گولیاں چلا کر سیکڑوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ لیکن لاشیں واپس نہ کی گئیں۔ ان کو یا تو پٹرول سے جلا دیا گیا یا دریا بُرد کیا گیا۔ یہ گولیاں چلانے والا کوئی ہری سنگھ یا ہری کرشن کول نہ تھا بلکہ وہ لوگ تھے جن کی مسلمان کافی عزّت کرتے تھے۔ آپ مجھ سے زیادہ ان تمام باتوں سے باخبر ہیں اور اس وقت تفصیل سے ان باتوں کو دُہرانے کی ضرورت نہیں۔

مخالفانہ پروپگنڈا:۔ "گذشتہ چار سال سے ہمارے خلاف کافی پروپگنڈا کیا گیا۔ آپ سے کہا گیا تھا کہ اب قیامت کے روز آپ شیخ صاحب اور ان کے ساتھیوں

مرزا افضل بیگ، صوفی محمد اکبر وغیرہ سے ملاقات کریں گے۔ ان لوگوں نے خدائیت اور رزاقیت کا بھی دعویٰ کیا۔ یہ سب کچھ کس لیے ہوا۔ ہم نے چوری نہیں کی تھی کوئی ڈاکہ نہیں ڈالا تھا اور نہ کوئی قابل گرفت جرم کیا تھا۔ بلکہ انسان کے بنیادی حقوق ___ سرداری عوام کا حق ہے، کے حصول کے لیے آواز اٹھائی تھی اور یہ صرف حق خود ارادیت کے استعمال کی مانگ تھی جب ہمارے ان دوستوں کے دل میں حبِ جاہ و زر پیدا ہوئی اور وہ عیش و عشرت میں پڑے تو اس کے لئے ان کو سامان کی ضرورت ہوئی اور انکی یہ کوشش رہی کہ وہ ہر چیز پر قابض ہو جائیں"۔

آپ نے کہا جو تحریک آزادی ہم نے ۱۹۳۱ء میں جاری کی تھی لوگوں نے اپنے خون سے اس کی آبیاری کی۔ ۱۹۵۳ء میں جو افسوسناک واقعہ رونما ہوا اس کا مقصد اس عوامی تحریک کو ختم کرنا تھا۔ اس میں جن لوگوں نے حصّہ لیا کیا انہوں نے صادق دکنی اور جعفر بنگالی کا پارٹ ادا نہیں کیا؟ جن کے بارے میں علاّمہ اقبال نے کہا ہے ؎

جعفر از بنگال و صادق از دکن   ننگِ آدم، ننگِ دیں، ننگِ وطن
ناقبول و ناامید و نامراد   ملتے از کارِ شاں اندر فساد

شہداء سے وعدے:۔ ۱۳ جولائی ۳۱ء کو ہم نے شہداء سے یہی وعدہ کیا تھا کہ ہم عوام کے لئے حق خود ارادیت حاصل کریں گے اور یہ جدوجہد ابھی جاری ہے۔ ریڈیو اور اخبارات کے ذریعہ پروپیگنڈا کیا جارہا ہے کہ اس ملک کے مستقبل کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ یہ فیصلہ یہاں کے لوگوں نے نہیں کیا ہے بلکہ بخشی غلام محمد اور خواجہ غلام محمد صادق نے بند کمرے میں کرایا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ بخشی، صادق، کرشنا مینن یا اسکندر مرزا وغیرہ کسی کو یہ فیصلہ کرنے کا کوئی حق نہیں۔ یہ فیصلہ یہاں کے چالیس لاکھ مردوں، عورتوں کو کرنا ہے۔ کہا جارہا ہے کہ ریاست میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اس لئے یہ پاکستان کو ملنی چاہیئے۔ ہم اس نظریہ کے قائل نہیں ہیں اور نہ ہم نے کبھی کہا ہے کہ ریاست میں مسلمانوں کی اکثریت ہونے کی بنا پر اس ریاست کو پاکستان میں شامل ہونا چاہیئے۔ جب تک اس اصول کو تسلیم نہیں کیا جاتا کہ اس ملک کا فیصلہ یہاں کے عوام کو کرنا ہے۔ ہماری جدوجہد جاری رہے گی۔ کہا جارہا ہے کہ اسمبلی نے فیصلہ کیا ہے۔ جس کو شیخ عبداللہ نے ہی قائم کیا تھا۔ میں

ان سے دریافت کرتا ہوں کہ جب یہ صورت تھی تو اس کے بانی اور حامیوں کو بھی نظر بند کرنے اور ان کی عدم موجودگی میں ایسا یہ فیصلہ لینے کے کیا معنی تھے۔ اسمبلی نے ان حالات میں ایسا یہ فیصلہ کیا جب ممبروں کے سروں پر تلوار تھی۔ اور اُن پر کافی دباؤ تھا۔ پانچ سال لوگوں نے جس عزم دارادہ کا مظاہرہ کیا، اس سے دنیا پر واضح ہو گیا کہ کشمیریوں کا ایمان روپے سے خریدا نہیں جا سکتا اور نہ ہی گولیوں سے ان کا جذبہ اور جوش ٹھنڈا کیا جا سکتا ہے۔ خواتین کو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ ہماری تحریک اور جد وجہد کا یہ مقصد ہے کہ اس ملک کے لوگوں کو یہ حق دیا جائے کہ وہ اپنی قسمت کا فیصلہ خود کریں اسکے لئے آپ بھی اس جد وجہد میں برابر کے شریک ہو کر مردوں کے دوش بدوش کام کریں اور سچائی کے علم کو بلند رکھنے کی حتی الوسع کوشش کریں اگر یہ دکھائی دے کہ آپ کا خاوند، باپ، بھائی یا اولاد جھوٹ کا ساتھ دے رہا ہے اور غلط راستہ پر جا رہا ہے تو سچائی کا علم اس کے ہاتھ میں دیکر راہ راست پر چلائیں۔ عورت کو ایک جرٔ ھ

سے تشبیہہ دیتے ہوئے آپ نے کہا عورت سیاسی اور اخلاقی طور سے جتنی صحت مند ہو اور سماج میں اسے جتنا اچھا رُتبہ ہو اتنے ہی اس کے متعلقین سیاسی اور اخلاقی طور پر اچھے ہوں گے۔"

تقریر ختم کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ "خواتین اسی طرح اس تحریک کا ساتھ دیں جس طرح وہ آج تک دیتی آئی ہیں اور ہر وقت دعا کریں کہ خدا ہمیں اس مقصد میں کامیاب کرے۔ آمین

آثار شریف حضرتبل میں پانچویں تقریر۔

۲۱ر فروری ۵۸ء

سلام اے آمنہ کے لال، اے محبوب سبحانی
سلام اے فخرِ موجودات، فخرِ نوعِ انسانی
سلام اے ظلِّ رحمانی، سلام اے نورِ یزدانی
ترا نقشِ قدم ہے زندگی کی لوحِ پیشانی

زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی
سلام اے آمنہ کے لال، اے محبوبِ سبحانی

زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہو جائے
ترے پرتو سے مِل جائے ہر اک ذرّے کو تابانی
سلام اے فخرِ موجودات، فخرِ نوعِ انسانی

ترا در ہو مرا سر ہو مرا دل ہو ترا گھر ہو
تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی
سلام اے ظلِّ رحمانی، سلام اے نورِ یزدانی

سلام اے آتشیں زنجیرِ باطل توڑنے والے
سلام اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

سلام اے فخرِ موجودات، فخرِ نوعِ انسانی
سلام اے آمنہ کے لال، اے محبوبِ سبحانی

۲۱ فروری ۵۳ء کو درگاہ آثار شریف حضرتبل میں دو لاکھ کے مجمع کے سامنے شاہنامۂ اسلام کے یہ اشعار پڑھنے کے بعد شیخ صاحب نے فرمایا:

"خواتین، بزرگو، دوستو!

خواجہ عبدالرحیم بانڈے کی دستار بندی:۔ سب سے پہلے میں ایک رسم انجام دینا چاہتا ہوں۔ ریاست کے مسلمان خصوصاً وادیٔ کشمیر کے مسلمانوں کو اس جائے مقدس سے جو گہری عقیدت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں حضور محمد مصطفےٰ صلعم کے تبرکات ہیں اور اس زیارت شریف کے انتظام و انصرام کے فرائض یہاں کے متولی خصوصاً خواجہ عبدالرحیم بانڈے جس خوش اسلوبی سے انجام دیتے آئے ہیں اُس کے لئے وہ مستحق مبارکباد ہیں۔ اپنی طرف سے اور تمام مسلمانوں کے جذبات کی بھی ترجمانی کرتے ہوئے میں

ان حضرات کی خدمت میں اس فرض شناسی کے لئے ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں۔

"۱۹۵۳ء کے بعد یہ کوششیں کی گئیں کہ مسلمان سچائی کی راہ چھوڑ کر جھوٹ کی راہ اختیار کریں اور ان کے ایمان کو کمزور کیا جائے چنانچہ اس مقصد سے اس جائے مقدس پر اغراض پرستوں نے قبضہ کر کے اسے بھی استعمال میں لانے کی کوشش کی۔ مجھے اس کا فخر ہے کہ یہاں کے متولی خواجہ عبدالرحیم بانڈے اور دیگر منتظمین نے ان کی کوششوں کو اپنے مردانہ وار مقابلہ سے بے کار کر دیا۔ چاروں طرف ظلم اور ستم رانی کا دور دورہ تھا۔ حق و انصاف کا خون ہو رہا تھا اور روپیہ پیسہ اور دوسرے طریقوں سے طمع اور لالچ دے کر لوگوں کے منہ بند کئے جاتے تھے مگر بانڈے اور یہاں کے دوسرے دوست اس سے بالاتر رہے اور اللہ تعالےٰ نے ان کو گمراہ ہونے سے بچایا۔

"ہم غریب ہیں اور جس قوم کی میں خدمت کرتا ہوں وہ انتہائی مظلومیت، افلاس اور ناداری کے دور سے گزر رہی ہے اس کے باوجود خوشی کی بات ہے کہ ہم نے عام طور پر حق و انصاف کی آواز

بلند کی اور طمع و لالچ میں نہ آئے۔ بزرگانِ دین سے میں عرض کروں گا کہ یہاں کے عوام مالدار نہیں کہ وہ ان کی خدمت کا شکریہ اپنے خزانوں کے منہ کھول کر کر سکیں البتہ ان کے پاس دلی عقیدت اور جذبۂ خلوص ہے جس کا وہ اظہار کرتے ہیں۔ ہمارے ان بزرگوں نے اصول پرستی اور حمایتِ حق کی مثال نبی کریم صلعم کی تعلیم کے عین مطابق پیش کی ہے اور ان کے اس پاکیزہ کردار کا اعتراف کرنے کے بعد میں اپنی طرف سے اور عوام کی طرف سے اُن کی دستار بندی کرتا ہوں"۔

باٹڈے صاحب کی دستار بندی کے بعد شیخ صاحب نے فرمایا

امام مسجد غلام محمد کی دستار بندی: "یہاں کے امام جناب غلام محمد سے تو آپ متعارف ہیں۔ نماز پڑھانے کے فرائض کے علاوہ وہ کشمیر کے مسلمانوں کی بہتری کیلئے ہمیشہ دعاء کرتے ہیں۔ انکی نیک نفسی، شرافت اور بزرگی بسا غنیمت ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے ہمیں ایسا متقی اور پرہیزگار امام عطا کیا۔ اجازت دیجئے کہ ان کی دستار بندی بھی کی جائے دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو سلامت رکھے اور اُن کو بدستور توفیق ارزانی کرے کہ وہ

مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ نیک بننے اور پرہیزگاری کے راستہ پر چلنے کی طرف راغب کریں۔ میں اس جائے پاک کے امام جناب غلام محمد کی دستار بندی کرتا ہوں"۔

دستار بندی کے بعد شیخ صاحب نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا

مولانا آزاد کی علالت:۔ "پیشتر اس کے کہ میں کچھ اور کہوں میں اس بارِ غم کو ہلکا کرنا چاہتا ہوں جو میرے دل و دماغ پر ہے آج آپ کو بھی اور مجھے بھی ریڈیو اور اخبارات کے ذریعہ معلوم ہوا کہ ہندستان کے ایک عظیم رہنما مولانا ابوالکلام آزاد سخت علیل ہیں۔ ان کی ملکی اور ملی خدمات اتنی زیادہ ہیں کہ میں بیان نہیں کر سکتا اور کون ہے جو اُن کی بلند و بالا شخصیت سے واقف نہ ہو۔ خدانخواستہ اگر ان کی جان کا زیان ہوا تو یہ عالم اسلام کا زیان ہوگا جس کی تلافی نہیں ہو سکے گی۔ جن لوگوں کی نظروں سے مولانائے موصوف کا ترجمان القرآن اور الہلال اور البلاغ کے پرچے گذرے ہیں ان کی نگاہوں سے مولانا ابوالکلام آزاد کی علمیت اور عظمت پوشیدہ نہیں۔ ملک کی آزادی کے لئے انہوں نے جس قسم کی قربانیاں دیں یہاں تک کہ پوری زندگی اس کیلئے

وقف کر دی وہ ہندوستان کی تاریخِ حریت کا ایک سنہری باب ہے۔ بلا شبہ وہ جنگ آزادی کے بہت بڑے سردار ہیں ہمارے پاس سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ سب مل کر ان کی صحت یابی کے لئے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر بالخصوص اور مسلمانانِ عالم پر بالعموم اُن کا سایہ برقرار رکھے (آمین)

جیل کے ساتھیوں کے لئے دعا:۔ دوسرے ہمارے بہت سے ساتھی اور بھائی جو جیلوں میں بند ہیں اور اس تقریب مقدس کے موقعہ پر جنکی نگاہیں آثار شریف حضرتبل کی جانب لگی ہوئی ہونگی ہمارا یہ فرض ہے کہ ان کے لئے دعا کریں۔ خداوند تعالیٰ ان کو اپنی پناہ اور حفاظت میں رکھے اور ان کو صبر و استقامت بخشے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ط اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝۱ وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَجَعَلْنٰہُ ھُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَکِیْلًا ۝۲ ط ذُرِّیَّۃَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ط اِنَّہٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا ۝۳ وَقَضَیْنَآ

اِلیٰ بنی اسرائیل فی الکتٰب لتفسدن فی الارض مرتین و لتعلن علوا کبیرا ۝

ترجمہ :- وہ پاک ذات ہے جو اپنے بندہ (محمدؐ) کو شب کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں کر رکھی ہیں لے گئی تاکہ ہم ان کو اپنے کچھ عجائبات قدرت دکھلائیں بیشک اللہ بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں اور ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا کہ تم میرے سوا اپنا کوئی کارساز مت قرار دو۔ اے ان لوگوں کی نسل جنکو ہم نے نوحؑ کے ساتھ سوار کیا تھا وہ نوحؑ بڑے شکر گزار بندہ تھے اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں صاف صاف کہہ سنایا کہ تم ملک میں دوبار خرابی کروگے اور سرکشی کروگے بڑی سرکشی۔

سب سے بڑا تحفہ :- اس وقت قرآن مجید کی جو آیات میں نے تلاوت کی ہیں یہ پندرہویں پارے سورہ بنی اسرائیل کی ہیں۔ معراج شریف کے بارے میں میں نے گذشتہ روز مختصراً عرض کیا تھا کہ وہ کیا ہے دوسرے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کو اس دن کیا تحفہ دیا تھا۔ آنحضرت صلعم بہت سے تحفے لائے تھے مگر ان میں سے سب سے بڑا تحفہ جو اپنی امت کے لئے لائے تھے وہ نماز پنجگانہ تھی وہی معراج شریف کا ایک عظیم تحفہ تھا۔ چنانچہ اسی سورہ میں آگے چل کر اللہ تعالیٰ نماز پنجگانہ کی مزید وضاحت فرماتا ہے۔

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوۡکِ الشَّمۡسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیۡلِ وَ قُرۡاٰنَ الۡفَجۡرِ ؕ

اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝

ترجمہ:- قائم رکھو نماز کو سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک اور قرآن پڑھنا فجر کا بے شک قرآن پڑھنا فجر کا ہوتا ہے روبرو اور کچھ رات جاگتا رہ قرآن کے ساتھ یہ زیادتی ہے تیرے لئے قریب ہے کہ کھڑا کر دے تجھ کو تیرا رب مقام محمود میں۔

خداوند تعالےٰ نے نماز پنجگانہ کے اوقات مقرر کئے ہیں اور اُس کی ذمہ داری عاید کی ہے کہ پانچوں وقت نماز پڑھی جائے اگر آپ پانچوں وقت نماز ادا کریں گے اور تہجد کی نماز بھی پڑھیں گے تو خدا آپ کو مقام محمود عطا کرے گا۔ یہ ہدایت تمام مسلمانوں کے لئے ہے آپکو معلوم ہے کہ وہ مقام محمود کونسا ہے؟ وہ مقام محمود بے حد بلند مقام ہے۔ دنیا میں بڑے بڑے بادشاہ پیدا ہوئے سکندر اعظم، نپولین، چنگیز خاں وغیرہ اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے عہد حکومت میں دنیا کے ایک وسیع و عریض حصہ کو فتح کیا جہاں لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں انسان بستے تھے بلا شبہ تاریخ عالم میں وہ بہت بڑے فاتح کہلاتے ہیں انھوں نے لاکھوں کروڑوں انسانوں کے جسم تو فتح کر لئے مگر وہ

دس آدمیوں کے دل فتح نہ کر سکے یہ درجہ خدا نے صرف نبیوں اور پیغمبروں کو عطا کیا ہے جنہوں نے بجائے ملکوں کے انسانوں کے دلوں کو فتح کیا ان کے پاس نہ خزانے تھے اور نہ تلواریں۔ اس کے باوجود انہوں نے دلوں کو فتح کیا اور ہزاروں سال گزرنے کے بعد بھی اُن کا سکّہ انسانوں کے دلوں پر رواں ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی محبت اور ان پر عقیدت رکھنے والے کروڑوں انسان آج بھی دنیا کے طول و عرض میں موجود ہیں اسی طرح حضرت محمدؐ کے اُمتیوں اور فدائیوں کی عظیم جماعت بھی دنیا کے ہر حصّے اور ہر گوشے میں آباد ہے اور قیامت تک اسی طرح آباد رہے گی یہی نہیں بلکہ اس کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

"نماز کی فضیلت کہاں تک بیان کی جائے۔ بلکہ جتنی بھی بیان کی جائے کم ہوگا۔ غرض خداوند تعالیٰ نے اسی کو مومن اور کافر کی پہچان کا معیار قرار دیا چنانچہ فرماتے ہیں کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو منافق کے سر پر سُستی سوار ہو جاتی ہے اذان کی آواز سنتے ہی اس پر پہاڑ سا گر جاتا ہے حضرت محمدؐ نے فرمایا کہ نماز دین کا ستون ہے اور جو نماز ترک کرتا ہے اسکی

دین داری میں نقص آجاتا ہے ایک دوسری جگہ فرمایا کہ نماز دل کی روشنی ہے اگر دل کی تاریکی دور کرنا چاہو تو نماز پڑھو ایک مرتبہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں طائف کا ایک وفد حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہمیں نماز، جہاد اور زکوٰۃ سے معاف کیا جائے جس کے جواب میں آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ سب کچھ معاف کیا جا سکتا ہے مگر نماز معاف نہیں کی جا سکتی اس لئے کہ نماز کے بغیر یعنی پاکیزگی اور طہارت کے بغیر کوئی زندگی نہیں۔"

مسلمانوں کو قرآن مجید پر یقین کامل کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا "حق و باطل کی باہمی ٹکر ابتدائے آفرینش سے ہوتی آئی ہے ؎

موسیٰؑ و فرعون و شبیرؑ و یزید

ایں دو قوت از حیات آمد پدید

حق پرستوں کے اوصاف:۔

"حق تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۝ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىھُمُ

اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ط وَ اَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ج وَالَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط وَمَنْ یَّكُنِ الشَّیْطٰنُ لَهٗ قَرِیْنًا فَسَآءَ قَرِیْنًا ۝

ترجمہ :۔ اور بندگی کرو اللہ کی اور شریک نہ کرو اس کا کسی کو۔ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور قرابت والوں کے ساتھ اور یتیموں، فقیروں اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر کے ساتھ اور اپنے ہاتھ کے مال یعنی غلام باندیوں کے ساتھ۔ بے شک اللہ کو پسند نہیں آتا اترنے والا، بڑائی کرنے والا۔ جو کہ بخل کرتے ہیں اور سکھلاتے ہیں لوگوں کو بخل اور چھپاتے ہیں جو ان کو دیا اللہ نے اپنے فضل سے اور تیار رکھا ہے ہم نے کافروں کیلئے عذاب ذلت کا۔ اور وہ لوگ جو کہ خرچ کرتے ہیں اپنے مال لوگوں کو دکھانے کیلئے اور ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ قیامت کے دن پر اور جس کا ساتھی ہوا شیطان تو وہ برا ساتھی ہے۔

آپ کو یاد ہے کہ ایک طرف حضرت موسیٰؑ تھے اور دوسری طرف ان کے مقابلہ میں فرعون تھا۔ ایک طرف حضرت شبیرؑ تھے اور ان کے مقابلہ میں یزید تھا دونوں حالت میں حق و باطل کا آپس میں مقابلہ تھا مگر آخر کار حق کو فتح ہوئی اور استبداد اور ظلم کو شکست۔ اس کی وجہ کیا تھی حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے

مندرجہ ذیل اشعار میں اس حقیقت کو آشکار کیا ہے ؎

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ
دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ

سر داد و نداد دست در دستِ یزید
حقا کہ بنائے لا اِلٰہ است حسینؑ



حضرت حسینؑ نے راہ حق میں اپنی جان دیکر نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کو بیدار کر دیا بلکہ دنیا کے لئے حق و باطل کی باہمی آویزش اور باطل پر حق کی فتح کا ایک معیار قائم کر دیا انہوں نے حق کی خاطر مارنا نہیں مرنا سکھایا۔ ایسی شاندار قربانی کی مثال ہمارے سامنے ہے ہمیں لازم ہے کہ قرآنی احکام کی تعمیل کریں اور حضرت حسینؑ کی قربانی سے سبق حاصل کریں اور جھوٹ کے سامنے کبھی سرنگوں نہ ہوں۔ مسلمانوں نے جب تک اس کے مطابق عمل کیا دنیا میں سرفراز ہوئے اور کامیابی اور کامرانی نے ہر طرف سے بڑھ کر ان کے قدم چومے۔ دوامی زندگی کا راز اسی میں مضمر ہے۔ باطل کے ساتھ ٹکرانے ہی سے انسان کی حق پرستی کا جوہر کھلتا ہے اور اس کی قوت دنیا پر آشکار ہوتی ہے اور وہ سب سے اپنا لوہا منواتا ہے اس لئے آپ بھی اپنے آپکو بلند و بالا رکھئے اور باطل کی

طاقتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے راہ حق پر چلئے اور اس میں اگر جان بھی جاتی رہے تو بقول غالب یہ سمجھئے کہ حق ادا نہیں ہوا ۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

زندہ و پائندہ وہی لوگ ہیں جو حق کی حمایت کرتے ہیں اور بقول مولانا محمد علی جوہرؒ وہ ڈنکے کی چوٹ اس حقیقت کا اظہار کرتے ہیں اور جب تک دنیا باقی رہیگی ان کی یہ صدائے حق فضائے آسمانی میں گونجتی رہیگی۔

قتلِ حسینؑ اصل میں مرگِ یزید ہے

اِسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

بول بالا ہمیشہ حق پرستوں کا ہوگا حضرت حسینؑ کی بے مثال قربانی کا یہ اثر ہے کہ کروڑوں انسان حسینؑ کا نام بلند کرنے والے ہیں مگر یزید کا نام لیوا کوئی بھی نہیں۔

تحریک کشمیر کے تین عنوان:- سب سے پہلے میں یہ بتادینا چاہتا ہوں کہ آج سے ستائیس سال قبل خانقاہ معلےٰ کے مقدس مقام سے ہماری تحریک کشمیر کا آغاز ہوا تھا اور اپنے ملک کو شخصی راج

اور استحصالی قوتوں سے آزاد کرانے کا ہم نے عزم کیا تھا۔ ہماری اس تحریک نے اس عرصہ کے اندر ایک طویل سفر طے کیا ہے جسے تین دور میں تقسیم کیا جا سکتا ہے چنانچہ پہلے دور میں عوام کے اندر بیداری کی روح پھونکی دوسرے میں بلالحاظ مذہب و ملت ان کی تنظیم کی اور تیسرے میں اپنا نصب العین تعین کر کے اس کے مطابق عمل کرنا شروع کیا پہلا دور ۳۱ء سے ۳۸ء تک تھا دوسرا ۳۹ء سے ۴۵ء تک اور تیسرا ۴۶ء "کشمیر چھوڑ دو" کے نعرہ سے شروع ہوتا ہے ہمارے نصب العین کا بنیادی اصول یہ ہے کہ "سرداری عوام کا حق ہے" اور اس ملک کے باشندے اپنی قسمت کے آپ مالک ہیں اور ان کی مرضی اور خواہش کے بغیر کوئی فیصلہ ان پر ٹھونسا نہیں جا سکتا دوسرے لفظوں میں آپ یوں کہیے کہ یہ ملک ہمارا ہے اور اس کا فیصلہ ہم کریں گے خواہ اس جدوجہد میں کتنی ہی تکلیفوں کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے اور کتنی ہی قربانیاں کیوں نہ دینی پڑیں۔

چلے چلو کہ وہ منزل ابھی نہیں آئی:۔ ۴۶ء میں قربانی دینا جس طرح اس دور کی جدوجہد کا ایک جزو تھا اسی طرح ۴۷ء کے آخر میں حکومت کی ذمہ داریاں سنبھالنا بھی تھا۔ وزارت کے دوران

ہیں بھی میں نے کبھی عوام سے یہ نہیں کہا کہ تم اپنی منزل مقصود پر پہونچ گئے ہو اور اب آرام کرو بلکہ میں نے ہمیشہ یہ کہا کہ عنانِ حکومت کا سنبھالنا ایک عارضی مقام ہے اور منزل مقصود تک پہونچنے کا ایک ذریعہ ہے کرسیاں سنبھالنا اصل منزل نہیں بلکہ اصل منزل ابھی دور ہے اور وہ بنیادی حقوق کے حصول کو دائمی بنانا ہے آپ اپنے رفقائے کار کو یہ نصیحت کی کہ وہ سرِ راہ دم لینے کے مقام کو منزل مقصود سمجھ کر ڈیرے نہ ڈال دیں اور میرا نعرہ ہر وقت یہی رہا ہے سہ

"چلے چلو کہ وہ منزل ابھی نہیں آئی"

ساحلے افتادہ گفت	گرچہ بسے زیستم
ہیچ نہ معلوم شد	آہ کہ من چیستم
موجے زخود رفتۂ	تیز خرامید و گفت
ہستم اگر می روم	گر نروم نیستم

یہ اشعار زندگی کے فلسفۂ حرکت و سکون کے آئینہ دار ہیں اور ان کے ذریعہ اس حقیقت ابدی کو بیان کیا گیا ہے کہ زندگی کا دوسرا نام سکون نہیں، حرکت ہے اور حرکت بھی دائمی۔ ان اشعار کا مفہوم یہ ہے کہ ایک ساکن و جامد ساحل نے کہا کہ اگرچہ وہ ایک زمانہ سے زندگی

بسر کر رہا ہے مگر اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کیا چیز ہے۔ اس کا جواب ایک بے تاب اور بے چین موج نے تیز خرامی سے یہ دیا کہ اگر میں حرکت کروں تو میرا وجود ہے ورنہ نہیں۔ یعنی موج کی زندگی کا انحصار اسی پر ہے کہ وہ نہ صرف خود ہم موج زن رہے بلکہ دریا کو بھی وقف اضطراب و حرکت رکھے اور ساحل کی طرح کبھی سکوں آشنا نہ ہونے دے وہی انسان کی کیفیت ہے اس کی زندگی بھی اس وقت تک کارآمد ہے جب تک یہ محو حرکت و عمل رہے اور جب کسی عارضی مقام کو منزل مقصود سمجھ کر یہ رک جائے تو اس کی بھی موت واقع ہو جاتی ہے اسی طرح وہ قوم بھی کبھی مر نہیں سکتی جو اپنی منزل تک پہونچنے کی تگ و دو میں مسلسل مصروف رہتی ہے۔

"مجھے افسوس ہے کہ عارضی مقام کی عارضی دلچسپیوں نے کچھ ساتھیوں کو مسحور کر لیا ہے اور وہ قافلے کو راستہ ہی میں چھوڑ کر غافل ہو گئے بلکہ دوسروں کا بھی راستہ روک رہے ہیں اور ان کو بھی آگے بڑھنے نہیں دیتے بلکہ منزل کے راستہ کے نشانات تک مٹا رہے ہیں لیکن میں ریاست جموں و کشمیر کے عوام سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنی جد و جہد جاری رکھیں اور اس سے مایوس نہ ہو کہ

ان کے راستہ میں مشکلات کے بڑے بڑے پہاڑ کھڑے کر دئے گئے ہیں اور چلّا چلّا کر کہا جا رہا ہے "یہی ہے وہ منزلِ مقصود جس کی تلاش میں تم ۳۱ء کی ایک سہانی صبح کو روانہ ہوئے تھے" مگر رکاوٹیں اولوالعزم افراد اور جماعتوں کے نزدیک کچھ بھی وقعت نہیں رکھتیں جب کوئی قوم کسی مقصد کے حصول کیلئے مستحکم ارادہ کر لیتی ہے تو اس کا ثمرہ لازمی طور پر کامیابی ہوتا ہے۔

علامہ اقبالؒ نے اس مفہوم کو یوں ادا کیا ہے ؎

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں
کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگی میں ہیں یہی مردوں کی شمشیریں
جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ روح الامیں پیدا

پاک مقصد کیلئے پختہ یقین پیدا ہو تو راہ عمل خود بخود کھل جاتی ہے

آپ کو دنیاوی ساز و سامان، فوج اور اسلحہ کی ضرورت نہیں صرف سچے اور اولوالعزم انسان بننے کی ضرورت ہے اور جب تک کوئی قوم خود اپنے حالات کو بدلنے کی کوشش نہیں کرتی خدا بھی اس کے حالات نہیں بدلتا چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ط

یہ قرآنی ارشاد ہے اگر آپ اپنی قسمت کے مالک بننا چاہتے ہیں تو اپنے اندر حالات اور ماحول کو بدلنے کی طاقت پیدا کیجیے۔ اور یاد رکھئے کہ۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی

نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

اگر آپ خود اس کے درپے ہو جائیں تو آپ کو کوئی طاقت بنیادی حقوق سے محروم نہیں کر سکتی۔ یاد رکھئے دہلی یا کراچی میں بیٹھ کر آپ کی حالتِ زار کو کوئی بہتر نہیں بنا سکتا آپکو خود اپنے ذرائع پیدا کرنا ہوں گے اور ان پر اعتماد کرنے ہی سے اپنے حالات آپ کو بہتر بنا سکیں گے۔

"ہم کس دور سے گزر رہے ہیں اور کن حالات سے ہمیں سابقہ پڑا ہوا ہے گزشتہ ڈیڑھ ماہ کے دوران میں اس کی وضاحت کر چکا ہوں آج آپ کے سامنے میں ایک تحریری تجویز پیش کرتا ہوں

اگر آپ کو اس کے ساتھ اتفاق ہے تو سچے دل سے خدا کو گواہ سمجھ کر اپنا ہاتھ بلند کریں۔"

عوامی اعلان :۔ اس کے بعد شیخ صاحب نے مندرجہ ذیل تجویز اردو زبان میں پڑھی اور کشمیری زبان میں اس کا ترجمہ اور تشریح کر کے حاضرین سے رائے لی۔ جواب میں ہاتھوں کے جنگل کھڑے ہو گئے اور پرجوش نعروں کے درمیان عوام نے تجویز کو قبول کیا۔

تجویز۔ "کشمیری عوام کا یہ اجتماع عظیم جس میں ریاست کے کونے کونے سے آئے ہوئے ڈیڑھ لاکھ سے زائد زن و مرد شامل ہیں حسب ذیل امور کی صداقت پر یقین رکھتے ہوئے اعلان کرتا ہے کہ

(ا) جب تک ریاست جموں و کشمیر کے مستقبل کو طے کرنے کے بارے میں کوئی آخری فیصلہ نہیں ہوتا تب تک ریاست کے عوام کو بدستور سیاسی غیر یقینی، اقتصادی بدحالی، ذہنی کوفت، جذباتی انتشار اور دوسرے مصائب سے نجات پانے کا کوئی امکان نہیں۔

(ب) ہندوستان اور پاکستان کے موجودہ کشیدہ

تعلقات نہ صرف ایشیا کے استحکام کے لئے بھاری خطرہ کا سرچشمہ ہیں بلکہ ریاست جموں وکشمیر کی تباہی کا موجب بھی ہیں اور ان کشیدہ تعلقات کا سب سے بڑا سبب کشمیر کا جھگڑا ہے۔

(ج) ریاست جموں وکشمیر کے آئندہ تعلقات کے متعلق آخری فیصلہ کرنے کا حق اس ریاست کے عوام ہی کو حاصل ہے اور فیصلہ لینے کی صورت یہ ہے کہ ریاست کے عوام کو اپنا حق خود ارادیت غیر جانب دار بین الاقوامی ادارے کی نگرانی میں ایسے مسلمہ جمہوری طریقہ سے استعمال کرنے کا موقعہ دیا جائے جس پر فریقین اتفاق کر چکے ہیں یا دوسرا طریقہ جو فریقین کو قابل قبول ہو۔

جدوجہد اور قربانی پر حلف نامہ :- اس کے بعد شیخ صاحب نے فرمایا۔ "جو تجویز ابھی ابھی آپ نے پاس کی ہے اس کی تائید میں ثابت قدمی اور استقلال کے ساتھ قائم رہنے کے لئے آپ آج اس متبرک مقام متبرک دن اور متبرک وقت پر میرے ساتھ حلف اٹھائیں"۔ اور حسب ذیل حلف نامہ اردو میں پڑھا اور کشمیری زبان

میں اس کا ترجمہ کیا۔ اسے بھی عوام نے پورے جوش و ہوش اور متفقہ آواز سے قبول کیا۔

حلف نامہ

"کشمیر کے عوام کا یہ اجتماعِ عظیم آج اس متبرک دن اور آثار شریف حضرت بل کے مقدس مقام پر حریت و آزادی کی راہ میں قربانی پیش کرنے اور جد و جہد آزادی کو جاری رکھنے کیلئے اس عہد کی تجدید کرتا ہے جو ۲۷ سال قبل خانقاہ معلیٰ کے صحن پاک میں کیا گیا تھا اور اس امر کا اعلان کرتا ہے کہ ریاست جموں و کشمیر کے الحاق کا آخری فیصلہ ابھی نہیں ہوا اور جو لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسمبلی کے ذریعہ انہوں نے الحاق کی تکمیل کر لی ہے وہ اپنی حد سے تجاوز کر کے غلط بیانی کا ارتکاب کر رہے ہیں ہم اعلان کرتے ہیں کہ ۹ اگست ۵۳ء کو حکومت کا تختہ الٹنے کی جو سازش بروئے کار لائی گئی تھی اس کے نتیجے میں ریاست جموں و کشمیر میں کوئی ایسی اسمبلی ہی باقی نہیں

رہی تھی جس کے ارکان کی اکثریت کو ملک کے عوام کا اعتماد حاصل ہو۔ ایک غیر نمائندہ اور پولیس کے سہارے کھڑی اسمبلی نے الحاق کے بارے میں اگر کوئی رائے ظاہر کی ہے یا آئین کے نام سے کوئی دستاویز عوام پر ٹھونس رہی ہے تو ہم اس کو جمہوریت کے اصول اور اخلاق کے ترازو میں کسی اہمیت کا مستحق نہیں سمجھتے ہم اسی یقین اور ایمان کا اظہار کرتے ہیں کہ کشمیر کے الحاق کا آخری فیصلہ وہی ہوگا جو حق خود ارادیت کا استعمال کر کے ریاست کے عوام اندرونی اور بیرونی دباؤ سے آزاد رہ کر جمہوری طریقے کے مطابق صادر کریں گے۔ ہم حلف اٹھاتے ہیں کہ عوام کے اس مطالبہ کو حاصل کرنے کیلئے ہم اپنی پرامن اور مسلسل جد وجہد کو منظم طریقے سے جاری رکھیں گے اور اس راہ میں ہر ممکن قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

عدم تشدد کی تلقین:۔ شیخ صاحب نے فرمایا "آؤ اس امر کا تہیہ کریں کہ ہمیشہ کی طرح آئندہ بھی کشمیر کی تحریک آزادی، فرقہ پرستی اور تنگ نظری سے بالاتر رہے گی اور خدمت خلق اللہ اس کا طرہ امتیاز ہوگا

اور تحریک کے دوران میں عدم تشدد کے اصول پر کام کر کے قربانی کا راستہ اختیار کیا جائے گا یہی صداقت پرستی کا بنیادی اصول ہے۔

اس کے علاوہ شیخ محمد عبداللہ نے فرمایا کہ آپ اصلاح نفس کریں کیونکہ تحریک اور آپ کی کامیابی کا انحصار آپکی اصلاحِ نفس پر ہے مادی طاقت سے ہم محروم ہیں۔ ہمارے پاس دولت نہیں کوئی دوسرا ذریعہ نہیں۔ اگر یہ چیزیں بھی ہوتیں۔ پھر بھی میں آپ کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ ان مادی طاقتوں پر بھروسہ کرنے کے لئے خدا کے فضل و کرم اور امداد پر ہی بھروسہ کریں۔ خدا کا فضل و کرم ان لوگوں کے لئے مخصوص ہے جو خدا کے بنائے ہوئے اصول حیات کو اپنا لیتے ہیں۔ اس موقعہ پر آپ نے یہ قرآنی آیت پڑھی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ﴿٧﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم مدد کرو گے اللہ کی تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور جما دے گا تمہارے پاؤں۔

پھر آپ نے حاضرین کو خدا سے صبر اور نماز کی امداد مانگنے کی نصیحت کرتے ہوئے کہا نماز، روزہ اور دوسرے فرائض کو

انجام دو. اللہ کی اعانت تم کو حاصل ہو گی فضولیات سے اجتناب کرنے کی تلقین کی اور کہا کہ ضروریات اور فضولیات میں اسلام نے جو فرق رکھ دیا ہے اس کو نہ بھولو، یاد رکھو قناعت پر اکتفا کرنا ہر شخص کیلئے راحت ہے اس وقت مالی مشکلات اور غذائی مشکلات کا سامنا ہے اسلئے بھی قناعت سے کام کریں۔

مالی امداد کی اپیل :۔ ۳۱ء سے تحریک کو منظم طریقہ سے چلانے کے لئے ڈھانچہ تیار کیا تھا۔ ۹ر اگست ۵۳ء کو وہ ختم کر دیا گیا اب ہمیں ہر ایک چیز کے لئے نئے سرے سے ابتدا کرنی ہے اور نئے تنکے چن کر نیا گھونسلا اور آشیانہ بنانا ہے۔ مالی ضروریات تحریک کیلئے خشت اوّل کی حیثیت رکھتی ہیں اس سلسلے میں پچھلے ۲۲ سال کا تجربہ بطور ثبوت پیش کیا جا سکتا ہے کہ ہم نے بڑی بڑی رقموں پر ر کنیت کے صرف چار آنوں کو ترجیح دی ہے۔ قوم کے عام اور غریب افراد اپنی محنت کی کمائی سے سال بھر کے بعد جو چار آنے دیتے رہے ہیں یہ اسی کی برکت تھی کہ تحریک طاقت سے چلتی رہی۔ آئندہ بھی ہماری تحریک کے مالی سرمایہ کی بنیاد یہی عوام کی چوّنی رہے گی۔ شیر کشمیر فنڈ کے نام سے تحریک کے لئے ہم روپیہ جمع کریں گے۔ اس سلسلے میں

رسید بکیں چھپ کر آئیں گی جس کے بعد فراہمی کا کام شروع ہو گا
اور موزوں و با اختیار رفیقوں کو اس کام پر لگایا جائے گا اس
لئے آپ حضرات کو تحریک کے مالی پہلو کی طرف بھی اپنے فرائض انجام
دینے کے لئے تیار رہنا چاہئے اور اس سلسلہ میں بخل نہیں کرنا
چاہئے۔ اے اللہ! ہم ترے عاجز بندوں نے اس مقدس مقام پر
جو اعلان کیا ہے تو اس پر ہمیں قائم رکھ اور اس میں برکت دے
اور جو عہد ہم نے کیا ہے اُسے برقرار رکھ اور اس کے پورا کرنے میں
ہماری مدد کر اور ہم سب کو مصائب و آلام سے نجات دے"۔

آخر میں شیخ صاحب نے ان تمام احباب کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے
آج اور گزشتہ اجتماعات میں انتظامات کئے اور کہا۔

"اگرچہ ہمارے پاس باقاعدہ والنٹیروں کی کوئی تنظیم نہیں مگر
مخلص نوجوانوں نے اپنے طور پر جس خوش اسلوبی سے انتظام کیا
اس کے پیش نظر کسی باقاعدہ والنٹیر تنظیم کی ضرورت محسوس نہیں
ہوتی خدا ان نوجوانوں کو ملک و قوم کی خدمت کرنے کی زیادہ سے
زیادہ توفیق دے"۔

"مجھے ٹرانسپورٹ ایسوسی ایشن کا بھی شکریہ ادا کرنا ہے جنہوں نے

رضاکارانہ طور پر عوام کے لئے ٹرانسپورٹ کی سہولتیں بہم پہونچائیں ان کا یہ کام بلاشبہ قابل تعریف ہے۔ زائرین کے ساتھ انہوں نے جو نیک برتاؤ کیا خدا انہیں اس کا اجر عظیم دے۔

اے خدا ہمیں اپنے نیک ارادوں میں مستحکم رکھ اور ہماری مدد فرما اور ہمیں تمام مصائب سے نجات دے۔

آمین"

آثار شریف حضرتبل میں چھٹی تقریر۔

۲۸ فروری ۵۸ء کو درگاہ آثار شریف حضرتبل میں بعد نماز جمعہ شیخ محمد عبداللہ نے لاکھوں کے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے کہا۔

"گذشتہ جمعہ میں نے آپ سے درخواست کی تھی کہ ہندستان کی ایک مایۂ ناز ہستی مولانا ابوالکلام آزاد علیل ہیں اس لئے ان کی صحتیابی کیلئے دعا کریں، مگر قانون قدرت سے کسی کو چھٹکارا نہیں۔ جب اجل کا وقت آجاتا ہے تو ایک لمحہ کیلئے آگے پیچھے نہیں رہا جا سکتا۔ مولانائے مرحومؒ کی زندگی کا وقت پورا ہو چکا تھا اور وہ اس عالمِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔ یہ ایک بہت بڑا سانحہ ہے۔ زندگی میں اختلافات بھی ہوتے ہیں مگر انسان کی موت کے بعد وہ باقی نہیں رہتے اور مرنے والے کی صرف نیکی اور بزرگی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ مولانائے مرحومؒ کی شخصیت، ان کی علمی قابلیت اور دانشوری کا ایک دُنیا کو اعتراف ہے اُن کی تصنیفات، ترجمانِ قرآن، تذکرہ اور جرائد الہلال اور البلاغ نے دُنیا سے خراجِ تحسین وصول کیا ہے۔ ان کی خطابت اور سحر نگاری نے آزادی اور انقلاب کے پودے کی آبیاری میں بڑا نمایاں کردار انجام دیا۔ کروڑوں انسانوں

کو ان کی وفات کا صدمہ ہے"۔

ایک دوسرا سانحہ مولانا سید حسین احمد مدنی شیخ الاسلام دیوبند کی وفات کا ہے وہ بھی علم کے دریا اور تحریک آزادی کی صفِ اول کے رہنما تھے اور تقویٰ اور پرہیزگاری میں آپ اپنی نظیر تھے۔ بہت کم وقفہ میں آگے پیچھے یہ دونوں بزرگ ہستیاں داغِ مفارقت دے گئیں۔ مولانا مدنی مرحوم و مغفور کی وفات سے صرف مسلمانانِ ہند بلکہ پورے عالم اسلام کو نقصانِ عظیم پہونچا ہے۔ آپ ان کے لئے دعائے مغفرت کریں"۔

اس موقعہ پر خواجہ عبدالرحیم بانڈے متولی و سجادہ نشین درگاہ آثار شریف حضرت بل نے فاتحہ خوانی کرائی اور مرحومین کی روح کو ثواب پہونچایا اور ایک تجویز بھی پاس ہوئی جس میں پسماندگان کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا۔ اس کے نقول متعلقین کو بھیج دئیے گئے۔

پکڑ دھکڑ اور گرفتاریاں:۔ اس کے بعد شیخ صاحب نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔

"پچھلے ہفتہ ہمارے ساتھیوں کو وادی کشمیر کے مختلف

علاقوں سے گرفتار کر کے بند کر دیا گیا اور مختلف تھانوں میں ان کے ساتھ انتقامی سلوک کیا جا رہا ہے۔ جدوجہد میں ایسے مرحلے آیا ہی کرتے ہیں ان حالات میں گھبرانے اور پست ہمت ہونے کی ضرورت نہیں۔ آپ نے کہا میرا ارادہ دیہات کے دورہ پر جانے کا تھا۔ سوپور اور بارہمولہ کے دورہ پر اس ہفتے جانا تھا۔ مگر سیکڑوں کارکنوں اور ساتھیوں کی گرفتاری کی وجہ سے اُسے ملتوی کرنا پڑا۔

افواہ بازی سے اجتناب:۔ قبل اس کے کہ کچھ کہوں آپ سے یہ کہنا ضروری ہے کہ یہاں افواہ بازیوں کی عادتِ بد عام ہے لوگ مختلف قسم کی افواہیں پھیلاتے ہیں اور عوام یقین کر لیتے ہیں۔ اس عادت سے عوام کو اجتناب کرنا چاہئیے۔ مسلمانوں کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ افواہوں پر یقین کریں۔ ہمارے پاس قرآن مجید کی تعلیم ہے جو صداقت پرستی کا سبق دیتی ہے۔ قرآن پاک کی ہدایت ہے کہ مصیبت کا وقت آئے تو خدا کی طرف رجوع کرو۔ اس میں شبہ نہیں کہ ہم مظلوم ہیں۔ اگر مظلومی کی حالت میں ہمیں اللہ کی امداد اور اعانت حاصل ہو جائے تو کوئی ہمیں

ختم نہیں کر سکتا۔ خدا تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ خدا کی راہ میں حق کے لئے خوب محنت اور کوشش کرو اور حق کی حمایت اس طرح کرو جس طرح اس کا حق ادا ہو جائے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ط وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ط مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ○ لَنْ يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى ط وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ ○

ترجمہ:۔ (اے پیروانِ دعوتِ ایمانی) تم تمام امتوں میں بہتر اُمت ہو جو لوگوں (کی ارشاد و اصلاح کیلئے ظہور میں آئی ہے، تم نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے روکنے والے اور اللہ پر (سچا) ایمان رکھنے والے ہو اور اگر اہل کتاب (مخالفت و سرکشی کی جگہ) ایمان لاتے تو یہ ان کیلئے بہتری کی بات ہوتی (اور ہدایت و ارشاد عالم کا کام ان کے ہاتھوں انجام پاتا لیکن وہ اسکے اہل ثابت نہ ہوئے) ان میں ایسے لوگ بھی ہیں جو ایمان رکھنے والے ہیں لیکن بڑی تعداد انہی لوگوں کی ہے جو دائرہ ہدایت سے یکسر باہر ہو چکے ہیں۔ وہ کتنی ہی تمہاری مخالفت کریں،

اذیت پہونچانے کے سوا تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اگر وہ تم سے لڑیں گے تو یاد رکھو اُنہیں لڑائی میں پیٹھ ہی دکھلانی پڑے گی اور کبھی فتحمند نہ ہوں گے"۔

حضرت محمد صلعم سے ایک صحابی نے دریافت کیا کہ کون لوگ بہتر ہیں اُنہوں نے فرمایا کہ جو آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر ہیں یعنی نیکی کی تلقین کرتے ہیں اور بدی سے روکتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ نے تم کو بہترین اُمت کہا ہے جب تم کو اتنا بلند مرتبہ ملا ہے تو لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ جس بات سے منع کرے اس سے منع ہو جاؤ اور جس کا حکم دے اس کی تعمیل کرو یاد رکھو کہ لاَاِکْرَاہَ فِی الدِّین دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں ہے ملت ابراہیم پر قائم رہو اور اس دین کے نازل ہونے سے قبل ہی تمہارا نام مسلمین رکھا گیا ہے اس لئے مسلمان میں جو اوصاف ہونے چاہئیں تم اپنے اندر پیدا کرو۔ نماز ہر حالت میں قائم رکھو۔ نماز کسی صورت بھی معاف نہیں کی جا سکتی خدا کے حکم کا پابند رہ کر اس کا دامن مضبوطی سے پکڑو وہی ہمارا بہترین مددگار اور معاون ہے وہی ہمارے اور آپ کے لئے بہترین سہارا ہے"۔

ہم پر سختیاں کی جارہی ہیں اور ہمارے ساتھیوں کو تنگ کیا جارہا ہے مگر تم اپنی جدوجہد اور کوشش جاری رکھو اور اپنے نصب العین کو پُرامن رہ کر حاصل کرو۔ ہر حالت میں اپنے ہوش و حواس قائم رکھو۔ ہمارے سامنے ایک بڑا پیچیدہ مسئلہ ہے جو دنگہ اور فساد سے طے نہیں پائے گا۔ کامیاب انسان وہ ہے جو سورہ والعصر میں بیان کئے گئے چار اصولوں پر قائم رہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالْعَصْرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۵ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾

ترجمہ:۔ قسم ہے زمانہ کی کہ انسان بڑے خسارے میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے، اچھے کام کئے اور ایکدوسرے کو حق کی فہمائش کرتے رہے اور ایکدوسرے کو صبر و تحمل کی تاکید کرتے رہے۔

اس سورت میں سخت وعید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب لوگوں پر خسارے میں ہونے کا حکم کیا ہے سوائے اُن کے جو ان چار باتوں کو اختیار کریں، ایمان لانا، نیک عمل کرنا اور ایکدوسرے کو دین حق کی تاکید اور صبر کی نصیحت کرنا پس نجات جب ہی ہوگی جب یہ چاروں باتیں آدمی میں پائی جائیں۔ کسی بزرگ کی حکایت ہے کہ

اس نے کہا کہ اس سورت کے معنی میں نے ایک برف بیچنے والے سے سمجھے وہ کہتا تھا رحم کرو اس شخص پر جسکی پونجی گلتی جاتی ہے۔

"میں بھی آپ سے یہی کہتا ہوں کہ اگر آپ اپنے مقصد میں کامیابی چاہتے ہیں اور جو رکاوٹیں آئے دن آپ کی راہ میں اکھٹی کی جاتی ہیں اُن کو دور کر کے حالات پر قابو پانا چاہتے ہیں تو اس کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ سورہ والعصر کے ان چار اصولوں کو اپنائیے اور ان پر سختی سے عمل کیجئے تو پھر کامیابی یقینی ہے۔ سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ اللہ کی وحدانیت پر ایمان لائیے اور اسکی وحدانیت پر ایمان وہی لا سکتا ہے جو امام حسینؑ کی طرح سچائی کی حمایت میں اپنی جان تک کی قربانی پیش کر دے (۲) خود عمل صالح یعنی اچھے کام کرے (۳) تاکید کے ساتھ حق کی تبلیغ کرے اور اپنے حلقہ اثر میں حق کی تعلیم دے خود حق پر قائم رہے اور دوسروں کو قائم رکھے اور (۴)، خود صبر کرے اور دوسروں کو صبر کی تلقین کرے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ ہدایت ہے کہ حق کا علم ہاتھ سے نہ چھوٹے اور اس راہ میں جو مشکلات آئیں اُن کو صبر اور نماز کی پابندی کے ساتھ برداشت کیا جائے۔

۲۱ر فروری ۵۸ء کے واقعات۔ گذشتہ جمعہ کو یہاں اڑھائی لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کا اجتماع ہوا۔ تمام وادی سے لوگ شرکت کیلئے آئے تھے۔ اس موقعہ پر میں نے تقریر کی وہ پُر امن ماحول میں ختم ہوئی۔ اس کے بعد نماز اور زیارت کی تقریب نہایت اچھی فضا میں ختم ہوئی۔ نماز عصر کے بعد میں سیدھا گھر چلا گیا اسوقت یہاں ہر طرف امن و سکون تھا۔ گھر پہنچنے کے تھوڑے وقفہ بعد معلوم ہوا کہ حضرت بل میں گڑبڑ ہو گئی ہے۔ میں نے حالات دریافت کئے تو معلوم ہوا کہ حکمران ٹولی جس کے بعض افراد کا کردار سب کو معلوم ہے انہوں نے گڑبڑ کرانے کیلئے پہلے ہی سے سازش کر رکھی تھی جس کے مطابق تصادم کرایا گیا۔ یہ بھی میں نے سنا تھا کہ فساد کرنے یا نہ کرنے کے متعلق ان میں اختلاف ہوا تھا۔ بعض اس کے حق میں نہ تھے۔ مگر چند سر پھرے افراد فساد کرانے پر مُصر رہے۔ بہر صورت طے شدہ تجویز کے مطابق فساد کرایا گیا۔ فسادی غنڈے دو ایک لاریوں میں آئے تھے اور پولیٹیکل کانفرنس اور محاذ رائے شماری کے والنٹیروں پر انہوں نے نماز سے قبل ہی کوئی حملہ کیا تھا اور حکمران پارٹی کے ان حملہ آوروں میں وہ افراد بھی شامل تھے

جن کا اعمال نامہ کافی داغدار اور سیاہ ہے۔ مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ ہندستان سے آئے ہوئے افسر جو اپنے بلند اخلاق کے متعلق بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں وہ ان غنڈوں کی کیوں حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔ پہلے کارکنوں کے کیمپ پر حملہ کیا گیا اور جب وہاں سے وہ واپس ہوئے تو راجہ باغ کی طرف چلے گئے۔ پانچ بجے کے قریب جب عوام واپس ہو رہے تھے تو انہوں نے لاوڈ اسپیکر پر گالیاں دینا شروع کیں اور عوام کو مشتعل کرنے کے سلسلہ کی ابتدا کی اور اس کے بعد عوام پر پتھراؤ کیا اور تیزاب پھینکا جس سے کچھ بچے اور عورتیں زخمی ہوگئیں۔ میڈیکل کیمپ پر انہوں نے خود حملہ کر کے سامان لوٹا۔ سرکاری جیپیں جو مالِ مفت اور دلِ بے رحم کے مصداق ہیں خود جلائیں اور اس کے لئے طے شدہ سکیم کے مطابق پروپگنڈا کرایا گیا۔ یہ کہلوایا گیا کہ یہ سب کچھ محاذ رائے شماری اور پولیٹیکل کانفرنس کے ورکروں نے کیا ہے۔ اس کے بعد رات گئے تک ان لوگوں نے حضرت بل اور شہر کے اہم ناکوں پر بے گناہ لوگوں کی پکڑ دھکڑ اور مار پیٹ جاری رکھی۔ پولیس کے ایک بدنام افسر نے لاری کے اڈے پر خواجہ غلام قادر سابق ممبر پارلیمنٹ

اور خواجہ علی محمد بٹ پر حملہ کیا اور خواجہ غلام قادر کو خوب زدوکوب کر کے نیم مردہ بنایا گیا اور بے ہوشی کی حالت میں کوٹھی باغ تھانہ پہنچایا گیا۔ اسی قسم کے تشدّد کا نشانہ کئی اور کو بھی بنایا گیا" شیخ صاحب نے مزید کہا کہ گرفتاریاں اور گرفتاریوں کی سازش کوئی ایسا واقعہ نہ تھا جس کا مجھے علم نہ تھا۔ میری رہائی سے پہلے ہی ایسے منصوبے باندھے گئے تھے۔ پہلے تو وہ میری رہائی کیلئے تیار نہ تھے، مگر جب مجبور ہو گئے تو انہوں نے دو ڈھائی سو کارکنوں کی فہرست مرتب کی تا کہ رہائی سے قبل ان کو گرفتار کر کے دہشت پیدا کر دی جائے، مگر غالباً دہلی والوں نے ان کے ساتھ اتفاق نہ کیا اور اس وقت یہ سکیم بیکار رہ گئی جسے اب وہ عملی صورت دے رہے ہیں۔

نیا منصوبہ:۔ جب فرقہ پرستی کے الزامات کا داؤ بھی ناکام رہا تو دنگہ فساد کرانے کے منصوبے باندھے گئے اور اسی پروگرام کے تحت گذشتہ جمعہ گڑبڑ کرا کر میرے ساتھیوں اور چیدہ چیدہ کارکنوں کو گرفتار کرایا اور اب اُن کو اخلاقی مجرم بنانیکی کوششیں ہو رہی ہیں۔ گرفتاری ہر ایک علاقے میں ہوئی ہے اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے نہ معلوم کب تک اور کہاں تک جاری رہے گا۔

گرفتار شدگان کو قانونی امداد بہم پہنچانے کی خاطر وکیلوں کو بغرض مشورہ طلب کیا گیا تھا۔ چنانچہ اسلام آباد سے ڈاکٹر عبدالمجید اور کوچک صاحب آئے تھے۔ واپسی پر خانیار میں انکو دوسرے ساتھیوں سمیت بمعہ کار گرفتار کر لیا۔ یہ ہے یہاں لاء اینڈ آرڈر کے دعویداروں کی حالت۔

امن کی تلقین اور وقت کی ضرورت:۔ شیخ محمد عبداللہ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ "ہم دنگہ فساد اور جھگڑوں کے ساتھ دلچسپی نہیں رکھتے۔ ابتدا سے ہم امن کے خواہاں ہیں اور کشمیر کے پیچیدہ مسئلے کا حل پر امن فضا میں چاہتے ہیں ہمارا یقین ہے کہ اس کا حل دنگہ فساد اور جھگڑے کے ذریعہ ممکن نہیں یہ مسئلہ نہ صرف یہاں پر امن فضا قائم ہونے سے بلکہ پاکستان اور ہندستان کی باہم دوستی سے طے ہوگا۔ ہم ایک براعظم میں رہتے ہیں پاکستان میں کوئی مصیبت آئے تو اس کا اثر ہندستان پر پڑے گا اور ہندستان کو تکلیف پہنچے اس کا اثر پاکستان پر اور کشمیر کے مصائب کا اثر دونوں پر پڑے گا۔ ایکوقت تھا جب ہم سب ایک ہی ملک کے باشندے تھے۔ ایک دوسرے

کے دکھ درد میں شریک تھے۔ تقسیم کے نتیجے میں کشیدگی سے جو اختلافات پیدا ہو گئے وہ دوستی سے ہی ختم ہو جائیں گے۔ ہمارا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ہندستان اور پاکستان باہم قریب آجائیں۔ جتنا جلد وہ باہم قریب ہو کر بھائی بھائی بن جائیں گے۔ ہم عذاب سے نجات پائیں گے۔

مسئلہ کشمیر کے حل کا طریقہ:۔ ہماری خواہش ہے کہ دس سال سے ہندستان و پاکستان کے کشمیر کا جو مسئلہ ناسور بن گیا ہے وہ حل ہو جائے لیکن یہاں حکومت کی باگ ڈور جن کے ہاتھوں میں ہے وہ یہ نہیں چاہتے۔ ان کو امن سے کوئی دلچسپی نہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ ایسا فیصلہ ہو جو ہندستان کے لئے پاکستان کے لئے اور یہاں کے عوام کے لئے یعنی سب کیلئے قابل قبول اور باعزت ہو کیونکہ اس میں ان کا خسارہ ہے ہمیں یقین ہے کہ جب تینوں متعلقہ فریق مل بیٹھیں گے تو باہمی گفتگو سے کوئی ایسا مشترکہ فیصلہ ہو کر رہے گا جو سب کے لئے قابل قبول ہو گا۔

پریس کا معاندانہ رویہ:۔ آپ نے کہا کہ بدقسمتی سے ہندستان کے پریس کے ایک بڑے حصے نے ہمارے بارے میں یکطرفہ

جانب دارانہ اور معاندانہ روش کو اپنایا ہے اور وہ ہمارے متعلق غلط پراپاگنڈا کر رہا ہے۔ گذشتہ جمعہ کے واقعات کے متعلق بھی ان اخبارات نے غلط حالات درج کئے۔ انہوں نے آنکھیں بند کر کے جھگڑے اور فساد کی ذمہ داری محاذ رائے شماری اور پولیٹیکل کانفرنس کے رضاکاروں پر ڈالی ہے اور جو کارکن اور ساتھی گرفتار کر لئے گئے ہیں ان کو قاتل، ڈاکو، آتش زن اور فسادی ظاہر کیا گیا ہے۔ عجیب بات ہے کہ یہ اخبارات دنیا کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ صوفی محمد اکبر سابق ممبر پارلیمنٹ، ہمدانی صاحب سابق نائب وزیر غلام محمد بیگ سابق ممبر اسمبلی۔ غلام قادر بیگ صاحب سابق رجسٹرار۔ خواجہ غلام محمد مکین سابق ڈپٹی کمشنر۔ خواجہ حسام الدین بانڈے متولی زیارت شریف۔ مسٹر غلام محمد بٹ سابق سیکرٹری ریڈ کراس سوسائٹی۔ حاجی غلام محی الدین تاجر وغیرہ غنڈے ہیں اور بخشی برادران کے پالتو غنڈے شریف ہیں۔ ان اخبارات کی اکطرفہ کاروائی ہندستان کے لئے مفید ثابت نہ ہوگی۔ آپ نے کہا کہ ہمدانی صاحب کی تلاشی لی گئی۔ انہوں نے ریوالور خود پیش کیا جس کا لائسنس ان کے

پاس موجود ہے۔ مگر اخبارات نے غلط رنگ دیا اور کہا کہ ہمدانی صاحب کے پاس سے ناجائز اسلحہ اور کارتوس برآمد ہوئے۔ عالی کدل میں حملے کا واقعہ پیش آیا۔ وہاں غنڈوں نے شریف شہریوں پر حملہ کیا اور اخبار والوں نے تشہیر کی کہ محاذ رائے شماری کے کارکنوں نے نیشنل کانفرنس کے کارکنوں پر حملہ کیا یکطرفہ پراپاگنڈے کا نتیجہ یہ ہے کہ کشمیر کے اصل حالات باہر نہیں جاتے۔ ہمارے تار روکے جاتے ہیں اور آدمیوں کو پرمٹ نہیں دیا جاتا کہ وہ ریاست سے باہر جاکر حالات نہ بتا سکیں۔ مولانا سعید مسعودی نے حکومت ہند اور باقی لیڈروں کو تار دئے مگر وہ سب روک لئے گئے۔"

گرفتاریوں کے وقت تشدد:۔ شیر کشمیر نے گرفتار شدگان کے گھر والوں کے ساتھ پولیس کی بدسلوکی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کئی جگہ گرفتاری کے وقت گھروں کی تلاشی لی گئی۔ اس موقعہ پر مستورات کی بے حرمتی کی گئی۔ پنڈت جواہر لال نہرو کے ساتھ اگر مجھے اس وقت کچھ اختلافات بھی ہوں، تو آخر ہم اُن کے ساتھی رہے ہیں ان کے ساتھ

جدوجہد میں کام کیا ہے۔ ان کے ساتھ جو تعلقات رہے ہیں وہ ختم نہیں ہوں گے۔ آج بھی ہمارے دلوں میں انکی عزت ہے لیکن یہاں کے غلط طریق کار کو دیکھ کر تعجب آتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں غنڈہ گردی جاری ہے جو عوام کی نظروں میں پنڈت جی کی بلند پوزیشن پر حرف لانے کا موجب ہوتی ہے تو ہم کو دکھ ہوتا ہے۔ پانچ سال سے جو کچھ یہاں ہو رہا ہے اس کا انجام ضرور خرابی پیدا کرے گا۔ اسی غلط طریق کار کا نتیجہ ہے کہ جو عمارت ۴۷ء سے ۵۳ء تک بنائی گئی تھی۔ وہ بھی ختم ہو چکی ہے اور غنڈہ عنصر نے اپنے قابل نفرت کارناموں سے عوام کو ہندستان سے بدظن اور متنفر کر ڈالا ہے۔

مرکزی حکومت کے نمائندوں کا فرض :۔ شیخ صاحب نے کہا کہ اس جھوٹے پراپگنڈا سے ہم کو دکھ تو ہوتا ہے لیکن ہم کو یقین ہے کہ سچ آخر کار غالب آئے گا اور ظاہر ہو کر رہے گا۔ ۹ اگست ۵۳ء کی گرفتاری کے وقت یہ ثابت کرنے کے لئے کروڑوں روپیہ صرف کیا گیا ہے کہ امریکہ کے ساتھ سازش کی گئی ہے۔ اس بہانے سے گرفتاری کی گئی۔ گولیاں برسائی گئیں

مگر پانچ سال کے بعد اس سلسلہ میں انہیں کافی خفت اٹھانی پڑی ہے۔ آخر سچ سچ ہے۔ سچ کو زمین کے اندر دفن کر دگے تو وہ سبزہ کی طرح پھوٹ کر باہر آئے گا۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہندستان کے وہ افسر جو لا اینڈ آرڈر کے ذمہ دار ہیں عوام کو اپنی انصاف پسندی کا یقین نہیں دلا سکے اور اچھا ماحول پیدا کرنے کے لئے کچھ نہیں کر سکے۔ غنڈہ گردی کرنے والوں کا مفاد تو اسی میں ہے کہ کشمیر کا جھگڑا ہمیشہ جاری رہے اور وہ اس کو اپنی اغراض کے لئے ناجائز استعمال کریں لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ اس غلط طریق کار سے ہندستان کو اور پنڈت جی کو اور ان کے ساتھیوں کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟"

عوامی فیصلہ:۔ شیخ صاحب نے کہا کہ عوام نے اپنی رائے کا اظہار کر دیا ہے اور واضح کر دیا ہے کہ حکمران ٹولی پر ان کو کوئی اعتماد نہیں اور وہ صرف ملیشیا فوج اور سی۔ آر۔ پی کے سپاہیوں کے سہارے کھڑی ہے۔ بخشی صاحب کہہ رہے ہیں کہ لوگ ان کے ساتھ ہیں مگر لوگوں نے اپنے عمل سے اس کی تردید کر دی اور ہندستان کے رہنماؤں خاص کر پنڈت جی کا فرض تھا

کہ وہ صحیح نتیجہ پر پہونچ کر لوگوں کے قریب آتے لوگوں کی سُنتے اور ان کی خواہشات کا احترام کرتے تو یقیناً کشمیر کا مسئلہ حل ہو جاتا اور انسانیت کا بول بولا ہوتا۔"

دورہ سردست ملتوی:۔ آپ نے کہا کہ "ہم نے دیہات کے دورہ کا پروگرام بنایا تھا۔ شہر میں جو تقریریں ہوئیں ان سے مسئلہ کشمیر کی کافی وضاحت ہو گئی ہے اور ان کے اثرات اہلِ شہر پر واضح ہیں۔ غالباً مخالفین نے محسوس کیا ہے کہ دیہات کے دورہ سے عوام کے شبہات دور ہو جائیں گے اور معاملہ واضح ہو جائے گا۔ ۲۱ فروری کا فتنہ اس میں رکاوٹ ڈالنے کی غرض سے کھڑا کیا گیا ہے اور اس بہانے تقریباً ڈیڑھ سو چیدہ کارکن اب تک گرفتار کئے گئے ہیں جن کو طرح طرح کی اذیتیں دی جا رہی ہیں اور فی کس چند آنے خوراک کے لئے مقرر کئے گئے ہیں اور ان کو آج سخت سردی کے موسم میں سیمنٹ کے ٹھنڈے فرش پر رکھا گیا ہے۔ بستر وغیرہ کا کوئی انتظام نہیں ان میں سے اکثر کی صحت خراب ہے۔ کچھ ضعیف العمر ہیں۔ ہندستان کے حکام کو متنبہ کرتا ہوں کہ ملک کے ان مایہ ناز سپوتوں کو اگر

غنڈوں کے انتقامی اور وحشیانہ سلوک کی وجہ سے کوئی جانی نقصان پہونچا تو اس کے نتائج خطرناک ہوں گے اور اس کی ذمہ داری حکومتِ ہند پر ہوگی۔ ہم غنڈہ گردی اور فریب کاری کے سامنے سر جھکانے کو تیار نہیں ہیں۔ اور ہندستان اگر کشمیر پر ان لوگوں کی وساطت سے راج کرنا چاہتا ہے تو مجھے خدشہ ہے کہ اس کی یہ روش سب کے لئے تباہ کن ہوگی۔ ہم دنیا پر اپنی مظلومیت واضح کریں گے۔ ستائیس سال سے ہماری جدوجہد جاری ہے اور اسی مظلومیت کے خاتمہ کے لئے ہم لڑتے آئے ہیں اور اب بھی اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے۔ یہ بات میرے سان گمان میں نہ تھی کہ کوئی وقت ایسا بھی آئے گا جب کہ وہ آزاد ہندستان جسے گاندھی جی وجود میں لائے تھے اور جہاں پنڈت جواہر لال نہرو کی حکومت ہے۔ کشمیر کے لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک روا رکھے گا۔ کیا اس حقیقت کو اتنی جلدی فراموش کر دیا گیا ہے کہ کشمیر کے یہ لوگ وہی ہیں جو گاندھی جی کے نقشِ قدم پر چلکر "جواہر لال زندہ باد" کے نعرے بلند کرتے رہے ہیں اور یہ لوگ وہی ہیں جنہوں نے

اس گھناؤنے دور میں جب ہندستان کے اندر انسانیت کا خون ہو رہا تھا اور ایک انسان دوسرے انسان کے خون کا پیاسا تھا گاندھی جی کی مشعلِ محبّت و صداقت کو کشمیریوں نے روشن رکھا خود گاندھی جی نے کشمیریوں کے اس طرز عمل سے متاثر ہو کر اس وقت فرمایا تھا کہ انہیں اس اندھیرے میں اگر کہیں (محبّت انسانی کی) روشنی کی کرن نظر آتی ہے تو صرف کشمیر میں مگر افسوس کہ اب اس روشنی کی کرن کا کیا ہوا؟ چند انسانوں کا اقتدار قائم رکھنے کے لئے اب اسے پھونکوں سے بجھایا جا رہا ہے۔ مگر قرآن مجید میں آیا ہے یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ ترجمہ:- وہ چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کی روشنی اپنے منہ سے اور اللہ کو پوری کرنی ہے روشنی اور پڑے برا مانیں منکر۔

اور مولانا ظفر علی خان رحؒ نے بھی اس مفہوم کو ذیل کے شعر میں کس خوبی سے ادا کیا ہے ؎

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

یعنی نورِ حق کی وہ کرن جو گاندھی جی کو کشمیر میں نظر آئی تھی وہ لوگ جن کے گھناؤنے اغراض و مقاصد کو اس کی روشنی سے نقصان پہونچتا ہے یا وہ ان کو پورا نہیں کر سکتے اب اُسے بجھا رہے ہیں مگر یہ چراغ ان منکرین حق کی پھونکوں سے کبھی نہیں بجھ سکتا۔ کشمیر کے طول و عرض میں لاکھوں انسانوں کو جس طرح ظلم و تشدد، خوف و ہراس اور نفرت و حقارت کے گہرے غاروں میں دھکیلا جا رہا ہے۔ حکومتِ ہند بھی اس کی ذمہ داری سے بری نہیں ہو سکتی۔ مجھے اسکی سخت شکایت ہے اور اس کے نتائج ہندستان بھر کے لئے خطرناک ہونگے اس لئے میں پنڈت جواہر لال نہرو سے انسانیت کے نام پر یہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس تباہ کن رجحان کو روکیں میں ان سے یہ بھی دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آخر کشمیر کے عوام نے کیا قصور کیا ہے جس کی یہ سزا ان کو دی جا رہی ہے۔ ہم نے نازک اور مایوس کن مرحلہ پر ہندستان کا ساتھ دیا اور اس کا ہاتھ بٹایا۔ کیا اسی کا یہ بدلہ ہے؟ کیا انہیں شیخ عبداللہ پہ فرقہ پرستی کا الزام لگاتے ہوئے اس حقیقت کا قطعاً احساس نہیں ہوتا کہ یہی وہ شیخ عبداللہ ہے جس کی قیادت میں لاکھوں مسلمانوں نے منظم ہو کر ایک ایک ہندو اور ایک ایک سکھ

مرد و زن کے جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کی اور انہوں نے اپنے ہندو اور سکھ بھائیوں کے بچوں اور عورتوں کی جان و عزت کو اپنی جان و عزت سمجھا مگر آج جب کہ ہمارے ہی چند بھائی ذاتی اغراض لئے اندھے ہو کر بے قصور کشمیری عوام پر ظلم و ستم ڈھا رہے ہیں ان کی عورتوں کو بے عزت کرتے ہیں ان کے گھروں اور دکانوں کو لوٹ لیتے ہیں تو بجائے اس کے کہ کسی کے دل میں انسانی ہمدردی اور خوف خدا پیدا ہو اور وہ ان کو روکے مختلف طریقوں سے ان لوٹنے والوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اور مدد دے کر ظلم و تشدد کرنے کے لئے ان کے ہاتھوں کو اور بھی مضبوط کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ کتنے خود غرض اور طوطا چشم ہو گئے ہیں۔

"شیخ عبداللہ کوئی نئی بات نہیں کہتا وہ آج بھی وہی بات کہتا ہے جو سنہ ۴۷ء میں بھی کہتا تھا میں ہر ایک کی عزت و آبرو کو اپنی عزت و آبرو سمجھتا ہوں اور اب بھی اگر ضرورت پڑے تو اس کی حفاظت کے لئے جان کی بازی لگا سکتا ہوں مگر اس کے برعکس ہماری عزت و آبرو سے جو انسانیت سوز سلوک کیا جا رہا ہے وہ کانگریس کے نام نہاد لیڈروں اور ان کے ساتھ پیار و محبت رکھنے والوں کے ماتھے پر

کا ٹھیکہ ہے۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ ہمارے ساتھ کئے گئے وعدوں کا کیا ہوا ہندستانی فوج بھیجتے وقت جو وعدہ کیا گیا تھا اُسے کیوں پورا نہیں کیا جاتا۔ ہندستانی فوج کو اس لئے کشمیر نہیں بھیجا گیا تھا کہ وہ کشمیریوں کو ان کے حق خود ارادیت سے محروم کرے بلکہ اسکا مقصد تو ان کے اس حق کی حفاظت تھا اور ان کو اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے کا موقعہ دینا تھا مگر ایک طرف تو فوج کی موجودگی سے کشمیری عوام مرعوب و خائف ہیں اور دوسری طرف جب ہم یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ وعدوں کو پورا کیا جائے تو ہمیں غدار اور ملک و قوم کا دشمن کہا جاتا ہے اور یہ بہانہ بھی تراش لیا جاتا ہے کہ اس مطالبہ سے ہندستانی فوج اور ہندستان کے دفاع کو خطرہ ہوگا۔ مگر میرے نزدیک اسے فوجی سوال نہیں بنانا چاہیئے خواہ کوئی ہندستان کے ساتھ رہنے میں بہتری سمجھے پاکستان کے ساتھ تعلق رکھنے میں فائدہ محسوس کرے یا دونوں کے ساتھ اچھے روابط کا قائل ہو یہ اس کی مرضی ہے اور یہ کوئی جرم بھی نہیں۔

یہ آمرانہ روش ہے۔ "آزادیٔ فکر اور آزادیٔ اظہار جمہوریت کی جان ہے مگر حق بات کہنے والوں کو مختلف حیلوں سے روکا جا رہا ہے

ان پر جبر و تشدد کیا جاتا ہے اور ان کو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں محض چند غرض پرستوں کو برسر اقتدار رکھنے کیلئے یہ سب کچھ کیا جارہا ہے۔ یہ آمرانہ روش ہے۔ آمریت تو ویسے بھی خطرناک ہے مگر جس جھگڑے کا ابھی تک فیصلہ نہیں ہوا اس میں آمرانہ روش اختیار کرنا بے حد خطرناک ہوگا۔ یہ جمہوری دور ہے اور ہر ملک کے باشندوں کو اس کا حق ملنا چاہئے کہ وہ اپنی مرضی سے اپنی قسمت کا فیصلہ کریں اس لئے ہمارا یہ فرض ہے کہ جب تک زندہ ہیں حق و انصاف کا مطالبہ کرتے رہیں اور اس کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار رہیں"۔

صبر و تحمل کی تلقین:۔ "آج کے حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہئے یہ ایک غور طلب بات ہے۔ ہر قسم کے مصائب و آلام میں ہم گھرے ہوئے ہیں مگر آپ صبر و تحمل سے ان کو برداشت کیجئے۔ ذاتی تکالیف سے بے نیاز ہو کر آپ برابر حق و انصاف کے جھنڈے کو بلند رکھئے۔ حضرت امام حسینؑ کی طرح تکالیف کا سامنا کیجئے مگر سچائی کا دامن نہ چھوڑیئے اسی میں کامیابی اور نجات ہے۔ سچائی کے راستہ پر قائم رہ کر آپ کو دنیا پر اپنے بلند کردار کا اظہار کرنا ہے اور یہ بتانا ہے کہ

کشمیر کے باشندے امن پسند ہیں اور ان کا مطالبہ یہ ہے کہ ان کے ملک کے مستقبل کا فیصلہ ان کی رائے سے کیا جائے۔"

موجودہ حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے شیخ صاحب نے فرمایا

ناروا سلوک:۔ "ہم پر اس وقت طرح طرح کے مظالم توڑے جا رہے ہیں اور ایسی گندی کوٹھریوں میں ہمارے ساتھیوں کو بند رکھا جاتا ہے جو گاؤ خانوں سے بھی بدتر ہیں۔ کیا پنڈت جواہر لال نہرو کو کبھی اس کا احساس ہوا ہے۔ آخر وہ خود بھی جیل خانوں میں رہے ہیں اور متعدد بار قید بھی ہوئے ہیں مگر ایسی بدسلوکی انہوں نے کبھی نہیں دیکھی ہو گی اور جو شرمناک برتاؤ ہمارے ساتھ کیا جا رہا ہے اس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ افسوس تو یہ ہے کہ پنڈت نہرو نے کبھی بھولے سے بھی نہیں پوچھا کہ ہمارے اوپر کیا گزر رہی ہے! اگر کشمیر کے موجودہ حکمران اس خوش فہمی میں مبتلا ہوں کہ ظلم و ستم کے ذریعہ وہ ہمیں مرعوب کر سکتے ہیں تو یہ ان کا خیال خام ہے۔ ہم نے جبر و تشدد کے سامنے دبنا نہیں سیکھا۔ اس پاک زیارت کا احترام کرتے ہوئے میں ان سے کہوں گا کہ یہ سعیٔ لاحاصل ہے۔ شیخ عبداللہ اور اس کے ساتھیوں کی گردنیں ظلم اور جھوٹ کے سامنے نہیں

جھکیں گی۔ ہماری جنگ انسانیت کی عظیم جنگ ہے اور ہم برابر انصاف کا مطالبہ کرتے رہیں گے۔

"خدا کے فضل و کرم سے میرا یہ دعویٰ ہے کہ حق و انصاف کا جھنڈا میرے ہاتھ سے اسی وقت گرے گا جب میرے جسم میں جان باقی نہیں رہے گی اور میرے ہاتھ بے بس ہو جائیں گے۔ حضرت امام حسینؑ میدانِ کربلا میں سیکڑوں زخم کھانے کے باوجود سچائی کے جھنڈے کو اپنے ہاتھوں میں تھامے رہے۔ انشاء اللہ ان کا یہ ادنیٰ خادم بھی انہی کے نقشِ قدم پر چلے گا۔

دیہات کا دورہ ملتوی۔ میں نے طے کیا تھا کہ دیہات میں جا کر عوام کے حالات دریافت کروں گا، ان کی دلدہی کروں گا اور اُن کو صبر و تحمل کی تلقین کروں گا مگر میرے تمام ساتھیوں کو ایک ایک کر کے گرفتار کر لیا گیا ہے اور ان پر ظلم و ستم ڈھائے جا رہے ہیں ان حالات میں میں دیہات کا دورہ نہیں کر سکوں گا اگرچہ سردست اس کی کوئی صورت نظر نہیں آتی مگر اس کے باوجود میں اپنی کوشش جاری رکھوں گا تاکہ ہماری مظلومیت کی داستان سُنی جائے اور ہمارے ساتھ انصاف کیا جائے ہمارے جن ساتھیوں

پر بے بنیاد مقدمات چلائے جا رہے ہیں اُن کے لئے قانونی امداد کا انتظام کرنا ضروری ہے اس لئے مصروفیت بڑھ گئی ہے مختلف اطراف سے مجھے بلایا جا رہا ہے۔ میں اس وقت کہیں نہیں جا سکتا البتہ یہ کوشش کروں گا کہ یہاں سے ہی اپنے خیالات ان تک پہونچاؤں۔ مجھے احساس ہے کہ غلط افواہوں کی موجودگی میں اس کی بڑی ضرورت ہے تاکہ عوام پریشان نہ ہوں اکثر لوگ بلا سوچے سمجھے غلط افواہوں پر بھروسہ کر لیتے ہیں اور ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ آپ کو یاد رکھنا چاہئے کہ یہاں ایک ایسا طبقہ موجود ہے جس کا کام ہی غلط افواہیں پھیلا کر عوام کے اندر انتشار، نفرت اور خانہ جنگی کے حالات پیدا کرنا ہے تاکہ اس کے اغراض پورے ہوں۔ اس سے ہوشیار رہنا چاہئے۔ مجھ سے کہا گیا کہ چند لوگ چھریاں لے کر فلاں مقام پر موجود ہیں اس لئے میں اُدھر نہ جاؤں میں نے اُن سے کہا کہ مجھے خدا پر بھروسہ ہے اور میں کسی طاقت سے نہیں ڈرتا چنانچہ میں اُدھر گیا اور خدا نے مجھے ہر طرح محفوظ رکھا۔ عوام کی بہتری کے لئے ہر طرح سے کوشش کرنے کو تیار ہوں۔ یہ جان لینا [illegible] کا بھی چاہیے [illegible] تمام [illegible] ہو

نہیں ہو سکتا۔ تو پھر جھگڑا اور خوف کیسا؟ بہرحال آپ کو بھی ان باتوں سے پریشان نہیں ہونا چاہیے اور فتنہ و فساد برپا نہ ہونے دیجئے اس لئے کہ اس سے کوئی کام نہیں بنتا۔

حل سے پہلے پُر امن فضا:۔ "اس ملک کا مسئلہ ہر شخص اور ہر جماعت کا مسئلہ ہے اس لئے میری یہ کوشش ہے کہ کوئی ایسا حل نکال لیا جائے جس پر تمام رضامند ہوں مگر اس کے لئے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ فضا پُر امن ہو۔ ہم نے گذشتہ پانچ سال کے دوران پُر امن رہنے کا جو ثبوت دیا ہے اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ انتہائی جبر و تشدد کا مقابلہ انتہائی صبر و تحمل سے کیا اس کے باوجود ہم پر اگر کوئی بدامنی اور تشدد کا الزام لگائے تو یہ اس کی سراسر دھاندلی اور سینہ زوری ہوگی۔ چند غرض پرستوں کی یہ کوشش ہے کہ فتنہ و فساد برپا رکھیں اور اسی سے اُن کے اغراض بھی وابستہ ہیں مگر میں ان سے یہ کہتا ہوں کہ ہم تو عمر بھر فتنہ و فساد کے خلاف لڑتے آئے ہیں اس لئے یہ بہت بڑا ظلم ہوگا کہ عوام کو اس طرح فتنہ و فساد میں مبتلا کیا جائے بجائے مسئلہ فرقہ پرستی کے بے بنیاد الزامات تراشے جاتے ہیں۔

اور اس میں ہمارے وہ ساتھی بھی شامل ہیں جو کل تک اسی مقام پر کھڑے ہو کر اپنی تقریروں میں فرقہ پرستی کی مذمت کرتے رہے ہیں دوسرے کچھ فرقہ پرست بھی ہیں جو ہم پر یہ الزام لگا رہے ہیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں وہ اس قسم کے الزامات شروع ہی سے لگاتے آئے ہیں چونکہ وہ خود فرقہ پرست ہیں اس لئے اپنی فرقہ پرستی کے جواب میں وہ ہمیں فرقہ پرست قرار دے رہے ہیں۔ ہم نے انسان دوستی اور قوم پروری کا اس وقت ثبوت دیا جب برصغیر ہند میں ہندو مسلمان سکھ پاگلوں کی طرح ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے تھے ہم اس وقت آگ میں کود پڑے تاکہ دنیا کو بتا دیں کہ یہاں کے مسلمان اپنے ہادی برحق حضرت محمد صلعم کے ارشادات پر قائم ہیں اور مذہب و ملت کی تفریق سے بالاتر ہو کر انسانی اخوت و رواداری کے رشتہ کو برقرار رکھنا اپنا فرض سمجھتے ہیں اس لئے جموں و کشمیر کے مسلمانوں سے یہ امید نہیں رکھنی چاہیئے کہ فرقہ پرستی کا الزام دیکر انکو گمراہ کیا جا سکتا ہے۔

غنڈوں کے ہاتھوں میں چھریاں:۔ "معلوم ہوا ہے کہ چند غنڈے جن کے ساتھ اسمبلی کے کچھ ممبر بھی ہیں۔ اپنے ہاتھوں میں

چھریاں لے کر ہر محلہ میں پھرتے ہیں اور شریف لوگوں کو ڈراتے دھمکاتے ہیں تاکہ وہ اپنے گھروں سے باہر نہ نکلیں اور ایسی حرکات اس پولیس کی موجودگی میں ہو رہی ہیں جسے ہندستان سے لایا گیا ہے۔ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ گو سی۔ آر۔ پی اور باقی ہندستانی پولیس خود ہاتھ تو نہیں اٹھاتی مگر ان کی موجودگی میں سب کچھ ہوتا ہے اور وہ ٹس سے مس نہیں ہوتے اس سے غنڈہ عناصر کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اگر وہ غنڈوں کا مقابلہ کریں گے تو ہندستانی پولیس انہیں گرفتار کر لے گی اس سے دو مقاصد مطلوب ہیں ایک تو عوام پر دہشت اور خوف طاری کرنا اور دوسرے ہندستانی پولیس کی موجودگی کی آڑ میں کشمیری عوام کے دلوں میں ہندستان کے خلاف جذبات ناراضی پیدا کرنا۔ میں ہندستانی پولیس کے ان سپاہیوں کو گاندھی جی کے نام پر کہتا ہوں کہ وہ غنڈوں کی حوصلہ افزائی کا باعث نہ ہوں اس لئے کہ گاندھی جی نے ہمیشہ غنڈوں اور غنڈہ گردی کی مذمت کی ہے جب کوئی شخص کسی پر حملہ آور ہو تو ان کا یہ فرض ہے کہ حملہ آور کو گرفتار کریں

خواہ وہ کسی جماعت سے تعلق رکھتا ہو ورنہ اس سے جہاں وہ اپنی فرض ناشناسی کا ثبوت دیتے ہیں وہاں گاندھی جی اور پنڈت نہرو کے ہندستان کو بھی بدنام کرتے ہیں۔ اپنی جان و آبرو بچانے کا ہر ایک کو حق ہے اس لئے اگر غنڈے کسی شریف آدمی پر حملہ کریں تو اس جگہ کے تمام لوگوں کو لازم ہے کہ اکٹھے ہو کر اسے بچائیں ایسی صورت میں ہندستان کی پولیس کو بھی چاہئے کہ اگر مدد نہ کرے تو اپنی جان اور عزت و آبرو غنڈوں سے بچانے کے لئے لوگوں کے راستہ میں حائل نہ ہو۔

حق و صداقت پر قائم رہنے کا عہد :- یہ ہیں وہ حالات جن سے ہم گزر رہے ہیں اور میں نے ابھی ابھی جو کچھ اس متبرک مقام پر کہا ہے یہی دوسرے مقامات پر بھی کہہ چکا ہوں اور اس سے میرا خطاب بلالحاظ مذہب تمام فرقہ کے لوگوں سے ہے اور یہ جدوجہد سب کی بہتری کے لئے ہے۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ صرف مسلمانوں کے لئے ہے وہ غلطی

پر ہیں اور اس سے ان کی تنگ نظری اور کوتاہ اندیشی پائی جاتی ہے۔ آپ کو چاہئے کہ صبر اور حوصلہ سے کام لیں اور فتنہ و فساد اور جھوٹ کا مقابلہ کریں خدا بالآخر اسی کو کامیابی دیتا ہے جو حق و صداقت پر قائم رہے۔ دعا ہے کہ خدا ہمیں بھی اپنے مقصد میں کامیاب کرے۔

"آمین"

رعناواری میں تقریر...

رعناواری کا علاقہ کشمیری پنڈتوں کی آبادی کا ہے اور سیاسی سرگرمیوں کا مرکز رہا ہے۔ ۵ رمارچ ۵۸ء کو یہاں کے ایک بڑے جلسہ کو خطاب کرتے ہوئے شیخ محمد عبداللہ نے فرمایا۔

اس علاقہ کے دورے کا مقصد:۔ "اس علاقہ میں آنے کا میرا مقصد یہ تھا کہ گذشتہ دس بارہ روز کے اندر جو لوگ گرفتار ہوئے ہیں ان کے لواحقین کو آپ کی طرف سے تسلی دوں اور ان سے کہوں کہ ان کے مصائب میں ہم سب شریک ہیں۔ میں کوشش کروں گا کہ کچھ ضروری باتیں آپ سے عرض کروں۔ رعناواری ایک ایسا علاقہ ہے۔ جہاں سب بھائی ہندو، مسلمان اور سکھ آباد ہیں۔ میں کوشش کروں گا کہ ہندو اور سکھ بھائیوں کے دلوں میں جو خوف وہراس اور غلط فہمیاں ڈال دی گئی ہیں ان کو دور کروں۔ ہر شخص یہ جانتا ہے کہ ان بے بنیاد باتوں سے عوام کے باہمی اتحاد کو نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا۔ مگر اس کے باوجود بعض شرانگیز عناصر اس کے درپے رہتے ہیں۔

مسلمانوں اور پنڈتوں میں کوئی فرق نہیں''۔ کشمیر میں مسلمانوں کے بعد سب سے زیادہ تعداد کشمیری پنڈت بھائیوں کی ہے اور ان دونوں میں سوائے طریق عبادت اور مذہبی عقائد کے اور کوئی فرق نہیں ہے۔ مذہب ہر ایک کا اپنا اپنا ہے۔ اور ہر انسان کو اس کا اختیار ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کی جس طرح چاہے عبادت کرے یا پوجا کرے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ یعنی دین اور مذہب اختیار کرنے میں کسی پر کوئی جبر نہیں۔ اور ایک دوسری جگہ اس کی مزید وضاحت اس طرح کی گئی ہے۔ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ۔ یعنی تم کو تمہارا دین اور مجھ کو میرا دین۔ اس لئے اختلاف مذہب کا کوئی جھگڑا نہیں۔

یہاں کی اکثریت اور اقلیت دونوں زندگی کے باقی شعبوں اور حلقوں میں مشترک ہیں۔ ان کی بود و باش مشترک ہے پیشہ اور رسم و رواج ایک ہیں۔ خوشی اور غمی ایک ہے اور ان کی تاریخ بھی ایک ہے اور ان کا کلچر بھی ایک ہے۔ غرض ہماری ساری زندگی ایک خاندان کی سی ہے۔ کشمیر میں باہر کے حکمران کا تسلط جب کبھی ہوا ہے تو اس سے نجات حاصل کرنے کے لئے ہم دونوں کوشاں رہے ہیں

اکثر یہ ہوا ہے کہ باہر سے آنے والوں نے یہاں کے مناظر قدرت سے مسحور ہو کر باشندوں کو اپنا مطیع اور محکوم بنا لیا جس کا گہرا احساس یہاں کے عوام کو ہوا۔ اور انہوں نے متحد و متفق ہو کر اس سے گلو خلاصی کرانے کی جد و جہد کی جس سے ان کے باہمی اتحاد کا رشتہ اور مضبوط ہو گیا۔ اس اتحاد اور احساس کو جھوٹے پروپگنڈے سے کمزور نہیں کیا جاسکتا اس صدی کی پہلی چوتھائی میں یہاں جب آہستہ آہستہ کچھ حالات بدلے۔ تعلیم پھیلی اور باہر کی سیاست نے ریاست کے اندر بیداری کی روح پھونکی۔ اور جس نے سنہ ۳۱ء میں باقاعدہ تحریک کی صورت اختیار کر لی تو اس وقت حکومت نے ہندوؤں کو ڈرا کر کچھ دیر تک تحریک کے خلاف کھڑا کیا چونکہ ان میں اکثر تعلیم یافتہ تھے اس لئے انہوں نے آخر کار محسوس کیا کہ وہ اس تحریک حریت سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ جب نیشنل کانفرنس قائم ہوئی تو کشمیری ہندوؤں نے بھی اس میں شامل ہو کر اپنے مسلمان بھائیوں کے دوش بدوش ملکی خدمات انجام دیں۔ اور ہم سب نے حکومت کی شرارتوں کے باوجود ہندوؤں اور مسلمانوں میں جھگڑا پیدا ہونے نہیں دیا اس کے بعد ایک وقت آیا جب سنہ ۴۷ء میں ہماری قوم پر

اور بھارت نے سیکولرزم کو معرض امتحان میں لایا گیا خدا کا شکر ہے کہ مسلمانوں نے اس بات کا ثبوت دیا کہ اقلیتوں کی حفاظت کرنا ان کا ایمان ہے۔ یہ واقعات کچھ زیادہ پرانے نہیں گذشتہ دس سال کے اندر ہی رونما ہوئے اور ان کی یاد تمام ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کے ذہنوں میں تازہ ہے۔ آج ۴۷ء کے خونی واقعات کی یاد سے ہندستان اور پاکستان کے نیک دل لوگ شرمسار ہیں۔ لیکن کشمیری مسلمان اور ہندو فخر سے سر اٹھا کر اپنے اُس وقت کے طرز عمل کو یاد کرتا ہے۔

کشمیر کی تاریخ اور اس کا مزاج :۔ کشمیر کی تاریخ اور اس کا مزاج سمجھنے کے لئے یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ اس کی پر امن اور پر سکون فضا میں صدیوں کی مشترکہ تاریخ نے ہمارے اندر ایک ہونے کا گہرا احساس پیدا کیا ہے اور اسی جذبہ کی بنا پر ہم ہر حال میں اُن بے انصافیوں کے خلاف لڑنے کے لئے متحد رکھا جو زبردستوں اور طاقتوروں نے ہم سے روا رکھیں۔ چنانچہ جب بیداری عام ہوئی تو عوام نے مطالبہ کیا کہ وہ خود اس ملک کی قسمت بنانے کے مالک ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ اس وقت جن زبردستوں کے خلاف ہم لڑ رہے تھے ان کے مورث اعلیٰ نے کشمیر کی اس سرزمین کو انگریزوں سے خریدا تھا۔ اس لئے

وہی اپنے آپ کو کشمیر اور اس کی آبادی کے مالک سمجھتے تھے ۔

ہماری تحریک کا مقصد :- ہماری تحریک کا مقصد یہ تھا کہ اس وقت کے جابر حکمران سے اپنے ملک کو آزاد کرائیں اور اپنے حق خود ارادیت کے لئے جد و جہد جاری رکھیں دفعتہً حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ انگریزی سامراج کا تسلط برصغیر ہند سے اٹھنے لگا اور وہ ہندستان کی عوامی جماعتوں کے ہاتھ اقتدار منتقل کرنے لگا چنانچہ سنہ ۴۶ء میں جب کیبنٹ مشن ہندستان آیا۔ تو کشمیر کی طرف سے ہم نے اس کے سامنے ایک یادداشت رکھی جس میں اس مشن پر واضح کر دیا کہ برطانوی تسلط اٹھ جانے کی صورت میں یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہیئے کہ کشمیر کا معاملہ ہندستان کی دیگر ریاستوں سے بالکل مختلف ہے۔ دیگر ریاستوں کے مہاراجے اور نواب ان کے مورث اعلیٰ کے جانشین ہیں جو انگریزی راج کے قیام سے پہلے ہی موجود تھے یا جنکا حق حکمرانی انگریزی راج نے اس لئے تسلیم کیا تھا کہ ہندستان مختلف ریاستوں میں بٹا رہے اور ہندستانیوں کے اندر ایک متحدہ طاقت نشو و نما نہ پائے۔ چنانچہ سندات اور معاہدات کا ایک طویل سلسلہ ان دیسی حکمرانوں اور انگریزی راج کے مابین جاری رہا۔ مگر کشمیر کا معاملہ اس

سے مختلف حیثیت رکھتا ہے۔ ۱۸۳۹ء میں جب مہاراجہ رنجیت سنگھ والئی پنجاب مر تو اس کے جانشینوں میں جھگڑا ہوا۔ کشمیریوں نے ۱۸۴۱ء میں غلامی کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ مگر اسے دبا دیا گیا۔ جب مہاراجہ رنجیت سنگھ کا نابالغ لڑکا تخت نشین ہوا۔ تو جموں کے راجہ گلاب سنگھ نے اپنے اثر و رسوخ کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے سکھوں میں خانہ جنگی کرانے کی سازش کی۔ جس کا انکشاف ہونے پر بددیانتی اور غیر وفاداری کے جرم میں اسے جموں سے بطور قیدی گرفتار کر کے مہاراجہ دلیپ سنگھ کے مشیروں کے سامنے لے جایا گیا جنہوں نے ایک کروڑ روپیہ وصول کر کے راجہ گلاب سنگھ کو چھوڑ دیا۔ اس کے فوراً بعد سکھوں اور انگریزوں میں لڑائی چھڑ گئی۔ راجہ گلاب سنگھ کو انتقام لینے کا موقع ملا چنانچہ اس نے درپردہ انگریزوں کی امداد شروع کر دی۔ یہ راجہ گلاب سنگھ ہی تھا۔ جس نے ۱۸۴۲ء میں سکھوں کی حکومت سے یہ اجازت حاصل کی تھی کہ انگریزی افواج پنجاب سے گذرتے ہوئے افغانستان پر حملہ آور ہوں۔ بہر حال فروری ۱۸۴۶ء میں سبراؤں کے مقام پر انگریزی فوج نے سکھ فوج سے ہتھیار ڈلوائے اس دوران میں راجہ گلاب سنگھ ریشہ دوانیوں میں لگا رہا وہ ہوشیار تھا

اس لئے اس نے بھانپ لیا کہ اگر انگریز فتحمند ہوں گے تو وہ نہ صرف اپنے جذبۂ انتقام کو تسکین دے سکے گا بلکہ خود بادشاہی بھی کر سکے گا۔ چنانچہ سبراؤں کی فیصلہ کن لڑائی سے راجہ گلاب سنگھ نے مزید فائدہ اٹھایا۔ انگریزوں کے ساتھ اس کی پہلے ہی سازباز تھی کہ جب سکھ فوج کے سالار میدان جنگ میں ہتھیار ڈالدیں تو سکھ دربار (یعنی حکومت لاہور) کو مجبور کر دیا جائے کہ راجہ گلاب سنگھ اور انگریزوں کے درمیان بندربانٹ کی جو باتیں پہلے ہی طے پا چکی تھیں وہ اس کی اجازت دیدے چنانچہ ایسا ہی ہوا سر ہنری ہارڈنگ گورنر جنرل نے لاہور دربار سے ایک کروڑ روپیہ تاوان جنگ طلب کیا راجہ گلاب سنگھ کو اس کا علم تھا کہ حکومت لاہور کا خزانہ خالی ہے اور وہ تاوان جنگ ادا نہیں کر سکے گی۔ جب سکھوں پر دباؤ پڑا تو انہوں نے ۹ مارچ ۱۸۴۶ء کو انگریزوں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا۔ جس کی رو سے سلطنت پنجاب کا وہ حصہ جس میں کشمیر بھی شامل ہے۔ ایک کروڑ روپیہ تاوان جنگ کے بدلے انگریزوں کے ہاتھ فروخت کرنا طے پایا۔ اور جس معاہدہ کی رو سے انگریز اس کے حقدار ہوئے وہ معاہدہ لاہور کے نام سے مشہور ہے اس کے

صرف سات روز کے بعد انگریزوں اور گلاب سنگھ کے درمیان
۱۶ مارچ ۱۸۴۶ء کو جو علاقہ سلطنت پنجاب سے خرید کیا گیا ہے
ایک کروڑ روپیہ میں راجہ گلاب سنگھ کے ہاتھ فروخت کر دیا گیا چنانچہ
۱۶ مارچ ۱۸۴۶ء کو اس معاہدہ کی تکمیل کی گئی اور یہ معاہدہ امرتسر
کہلایا جب کشمیریوں کو اس کا علم ہوا کہ انہیں بھیڑ بکریوں کی طرح
فروخت کیا گیا ہے پہلے لاہور میں سکھ حکومت کو دھوکہ دیکر اور
پھر راجہ گلاب سنگھ کے ہاتھ اس سازش کے تحت جو انگریزوں
اور راجہ گلاب سنگھ کے درمیان سودا بازی کے لئے ہو رہی تھی۔
جب سکھ حکومت کے خلاف سازش کامیاب ہوئی تو انگریز نے
بیک وقت ایک تیر سے دو شکار کئے۔ گلاب سنگھ سے ایک کروڑ
روپیہ وصول کیا۔ اور کشمیر کو راجہ گلاب سنگھ کے ہاتھ فروخت کر کے
سکھوں کی حکومت کو کمزور کر دیا۔ تاریخ کا یہ ایک اور ستم ہے کہ
ہندستان کو غلام بنانے کے لئے انگریز کو جو اخراجات برداشت
کرنا پڑتے یہاں کے لوگوں ہی سے وصول کئے جاتے بہر حال کشمیریوں
نے بغاوت کی اور راجہ گلاب سنگھ کو واپس جانا پڑا۔ اس وقت
سکھ حکومت کا گورنر راجہ لال سنگھ تھا۔ جسے راجہ گلاب سنگھ کی

تمام سازشوں کا علم ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس نے اس دغا بازی کے
خلاف اپنی آواز بلند کی مگر راجہ گلاب سنگھ اور انگریز کی مشترکہ چالوں
نے اس کی آواز کو دبا دیا۔ اور اس طرح راجہ گلاب سنگھ اپنے مکر و
فریب کی چالوں میں کامیاب ہو گیا۔ اور کشمیری اور انکا ملک فروخت ہو گیا
کیبنٹ مشن سے مطالبہ :۔ کیبنٹ مشن کے سامنے یہ تمام
سرگذشت پیش کرنے کے بعد یہ مطالبہ کیا گیا کہ اب جبکہ انگریز
ہندستان کو ان کا ملک واپس کر رہا ہے تو اخلاق اور انصاف کا
تقاضہ ہے کہ ریاستی باشندوں کو ان کا ملک واپس کر دیا وہ
ملک جو انگریزوں نے گلاب سنگھ کے ہاتھ سازش کے تحت
فروخت کیا تھا۔ اس تحریک کے آغاز کا باعث بھی یہی بات
تھی جسے "کشمیر چھوڑدو" کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مہاراجہ
گلاب سنگھ کے جانشین مہاراجہ ہری سنگھ کو کب یہ گوارا
تھا چنانچہ اس کے ظلم و تشدد کی مشینری حرکت میں آئی اور
کشمیر کے رہنماؤں کو جیل میں بند کر دیا گیا۔ آپ کو یاد ہو گا کہ
جن رہنماؤں کو قید کیا گیا ان میں کشمیری پنڈت رہنما بھی
تھے۔ بہرکیف انہی ہم قید و بند کی صعوبتیں ہی برداشت کو

رہے تھے کہ ہندستان کو نہ صرف سیاسی آزادی ملی بلکہ اسے ہندستان اور پاکستان کی مملکتوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ تقسیم کے متعلق جب کانگریس اور مسلم لیگ میں سمجھوتہ ہوا تو ریاستوں کے متعلق یہ مان لیا گیا کہ وہاں کے باشندوں کی مرضی۔ جغرافیائی تعلق وغیرہ کی بنا پر وہ الحاق کریں گی۔ مہاراجہ تو یہ چاہتا تھا کہ وہ ہندستان اور پاکستان دونوں سے آزاد رہے۔ مگر ہماری جدوجہد اس کی مطلق العنانی سے چھٹکارا پانا تھا ہندستان بھر کے راجے مہاراجے اور نواب انگریز سامراج کی پیداوار تھے اور انہیں انگریزی راج کا ستون سمجھا جاتا تھا۔ مہاراجہ وائسرائے کے پاس دوڑے اور آئندہ کیلئے اپنے راج پاٹ کی حفاظت کی فکر میں لگ گئے مگر وائسرائے نے اپنی اور برطانوی حکومت کی مجبوریوں کا اظہار کر کے اُن پر یہ حقیقت واضح کر دی کہ اب برطانیہ ان کی سرپرستی کرنے سے قاصر ہے اس لئے وہ ہندستان و پاکستان کی دو مملکتوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مل جائیں۔ مہاراجہ کشمیر نے اپنے وزیر اعظم رام چندر کاک کو دہلی بھیجا جہاں وہ مسٹر محمد علی جناح

سے پہلے ہندستان بھر میں ایک وسیع پیمانہ پر فسادات برپا تھے۔ لاکھوں ہندو اور مسلمان ایکدوسرے کا گلا کاٹ رہے تھے اور فرقہ پرست جماعتیں ان کی رہنمائی میں پیش پیش تھیں مگر دوسری طرف راجے مہاراجے کچھ اور ہی منصوبے باندھ رہے تھے ان کے پیش نظر یہ بات تھی کہ کسی نہ کسی طرح ہندستان کی عوامی حکومت کمزور رہے اور ملک کے لوگوں میں ایکتا نہ ہو تاکہ وہ آسانی کے ساتھ اپنے اپنے مفاد محفوظ کر سکیں مگر عوام کے اندر آزادی کا جو بے پناہ جوش و خروش کارفرما تھا اس کی وجہ سے راجوں مہاراجوں کو اپنے منصوبوں کو علانیہ طور پر عملی جامہ پہنانے کی ہمت نہ تھی مگر در پردہ وہ اس سازباز میں رہے۔ چنانچہ بعد میں معلوم ہوا تھا کہ مہاراجہ ہری سنگھ بعض دوسرے مہاراجوں اور راجوں کے ساتھ ملکر اس بات پر راضی ہو گیا تھا کہ وہ ہندستان کے اس شمالی حصہ میں ایک الگ ریاست قائم کریں۔ اسی مقصد سے وہ خود مختاری کے لئے بھی کوشاں تھے۔ ۳۔ جون ۴۷ء کو وائسرائے نے اعلان کر دیا کہ برطانوی حکومت ہندستانیوں کے ہاتھ اختیارات منتقل کر دے گی ہم ابھی جیل میں تھے کہ معلوم ہوا کہ جون اور جولائی ۴۷ء میں مہاراجہ نے تگ و دو کی کہ انگریز حکومت کی مدد سے وہ ریاست کی الگ حیثیت اور خود مختاری

منوائے۔ ریاست کے اضلاع مظفر آباد۔ میرپور۔ پونچھ۔ میں مہاراجہ کی فوج لوگوں پر سخت مظالم توڑ رہی تھی۔ گاؤں کے گاؤں نذر آتش کیے جا رہے تھے غرض مہاراجہ کی حکومت فرقہ وارانہ فسادات کی آگ بھڑکانے اور پھیلانے میں مصروف تھی جب کہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کی تاریخ بھی مقرر ہو گئی کہ ہندستان کی قسمت کا فیصلہ اس طرح ہو کہ اُس روز اُسے ہندستان و پاکستان کی دو مملکتوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ مگر مہاراجہ ہنوز کوئی فیصلہ نہ کر سکا تھا۔ وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن مہاراجہ کی دعوت پر سرینگر آیا۔ کہتے ہیں کہ اس نے مہاراجہ کو یہ مشورہ دیا کہ وہ خودمختاری کی کوشش نہ کرے، بلکہ ہندستان یا پاکستان کسی ایک مملکت کے ساتھ عوام کی مرضی کے مطابق الحاق کرے۔ وائسرائے کا بیان ہے کہ اس سے سردار پٹیل نے کہا تھا کہ وہ مہاراجہ سے جا کر یہ کہے کہ اگر مہاراجہ پاکستان کے ساتھ بھی الحاق کرلے تو حکومت ہند اس کے اس اقدام کو کسی دشمنی پر محمول نہیں کرے گی۔ بہرحال وائسرائے کو مہاراجہ نے ٹال دیا اور بیماری کا بہانہ کر کے ملاقات بھی نہ کی۔ اصل میں مہاراجہ کے دل میں خودمختاری کا خیال گھر کر گیا تھا اور وہ اسی پر مصر تھا۔ اسی اثنا میں اگست ۱۹۴۷ء میں گاندھی جی سرینگر تشریف لائے اور واپسی

پر ۵؍ اگست کو بمقام واہ ضلع اٹک انہوں نے اپنے تاثرات کا اظہار ان لفظوں میں کیا۔

گاندھی جی کا ارشاد:۔ "میں کشمیر نہ کسی سیاسی مقصد سے گیا تھا اور نہ میرا ارادہ عبادت کی کوئی میٹنگ بلانے کا تھا۔ مگر سرینگر میں دو روز اور جموں میں ایک روز مجھے عبادت کی میٹنگ بلانے کا موقع مل گیا ان میٹنگوں میں ہزاروں آدمیوں نے شرکت کی۔ سرینگر کے سہ روزہ قیام کے دوران بہت سے قومی کارکنوں نے مجھ سے ملاقات کی۔ بیگم شیخ محمد عبداللہ مسلسل میری میزبان رہیں۔ مہاراجہ صاحب۔ مہارانی صاحبہ اور وزیر اعظم مسٹر کاک سے بھی میری ملاقاتیں ہوئیں مگر مجھے افسوس ہے کہ میں شیخ محمد عبداللہ سے نہ مل سکا جو بلاشبہ کشمیریوں کے واحد لیڈر رہیں اور میں شیخ محمد عبداللہ سے ملنے گیا بھی نہیں تھا۔"

"میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ۱۵ اگست کو اگر ہر طرح خیریت رہی تو ریاست جموں و کشمیر آئینی طور پر خود مختار ہو جائے گی مگر مجھے یقین ہے کہ ۱۵ اگست کے بعد ریاست زیادہ دنوں تک اس حالت میں نہیں رہے گی اسے ہندستان یا پاکستان دونوں میں سے کسی

ایک کے ساتھ الحاق کرنا ہوگا۔ ریاست میں مسلمانوں کی اکثریت ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ شیخ محمد عبداللہ نے کشمیریوں کے اندر مقامی حب الوطنی کی روح پھونک دی ہے برطانوی اقتدار اعلیٰ ۱۵۔ اگست کو ختم ہوجائیگا اس کے بعد حقیقی اقتدار اعلیٰ کا دور شروع ہوگا اس سے میری مراد کشمیری عوام کا اقتدار اعلیٰ ہے۔ کشمیریوں کی ایک زبان ہے، ایک کلچر ہے اور جہانتک میں دیکھتا ہوں وہ لوگ بھی ایک ہی ہیں۔ میں کشمیری ہندو اور کشمیری مسلمان میں بیک نظر امتیاز نہیں کرسکا۔ ایک بڑا وفد میرے پاس آیا تھا۔ مگر میرے لئے یہ معلوم کرنا مشکل تھا کہ اس میں مسلمانوں کی اکثریت ہے یا ہندوؤں کی۔ خواہ کچھ بھی تھا۔ مجھے یہ کہنے میں تامل نہیں کہ کشمیر اور جموں میں کشمیریوں کی مرضی ہی اعلیٰ قانون کی حیثیت رکھتی ہے۔ میں یہ کہنے میں خوشی محسوس کرتا ہوں کہ مہاراجہ صاحب اور مہارانی صاحبہ نے بھی اس امر کو تسلیم کرلیا ہے۔ خوش قسمتی سے مجھے وہ معاہدہ دیکھنے کا بھی موقع ملا جسے معاہدہ امرتسر کہتے ہیں۔ وہ ایک بکری پتر ہے۔ جس کی رو سے کشمیر فروخت کیا گیا تھا۔ اب جبکہ انگریز جارہا ہے وہ بکری پتر بھی ختم ہوجائیگا۔ اور اقتدار اور سرداری کے مالک عوام ہونگے۔ اسوقت فروخت کرنے

والا برطانوی گورنر جنرل تھا۔ اور خریدار مہاراجہ گلاب سنگھ۔ معاہدہ کے خاتمہ پر کیا یہ ریاست برطانیہ کو واپس چلی جائے گی۔ اور انگلستان کی ملکیت قرار پائیگی اور اگر ہندستان کی ملکیت ہوگی تو اس کے کس حصہ کی؟ قانونی پیچیدگیوں میں گئے بغیر میں کہہ سکتا ہوں کہ جموں و کشمیر کا فیصلہ وہاں کے عوام ہی اپنی مرضی سے کریں گے۔ اور مہاراجہ صاحب اور مہارانی صاحبہ دونوں اس سے متفق ہیں۔ یہ جس قدر جلد ہو بہتر ہوگا۔ یہ سوال بھی معقول ہے کہ عوام کی رائے کیسے معلوم کی جائے گی۔ مجھے امید ہے کہ اس سوال کو دونوں مملکتیں۔ ہندستان اور پاکستان اور مہاراجہ کشمیر اور کشمیر کے باشندے باہم مل کر طے کریں گے۔ اگر یہ چاروں کسی متفقہ فیصلہ پر پہونچ جائیں تو پھر بہت زیادہ مصیبتوں کی روک تھام ہو جائے گی۔

جوں کا توں معاہدہ:- چند روز کے بعد ہی مہاراجہ نے ہندستان اور پاکستان کی حکومتوں کو جوں کا توں (STANDSTILL) تعلقات برقرار رکھنے کی پیشکش کی۔ جس کا جواب حکومتِ ہند نے تو نہ دیا مگر حکومت پاکستان نے اسے تسلیم کر لیا یہاں یہ امر

خاص طور پر قابل غور ہے کہ اس خیال کی بنا پر کہ کشمیر خود مختار ہے مہاراجہ خود ہی اس کے مستقبل کا فیصلہ کرنا چاہتا تھا۔ بہر کیف ۲۹ ستمبر ۱۹۴۷ء کو اس نے مجبوراً ہمیں جیل سے رہا کر دیا۔ اس وقت سورت حال بے حد نازک تھی۔ ہندستان دو قومی نظریۂ کی بنا پر دو حصوں میں تقسیم ہو چکا تھا لاکھوں انسان گھر سے بے گھر دربدر مارے مارے پھر رہے تھے۔ ہزاروں بچے اور عورتیں انسانی درندگی اور سفّاکی کا شکار ہو رہے تھے۔ خود ہماری اس ریاست میں جہاں میرپور۔ مظفر آباد۔ اور پونچھ کے باشندوں کو مہاراجہ کی فوج بے دردی سے موت کے گھاٹ اُتار رہی تھی۔ وہاں جموں اور اس کے نواحی علاقہ میں بھی فساد کی آگ بھڑکائی جارہی تھی اور مسلمانوں کو بے دریغ قتل کیا جارہا تھا میں نے رہا ہوتے ہی یہاں کے ہندوؤں۔ سکھوں اور مسلمانوں کو بتایا کہ باہمی اتحاد و اتفاق ہی میں زندگی ہے اور تفرقہ و عداوت میں موت ہے۔ اس لئے سب لوگ آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔ اس وقت ہم چاروں طرف سے گھپ اندھیرے میں ہیں۔ الحاق سے پہلے آزادی کا سوال در پیش ہے مگر حصول آزادی کے لئے

آزاد ماحول درکار ہوگا۔

پریشان کن حالات میں اضافہ:۔ مہاراجہ کشمیر کے بے پناہ مظالم سے تنگ آکر۔ میرپور۔ پونچھ اور مظفرآباد کے ستم رسیدہ باشندوں نے جو بغاوت کی اس سے پریشانیوں میں اور اضافہ ہوگیا۔ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو قبائلیوں نے بھی حملہ کردیا۔ اور وہ سکھوں، ہندوؤں اور مسلمانوں کو بلا امتیاز لوٹتے اور قتل و غارتگری کا بازار گرم کرتے سرینگر کی جانب بڑھتے چلے آرہے تھے۔ دوسری طرف جموں اور میرپور میں فرقہ وارانہ فسادات نے ہولناک صورت اختیار کرلی تھی۔ ۲۲۔۲۳ اکتوبر کو مہاراجہ کشمیر کی آنکھ کھلی اس وقت قبائلی حملہ آور سرینگر کے مضافات میں پہونچ گئے تھے۔ حالات کی نزاکت کے پیش نظر مہاراجہ نے حکومت ہند سے فوجی امداد کی درخواست کی۔ مگر اس وقت حکومت ہند نے ایک ایسی ریاست کو فوجی امداد دینے سے اظہار معذرت کیا۔ جس نے قاعدہ کے مطابق اس سے الحاق نہیں کیا تھا۔ خاص طور پر ایسی صورت میں جبکہ مہاراجہ کے سر میں خودمختاری کا سودا سمایا ہوا مہاراجہ کشمیر سری نگر سے بھاگ کر جموں چلا گیا تھا اندریں حالات

اس کے لئے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ حکومت ہند پر الحاق کے لئے زور دے۔ آخر حکومتِ ہند نے الحاق اس شرط پر منظور کر لیا کہ امن بحال ہونے پر ریاستی باشندوں سے اس کی تصدیق کرائی جائے گی۔ یعنی الحاق کا فیصلہ رائے شماری سے ہو گا۔ اس کے بعد پنڈت جواہر لال نہرو نے بھی اس کی تائید مزید کی اور سرینگر کے لال چوک میں کھڑے ہو کر کشمیریوں سے وعدہ کیا کہ الحاق کے فیصلہ کا انحصار کشمیریوں کی رائے پر ہو گا۔ اور وہ خود اپنی مرضی سے اس کا فیصلہ کریں گے۔ پنڈت نہرو نے کشمیریوں سے اس کا وعدہ کیا اور فوجی امداد دینے کی وجہ یہ بتائی کہ امن بحال ہونے کی صورت میں اہلِ کشمیر الحاق کا فیصلہ آزادی سے کر سکیں گے اور جوں ہی امن بحال ہو گا فوج واپس بلائی جائیگی۔

رائے شماری کے ذریعہ الحاق:۔ "نومبر ۱۹۴۷ء کے پورے مہینہ میں دونوں مملکتوں کے گورنر جنرل اور ان کے وزراء اعظم کے درمیان طویل خط و کتابت ہوئی۔ جس میں دونوں نے تسلیم کیا کہ رائے شماری کے ذریعہ الحاق کا فیصلہ ہو گا۔ صرف تفصیلات میں اختلاف رہا۔ مثلاً یہ کہ پاکستان کے گورنر جنرل مسٹر محمد علی جناحؒ

کی یہ تجویز تھی کہ دونوں مملکتوں کے گورنر جنرل اپنی نگرانی میں رائے شماری کرائیں۔ مگر اس کے برعکس لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی رائے یہ تھی کہ ادارۂ اقوام متحدہ کے زیر نگرانی ہو۔ آخر کار حکومت ہند نے حفاظتی کونسل کی جانب رجوع کیا۔ کہ ریاست پر قبائلی حملہ آور ہوئے ہیں اور ان کی پشت پر پاکستان کا ہاتھ ہے۔ حفاظتی کونسل میں اس مسئلہ پر بڑی طویل بحثیں ہوئیں۔ اور اس کے اجلاس میں میں خود بھی ہندستانی وفد کے ساتھ شریک ہوا اور حفاظتی کونسل میں میں نے یہاں کے باشندوں کے بنیادی اور انسانی حقوق کی نسبت وہی کچھ کہا جو آج کہتا ہوں۔ یعنی یہ کہ تاریخی۔ سیاسی اور اخلاقی۔ ہر لحاظ سے یہ حق صرف یہاں کے باشندوں کو پہونچتا ہے کہ وہ اپنی آزادانہ رائے سے الحاق کا فیصلہ کریں۔ قبائلی حملہ کی وجہ سے اس حق کے چھن جانے کا اندیشہ تھا۔ ہمارے خود اختیاری کے موقف کو آخر کار سب نے تسلیم کر لیا اور اس پر تمام متفق ہوئے کہ حفاظتی کونسل کی نگرانی میں کشمیر کے باشندوں کی رائے اس امر میں دریافت کی جائے گی۔ کہ ہندستان یا پاکستان دونوں مملکتوں میں سے کس کے ساتھ وہ اپنے ملک کا الحاق

چاہتے ہیں۔ میں نے حفاظتی کونسل میں ہندستان کے موقف کے
مطابق اور ہندستانی وفد کی طرف سے بھی یہ کہا تھا کہ ہماری تحریک
حق خود ارادی کا تقاضا ہی یہ ہے کہ الحاق کا فیصلہ لوگ اپنی آزادانہ
رائے سے کریں۔ ہندستانی وفد کے صدر نے بھی اپنی تقریر میں اس
کی تائید کی تھی۔ اس حقیقت کو دونوں مملکتوں نے تسلیم کر لیا۔
کہ مہاراجہ کے بجائے عوام کو حق ہے خود حفاظتی کونسل نے بھی
اسے بطور ایک بنیادی حق مان لیا۔ میں ان اختلافات کو کوئی
اہمیت نہیں دیتا جو اس کے بعد تفصیلی امور میں پیدا ہوئے۔
اس دوران میں کشمیر میں دستور ساز اسمبلی بھی بنا دی گئی اس کا
آپ کو بخوبی علم ہے کہ کن حالات میں اُسے وجود میں لایا گیا تھا۔
حکومت ہند نے ہم سے جو وعدے کئے تھے اور بلا جبر و اکراہ
کئے اور اس کی تصدیق تمام دنیا نے کی۔ ان وعدوں کی بنا پر
میں نے جو کچھ کہا میں اس سے انکار نہیں کرتا۔ میں نے کہا تھا کہ
اگر حکومت ہند ان وعدوں پر قائم رہی اور کشمیر کی اندرونی
آزادی اور حق خود ارادیت کا اس نے احترام کیا۔ تو ایسی صورت
میں کشمیری عوام ہندستان کے ساتھ الحاق کو زیادہ مفید سمجھیں گے

اور رائے شماری پر ملک کو ہندستان کا حصہ قرار دیں گے۔ مگر حکومت ہند نے ایسا نہ کیا۔ میں دریافت کرتا ہوں کہ ان وعدوں کا کیا ہوا۔ اور کیوں ایفا نہیں کئے گئے۔ ۱۹۴۷ء میں ہمارے ساتھ کئے گئے وعدوں سے ریاست کی تشکیل جس صورت میں ہوتی تھی وہ تو اب مسخ ہو کر رہ گئی ہے۔ یہ کس نے کیا؟ ہم نے یا کسی اور نے؟ الحاق کے سوال کو حفاظتی کونسل نے اسمبلی کی حدود سے خارج قرار دیدیا۔ اور ہندستان نے بھی کونسل کے اس فیصلہ کا احترام کرتے ہوئے اُسے یقین دلایا کہ کشمیر دستور ساز اسمبلی کا کوئی فیصلہ الحاق کے بارے میں قطعی اور فیصلہ کُن ثابت نہ ہوگا۔

دس سال گذر گئے:۔ دس سال سے کشمیر کا یہ مسئلہ لٹکا ہوا ہے مسلسل غیر یقینی حالات اور ڈر اور خوف کے باعث عوام سخت مصیبت میں مبتلا ہیں ہندوؤں کو جس طرح پاکستان میں اپنا مستقبل تاریک دکھائی دیتا ہے۔ مسلمان کو بھی اس باہمی کشمکش اور شبہات کے ماحول میں اپنے مستقبل پر بھروسہ نہیں اور اسے قدم قدم پر خدشات اور غیر محفوظ حالات پیش آتے ہیں۔ ہماری انتہائی خواہش ہے کہ اس قسم کے ماحول کو ختم کرنے میں تعاون کریں تاکہ عوام اپنے مستقبل کے بارے میں بلا خوف و جبر سوچ سکیں۔ فیصلہ کرتے وقت اگر ان کے ذہنوں پر

کسی قسم کا دباؤ اور خوف اثر انداز رہا تو وہ صحیح فیصلہ کرنے سے قاصر رہیں
گے۔ ہم تو گاندھی جی کی تعلیم اور ان کے فرمان کو ماننے والے ہیں ۱۹۴۷ء
کے افسوسناک حالات کے باوجود ہندستان سے ہماری امیدیں بندھ
گئی تھیں مگر اگست ۵۳ء کے بعد جو واقعات پیدا کئے گئے انہوں نے
اُن امیدوں کو مایوسی میں بدل دیا۔ حکومت ہند نے وعدہ کیا تھا کہ
کشمیر کے ساتھ انصاف ہی نہیں بلکہ فیاضانہ سلوک کیا جائے گا۔ میں
دُکھ کے ساتھ کہتا ہوں کہ فیاضی تو کہاں انصاف بھی نہیں ملتا۔ اس
بے انصافی کے خلاف آواز اٹھانا ہمارا فرض ہے۔ اس لئے کہ بے انصافی
کے اس دور میں کسی کی بھی عزت و آبرو محفوظ نہیں۔ امن اور محبت
سے زندہ رہنے کے لئے انصاف کی ضرورت ہے۔ میرے پنڈت بھائی
اس ملک کی زندگی کا ایک اہم اور مفید حصہ ہیں اور ان کی قابلیت
کا شہرہ دور دور ہے اس لئے ان کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ ملک میں
انصاف کو فروغ دیں انسانی مساوات اور انصاف دونوں لازم و
ملزوم ہیں مگر انصاف بغیر مساوات قائم نہیں رہ سکتا۔ ہم ہمیشہ سے
اس کے قائل ہیں بلکہ اس کے لئے مصروف جدوجہد ہیں کہ اس ملک
کا مالک اس کا ہر باشندہ ہے کوئی واحد شخص یا واحد فرقہ نہیں۔ اس

لئے اس کے مستقبل کے فیصلہ کا اختیار بھی ہر فرد واحد اور ہر فرقہ کو ہے۔

یہ بات کشمیر کے مزاج اور اس کی روایات کے منافی ہے کہ انسانوں کے مابین محض اس بنا پر امتیاز روا رکھا جائے کہ وہ مختلف فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم سے اس قسم کی توقع نہ رکھی جائے کہ ہم کسی ایک فرقہ کے لئے انصاف کے طالب ہوں گے اور دوسرے کو نظر انداز کر دیں گے یا خاموشی سے اس کے ساتھ بے انصافی ہوتے دیکھیں گے ایسا فرقہ وارانہ اتحاد قائم نہیں رہ سکتا۔ حقیقی اتحاد تو اسی سے برقرار رہتا ہے کہ ہر فرد بشر کے لئے مساوی طور پر انصاف طلب کیا جائے۔ یہ ہے ہمارا بنیادی اصول۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہماری حکومت میں کچھ خامیاں تھیں۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے مذہب کی بنا پر کسی کے ساتھ امتیازی سلوک کیا۔

۵۳ء کے واقعات کا تذکرہ:۔ ۵۳ء کے واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے شیخ صاحب نے فرمایا۔ "کشمیری پنڈت تعلیم یافتہ ہے اس لئے وہ خود اس کا اندازہ کر سکتا ہے کہ میری گرفتاری کون سا آئینی جواز تھا۔ کیا ایک وزیر اعظم کو برطرف کرنے کا یہ طریقہ آئینی اور دستوری تھا؟ چاہئے تو یہ تھا کہ اسمبلی کے بھرے اجلاس میں اس کے خلاف

عدم اعتماد کا ووٹ پیش کیا جاتا اور ممبروں کی اکثریت جس طرح فیصلہ دیتی اس کے مطابق عمل کیا جاتا۔ ہندستان کی جمہوریت کو فروغ دینے کے لئے بہت کچھ کیا جاتا ہے۔ میں آج اسی جمہوریت کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ مجھے بتایا جائے کہ ایک وزیر اعظم کو اس کے منصب سے ہٹانے کا جو طریقہ ۹ر اگست ۵۳ء کو اختیار کیا گیا وہ کون سی جمہوریت کا نمونہ تھا۔ وزیر اعظم کی حیثیت میں اگر مجھ سے بد دیانتی کا کوئی فعل سرزد ہوا ہو تو میں اس کی سزا بھگتنے کو ہر وقت حاضر ہوں۔ اس وقت یہ الزام لگایا گیا تھا کہ میں نے امریکہ کے ساتھ سازش کی اور ہندستان اور پاکستان کے کروڑوں انسانوں کے مفادات کو خطرے میں ڈال کر اس ملک کو ہندستان و پاکستان سے الگ کر کے امریکہ کے حوالے کر رہا ہوں۔ مگر حیرت کی بات ہے کہ الزام تراشیاں کرنے والوں کی نظر سے یہ حقیقت کیسے پوشیدہ رہی کہ ریاست میں دونوں ملکوں کی بے شمار فوج جو ایکدوسرے کے آمنے سامنے کھڑی ہے اس کی موجودگی میں ایسا کیسے ممکن تھا۔ پانچ سال تک مسلسل یہی رٹ لگائی گئی مگر جب اسے ثابت نہ کیا جا سکا تو نیا پینترا بدلا گیا اور مجھے فرقہ پرست کہہ کر ریاست کی اقلیت کو مجھ سے متنفر کرنا چاہا۔ مگر آج تک

وہ اسے کبھی ثابت نہ کر سکے اور یہ سب الزامات جھوٹے نکلے اور آئندہ بھی وہ کوئی الزام ثابت نہیں کر سکیں گے۔ ہمیشہ فتح سچائی کی ہو گی اسلام ہو یا ہندو دھرم دونوں کے مطابق سچ ہمیشہ غالب آتا ہے۔ یاد رکھئے سچ ایک ہی ہوتا ہے۔ دو نہیں ہوتے اور جھوٹ دوئی ہیں پڑ کر نیست و نابود ہو جاتا ہے۔

شیر کشمیر نے اخبار "مارتنڈ" سرینگر کی بعض خبروں کا حوالہ دیتے ہوئے حاضرین کو بتایا۔

غنڈہ گردی سے کشمیری پنڈت بھی پریشان: "یہاں غنڈہ گردی کی وجہ سے صرف مسلمانوں ہی کی عزت اور جان کے لالے نہیں پڑے ہوئے بلکہ کشمیری پنڈتوں کو بھی سخت پریشانی کا سامنا ہے۔ ترقی، ترقی کی بہت ڈھنڈورا لگائی جا رہی ہے۔ مگر واقعات تو بتلاتے ہیں کہ پچھلے چار پانچ سال کے اندر اگر کسی بات میں ترقی ہوئی ہے تو وہ لوٹ کھسوٹ اور غنڈہ گردی ہیں۔ وقت آگیا ہے کہ ان خرابیوں کی اصلاح کی جائے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ دوسروں کی ماں بہن اپنی ماں بہن نہیں۔ کسی بھی عورت کی عزت کا غنڈوں کے ہاتھوں کھلونا بن جانا برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ یاد رکھو کہ کشمیری پنڈت کی عزت

مسلمان کی عزت ہے اور مسلمان کی عزت کشمیری پنڈت کی عزت ہے اگر کوئی شخص اس بنیادی حقیقت کو نظر انداز کرے تو سب کے سب عزت سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے اور جبتک میری جان میں جان ہے میں بلا امتیاز مذہب و ملت ہر ایک کی جان اور ہر ایک کی عزت کی حفاظت کرتا رہوں گا۔

صرف سچائی سے مسئلہ حل ہو گا۔ گرفتاری کے بعد جو کوششیں کی گئیں وہ آپ کے سامنے ہیں مگر ہر قسم کے پروپگنڈا کے باوجود لوگ میرے پاس آتے ہیں اور خوف وہراس سے بے نیاز ہو کر عوام جوش و خروش کا مظاہرہ کرتے ہیں اس سے ثابت ہے کہ وہ میری بات کو سچ پر مبنی سمجھتے ہیں۔ خدا جب سچائی کا اظہار چاہتا ہے تو اس کے لئے وہ عوام کے دلوں میں جوش و خروش کے جذبے پیدا کر دیتا ہے جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے وہ مصنوعی ہوتا ہے اور اس کی نمود عارضی ہوتی ہے وہ تفرقہ۔ نفرت۔ جھگڑا۔ فساد میں اپنی بقا سمجھتا ہے۔ اس لئے عوام میں لاعلمی۔ جہالت اور بدگمانیاں پھیلا کر اپنی مطلب برآری کرتا ہے اور انسان کو تاریکی میں رکھتا ہے۔ سچ کی مثال سورج جیسی ہے۔ جس کے طلوع ہوتے ہی رات کی

ظلمت کافور ہوجاتی ہے یہی مثال انسانوں کی بھی ہے ایک گروہ یا کوئی شخص انسانوں کے اندر لاعلمی۔ جہالت اور دوسری کمزوریاں پیدا کر کے ان کو جھوٹ۔ نفرت اور خوف کے اندھیرے میں محدود کر دیتا ہے۔ مگر سچائی کی روشن کرنیں جب ظاہر ہوتی ہیں تو وہ اس اندھیرے کی چادر کو چیر کر باہر نکل جاتی ہیں اور ہر طرف اُجالا ہی اُجالا ہو جاتا ہے یاد رکھیے کہ جھوٹ کی بنیاد کمزور ہوتی ہے اور سچائی کے ایک ہی دھکے سے وہ متزلزل ہو جاتی ہے۔

"اب دیکھنا یہ ہے کہ کشمیر کے قضیہ میں کتنا جھوٹ بولا گیا اور سچ کو کس طرح چھپایا گیا۔ یہ قضیہ دس سال سے شروع ہے۔ اور آج بھی اس کا روز اول ہے کروڑوں انسانوں کو ذہنی پریشانی۔ دماغی کوفت۔ خوف و بدگمانی اور نفرت و حقارت سے معمور ماحول نے غیر یقینی حالات میں ڈال رکھا ہے۔ اور امن و اطمینان کی زندگی سے وہ محروم ہیں آخر یہ حالات کب تک رہیں گے۔ اور کیا ان کا کوئی بھی علاج نہیں؟ میرے پاس اس کا ایک ہی جواب ہے اور وہ کہ بلا خوف و خطر سچ کا دامن پکڑو۔ سچ صرف سچ ہی کی رہنمائی آپ کو منزل مقصود تک پہنچا سکتی ہے۔ ہمارے ذہنوں پر جب

تک غیریت اور دوئی چھائی رہے گی۔ سچائی کے راستے پر نہیں چل سکتے اگر آپ سچائی کے طلبگار ہیں تو دوئی خود بخود ہی باقی نہیں رہے گی اور جب دوئی باقی نہیں رہتی تو اس کی جگہ انسانی برادری کی وحدت لے لیتی ہے اس لئے ہندستان اور پاکستان دونوں سچائی کو اپنا قائد سمجھیں اسی صورت سے یہاں کے باشندے اُن تمام مصائب و آلام سے نجات پا سکتے ہیں جو جھوٹ کی طومار کی پیداوار ہیں۔ اگر سبھی سچائی کا راستہ اختیار کریں تو پھر کشمیر کے قضیہ کا بہت جلد تصفیہ ہو جائے گا۔ اور ایسا ماحول پیدا ہو جائے گا۔ جس میں سب کے لئے عزت۔ آزادی۔ امن اور اطمینان ہوگا۔

حکومت ہند کا ماٹو اور کشمیر:۔ حکومت ہند نے اپنا اسٹیٹ ماٹو (آدرش) "ستیم لے وجے تے" قرار دے رکھا ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ سچ کی جیت ہوتی ہے۔ آؤ ہم سب ملکر اسی آدرش کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں۔ ایک دوسرے پر تہمت طرازی نہ کریں اور کسی کو برا بھلا نہ کہیں جو بات بھی کہنی ہو سچائی کے ساتھ کہہ دیں تو پھر وہ دن دور نہیں کہ انسانوں کے دلوں میں نفرت و حقارت کے بجائے محبت و دوستی کے جذبات پیدا

ہو جائیں اور ان کے دل آپس میں مل جائیں ؎

آ غیریت کے پردے ایک بار پھر اٹھا دیں

بچھڑوں کو پھر ملادیں نقش دوئی مٹادیں

"میں آپ کو تلقین کرتا ہوں کہ غیر یقینی اور بے اطمینانی حالت کو ختم کرنے کی کوشش کیجئے۔ اور امن اور قانون کی حکومت قائم کرنے میں مدد دیجئے۔ آپس میں پیار اور محبت رکھئے۔ جس قدر فضا پُر امن ہو گی اور دو ہمسایہ ملکوں کے مابین تعلقات خوشگوار ہوتے جائیں گے۔ کشمیر کے مسئلہ کا حل بھی آسان ہوتا جائیگا۔

خانقاہِ معلیٰ میں تقریر ۔

۷ مارچ ۵۸ء کو خانقاہِ معلیٰ میں ایک اجتماعِ عظیم ہوا صحن کے علاوہ زیارت کا بالائی حصہ، تمام دالان اور چھتیں لوگوں سے بھری ہوئی تھیں۔ حاضرین کا تخمینہ ایک لاکھ ہوگا۔ تلاوت قرآن مجید اور نعت خوانی کے بعد شیخ محمد عبداللہ نے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ "میں آپ کا شکرگزار ہوں کہ میرے کہنے پر عمل کرتے ہوئے شبِ برات کی تقریب پر آپ نے شب بیداری کی اور آج روزہ رکھا اور ان بھائیوں کی امداد کے لئے صرف تین دن میں پچیس ہزار روپیہ جمع کیا جو اس وقت طرح طرح کے مظالم کا شکار ہیں اور مختلف تھانوں اور پوچھ گچھ سنٹروں میں بند ہیں۔ جو رقم اس وقت یہاں پیش کی جارہی ہے وہ بنک میں داخل کی جائے گی اور ڈیفنس کمیٹی اس رقم کو قانونی پیروی پر خرچ کرے گی امید ہے کہ اس فنڈ میں آئندہ زیادہ سے زیادہ چندہ دیا جائے گا۔

میں آپ کی ہمت کی داد دیتا ہوں اور اپنی جانب سے اس فنڈ میں پانچ ہزار روپیہ شامل کرتا ہوں

پولیس کا طرزِ عمل :۔ رہائی کے بعد میں جہاں کہیں بھی گیا لوگوں نے

میرے استقبال کے لئے جابجا ڈیوڑھیاں بنائیں اور سجاوٹ کی مگر پولیس نے عوام کو خائف اور ہراساں کر کے ان کے سجاوٹی سامان کو نقصان پہونچایا اس سلسلہ میں آج ناندکدل اور بہوری کدل وغیرہ کے عوام نے شکایت کی کہ علاقہ کا سب انسپکٹر ٹونگ کر رہا ہے وہ کچھ گرفتاریاں بھی عمل میں لایا ہے اس موقعہ پر میں آئی۔ جی۔ پولیس کو اس کے ماتحتوں کی اس غیر قانونی حرکت کی جانب متوجہ کرتا ہوں۔

اگست سنہ ۵۳ کے بعد یہاں کوئی عوامی حکومت تو ہے نہیں اس لئے جو بھی قدم اٹھایا جاتا ہے وہ غیر قانونی اور اخلاقی اعتبار سے ناجائز ہوتا ہے ہمیں حکومت ہند سے شکوہ ہے جو دراصل یہاں لا اینڈ آرڈر (ضبط و نظم) کی ذمہ دار ہے یہاں کے عوام جانتے ہیں کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب کچھ مرکزی حکومت کی پولیس اور مالی امداد کے سہارے ہے تو پھر مقامی حکومت سے انصاف کی امید کیسے کی جا سکتی ہے۔ حکومت ہند کے کئی ذمہ دار افسر یہاں موجود ہیں جو یہاں لا اینڈ آرڈر (ضبط و نظم) رکھنے کے ذمہ دار ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ عوام کے ساتھ انصاف کرنے کے فرائض وہ کماحقہٗ ادا کریں اور پارٹی بازی سے بالاتر رہیں میں آئی۔ جی۔ پولیس کو

جانتا ہوں وہ شمال مغربی صوبہ سرحد کے رہنے والے ہیں وہ تجربہ کار
آدمی ہیں اور اُن سے توقع تھی کہ ان کی موجودگی میں ماتحت پولیس
ایسی ناشائستہ حرکتیں نہیں کرے گی مگر آج میں ان توقعات کے
خلاف دیکھتا ہوں اس لئے آئی۔ جی۔ پولیس کو ادھر توجہ دلاتا ہوں
کہ وہ ان حالات کا جائزہ لے کر سدِباب کریں میرے خیال میں
پولیس کے ان اہل کاروں کا طرزِ عمل ہندستان کے لئے بھی مفید
نہیں بلکہ بدنامی کا باعث ہے لوگ اگر مجھ سے عقیدت کا اظہار
کر رہے ہیں تو ان کے جذبات کو دبانے سے ہندستان کا کیا فائدہ
ہوگا؟ آئی۔ جی۔ پولیس سے براہ راست اپیل کرنے کا مقصد یہ
ہے کہ وہ ہندستان کی نمائندگی کرتے ہیں اس حیثیت سے ان
کیلیے فرض ہے کہ سوچیں کہ ہندستان کا فائدہ کس بات میں ہے اور
لوگوں کو کس طرح ہندستان کا دوست اور حامی بنایا جاسکتا
ہے۔ گلیوں اور کوچوں میں سی۔ آر۔ پی وغیرہ کے سپاہی رکھنے
سے سوائے ڈر اور خوف پیدا کرنے کے اور کوئی مقصد پورا نہیں
ہوتا اور یہاں کے لوگ اس تلخ حقیقت کو پانچ سال سے
دیکھتے ہے

دوبارہ گرفتاری :۔ "آج کل میری دوبارہ گرفتاری کا بہت چرچا ہو رہا ہے گزشتہ پانچ سال کی نظربندی سے کشمیر کا جھگڑا ختم نہ ہوا تو اب اگر دوبارہ مجھے گرفتار کر کے نظر بند کر دیا جائے تو کیا اس سے کشمیر کا جھگڑا ختم ہو جائیگا اور اس کے مستقبل کا فیصلہ ہو جائے گا ؟ اگر مجھے اس بات کا یقین ہو جائے تو میں یہ قربانی خود بخود دینے کو تیار ہوں ممکن ہے ان افواہوں کے پھیلانے سے مخالفین کا مقصد عوام میں پریشانیاں پیدا کرنا ہو آپ کو ان افواہوں سے پریشان نہیں ہونا چاہیئے ہمارا بنیادی مقصد یہ ہے کہ یہ معاملہ جو دس سال سے کھٹائی میں پڑا ہوا ہے اسے حل کیا جائے تاکہ ہندستان اور پاکستان کے عوام کی طرح کشمیر کے عوام بھی آرام و آسائش سے زندگی گزاریں اور غیر یقینی حالات کا خاتمہ ہو جائے مگر یہاں ظلم وستم توڑا جا رہا ہے اور گاندھی جی کے عدم تشدد اور سچائی کے اصولوں کا [illegible] یانا بں کیا جا رہا ہے حالانکہ ہندستان میں بہت سے بزرگ موجود ہیں جنہیں گاندھی جی کے اصولوں پر یقین اور اعتماد ہے مگر میں مایوس نہیں ہوں. کبھی نہ کبھی ان پر حقائق آشکار ہوں گے اور ان کا احساس بیدار ہو گا اسے سب جانتے ہیں

کہ گاندھی جی کے پاس نہ فوج تھی نہ ٹینک نہ ہوائی جہاز اور نہ گولہ بارود۔ ان کے پاس صرف قوت تھی، عدم تشدد اور سچائی کے ہتھیار تھے اور انہی اصولوں پر کاربند رہ کر انہوں نے انگریزوں جیسی بڑی طاقت کو ہندستان چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔

گاندھی جی کا ارشاد:۔ "میں پنڈت جواہر لال نہرو اور انکے ساتھیوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ گاندھی جی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے سچائی اور عدم تشدد سے کام لیں اور اپنی اخلاقی قوت سے کشمیریوں کے دلوں کو جیتنے کی کوشش کریں اور اپنے وعدوں کے مطابق کشمیری عوام کو یقین دلائیں کہ انہیں اس کا موقعہ دیا جائے گا کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق کشمیر کے مستقبل کا فیصلہ کریں نیز حکمران ٹولی اور اس کے ایجنٹوں کا طرزِ عمل اور فساد انگیز حرکات، پولیس کا ناجائز سلوک، اور اخباروں کا جانبدارانہ رویہ جو ماحول کو خراب کرتا ہے ان سب کی وہ روک تھام اور اصلاح کریں اس لئے کہ اسی میں سب کی بہتری ہے۔

جھگڑا امن سے نپٹنا چاہئیے:۔ "سب کو یاد ہے کہ یہاں کے

عوام کے ساتھ پنڈت نہرو اور حکومتِ ہند کے دوسرے نمائندوں نے کیا وعدہ کیا تھا اسی یقین دہانی پر ہندستان کے ساتھ کشمیر کا رشتہ استوار ہوا تھا میں ان پر یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ شیخ عبداللہ اور اس کے حامی کیا چاہتے ہیں؟ وہ یہ چاہتے ہیں کہ کشمیر کا جھگڑا محبت، اخلاص اور دوستی سے طے پائے۔ ہم ہندستان کے دشمن نہیں اس وقت بھی ہم اسے اپنا دوست سمجھ رہے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ ہندستان سچائی کو اپنائے اور طاقت کے بجائے محبت، اخلاص اور انصاف سے کام لے۔ ہماری یہی کوشش ہے مگر حکمران ٹولی کو یہ بات پسند نہیں وہ یہاں بد امنی اور غیر یقینی حالات پیدا کرنے ہی میں اپنا فائدہ سمجھتی ہے اسے یہ خطرہ ہے کہ اگر کشمیر کا جھگڑا سازگار فضا میں حل ہو گیا تو اسکی اجارہ داری باقی نہیں رہے گی یہی وجہ ہے کہ عوام کو مشتعل کر کے وہ رات دن فضا کو خراب کرنے میں لگی رہتی ہے تاکہ وہ بد امنی پھیلانے میں کامیاب ہو اور اسکے اقتدار کی مدت دراز ہو جائے اس امر کا بارہا اعلان کیا جا چکا ہے کہ کشمیر کے عوام اگرچہ غریب اور نادار ہیں مگر اتنا ضرور ہے کہ ہوشمند ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ان کی بہتری کس بات میں ہے۔ حکمران ٹولی کی اشتعال انگیزی کے باوجود وہ ٹھنڈے دماغ سے کام لیتے ہیں جب ہمارا یہ ارادہ اور پروگرام ہے تو ہندستان کے حاکموں کو بھی

یہ سمجھنا چاہئے کہ کشمیری عوام کی طرف سے بد امنی کا کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا اور ان کا ماضی اس کا شاہد عادل ہے۔ ہماری یہ انتہائی کوشش ہو گی کہ ماحول خوشگوار رہے اور کسی قسم کی بد امنی اور فساد نہ ہو تاکہ یہ جھگڑا ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے اور یہاں کے عوام عذاب سے چھٹکارا پائیں۔

ہمارا مطالبہ :۔ "ہمارا مطالبہ ہے کہ لوگوں کو یہ حق دیا جائے کہ وہ اپنے مستقبل کا فیصلہ اپنی مرضی سے کریں اگر پنڈت نہرو یا ان کے رفقائے کار سمجھ رہے ہیں کہ کشمیر میں رائے شماری سے ہندوستان میں فرقہ وارانہ فساد برپا ہو جائے گا اور ۱۹۴۷ء کی فضا لوٹ آئے گی تو وہ کوئی اور حل بتائیں جو ہندوستان، پاکستان، بالخصوص کشمیر کو قابل قبول ہو اس لئے کہ بنیادی طور پر وہی فیصلہ درست ہو گا جو سب کو تسلیم ہو اور سب کیلئے باعزت ہو۔ یہ کہنا کوئی بغاوت نہیں، کوئی جرم نہیں مگر جب ہم یہ نعرہ بلند کرتے ہیں کہ یہ ملک ہمارا ہے اور ہم اس کا فیصلہ کریں گے تو ہمیں تکلیف میں کیوں ڈالا جاتا ہے؟ اور گرفتار کر کے تھانوں میں کیوں رکھا جاتا ہے؟ اور ہم پر جھوٹے مقدمات کیوں چلائے جاتے ہیں؟ ناقص خوراک کھانے کو دی جاتی ہے۔ اس سخت سردی میں اوڑھنے کو کمبل بھی نہیں دئے جاتے۔ سیمنٹ کے سخت اور سرد فرش پر لٹایا جاتا ہے اور کپڑے تک بدلنے کی اجازت نہیں دی جاتی غرض

گرفتار شدگان کو تنگ اور پریشان کرنے کے متعدد طریقے اختیار کیے جاتے ہیں۔ اب سنا جاتا ہے کہ پوچھ گچھ کے لئے قیدیوں کو مرکزی پوچھ گچھ (central interrogation centre) کے دفتر واقع بادامی باغ لے جایا جاتا ہے یہ ہندوستان کی پولیس کا تحقیقاتی مرکز ہے یہاں ان کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے بے حد انسانیت سوز ہوتا ہے مار پیٹ کے علاوہ ان کے منہ میں پیشاب تک ڈالا جاتا ہے۔ ان میں مریض اور ضعیف العمر بھی ہوتے ہیں جو سختیوں کی تاب نہیں لا سکتے۔ چنانچہ حاجی مسعود اندگو، خواجہ غلام محمد بٹ اور خواجہ غلام رسول جب سختیوں کی تاب نہ لا سکے تو انہیں ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ گاندھی جی اور پنڈت نہرو کے ہندوستان سے ہمیں یہ توقع نہ تھی جس ہندوستان نے سچائی اور عدم تشدد کی بنیاد پر انگریزوں سے آزادی حاصل کی تھی اور جس نے جنگ آزادی کے دوران ہماری بھی امداد کی یہ جو کچھ ہو رہا ہے بے حد افسوسناک ہے پنڈت نہرو کشمیری عوام کو قریب سے جانتے ہیں، اور انہیں شیخ عبداللہ کے متعلق بھی پوری پوری واقفیت ہے۔ کشمیری عوام مرنا قبول کریں گے مگر جبراً اپنے مطالبہ سے دستبردار نہیں ہوں گے اس کا تجربہ گزشتہ پانچ سال کے دوران ہو چکا ہے اگر اب تک تسلی نہیں ہوئی اور مزید تجربہ مطلوب ہے

تو ہم حاضر ہیں سہ

سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

لیکن یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم اپنے مطالبہ کو کسی قیمت پر بھی نہیں چھوڑیں گے۔ میں پھر پنڈت جی سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنے سیاسی تدبر کو بروئے کار لائیں۔ ساری دنیا ان سے یہی توقع رکھتی ہے جب پنڈت نہرو اپنے ناخنِ تدبیر سے دنیا کے بڑے بڑے جھگڑوں کو حل کر سکتے ہیں تو ان کے مقابلہ میں کشمیر کا جھگڑا ان کے لئے کیا مشکل ہے اگر وہ کوشش کریں تو بہت جلد حل ہو جائے گا۔ ہمارا تمام تعاون ان کو حاصل ہوگا اور وہ ہمیں اپنے وعدوں میں سچا پائیں گے۔

جدوجہد جاری رکھی جائے:۔ "ان حالات میں ہمیں کیا کرنا چاہئے مطالبہ کے حصول کے لئے ہمیں کس طرح جدوجہد جاری رکھنی چاہئے۔ اور آپس میں ربط ضبط قائم رکھنا چاہئے اسکی بڑی ضرورت ہے کہ ہم ایک ہو کر رہیں اپنی آوازیں ملا کر ایک آواز میں زبان کھولیں۔ ایک ساتھ شانہ بہ شانہ چلیں، سوچنے اور غور کرنے کا اندازہ اور طریقہ بھی ایک ہو۔ جب یہ تمام خصائص ہمارے اندر پیدا ہو جائیں گے تو کامیابی یقینی ہے مگر یہ تمام خصائص بغیر کسی تنظیم کے پیدا نہیں ہو سکتے کسی تنظیم کے اندر رہ کر

اس کی ہدایتوں کے مطابق چلنا ہوگا چنانچہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ج وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝ "القرآن پ ۲۸۔ الصف"

ترجمہ :- اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور وہی ہے زبردست حکمت والا۔ اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو منہ جو نہیں کرتے بڑی بیزاری کی بات ہے اللہ کے یہاں کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو۔ اللہ چاہتا ہے ان لوگوں کو جو لڑتے ہیں اس کی راہ میں قطار باندھ کر گویا وہ دیواریں ہیں سیسہ پلائی ہوئی۔

مسلم ممبران کانفرنس :- جب ۱۹۵۳ء میں مجھے نظر بند کیا گیا تھا تو ہندستان کے بعض مسلمانوں نے بیان بازی کی تھی اور مجھے نصیحتوں اور مشوروں سے نوازا تھا پھر انہی مسلمانوں نے حکومت ہند کی آواز ملا کر کہنا شروع کیا تھا کہ کشمیریوں نے اپنے مستقبل کا فیصلہ کر دیا ہے اب پھر یہ خبر نشر کی گئی ہے کہ ہندستان کی پارلیمنٹ اور اسمبلیوں کے اکثر مسلمان ممبروں کا ایک کنونشن ۱۹، ۲۰ مارچ ۵۸ء کو بمقام لکھنؤ بلایا جا رہا ہے جن کے کنوینر حافظ محمد ابراہیم اتر پردیش کے وزیر خزانہ ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اس کنونشن میں کشمیر کے مسئلہ پر سوچ

بحال کیا جائیگا۔ اور میرے حالیہ بیانوں اور تقریروں کو بھی زیر بحث لایا جائیگا۔

"حافظ صاحب کو میں اچھی طرح جانتا ہوں میرے دل میں ان کی عزت ہے اگر مسلم ممبران پارلیمنٹ اور اسمبلی کا یہ کنونشن کوئی ایسا مشورہ دے جو قابل قبول اور قابل عمل ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا مگر میں نہایت ادب کے ساتھ حافظ صاحب اور دوسرے ممبران پارلیمنٹ اور اسمبلی سے گزارش کروں گا کہ ۹ اگست ۵۳ء کو جو ڈرامہ کشمیر کے اسٹیج پر کھیلا گیا تھا اور شیخ عبداللہ کو ایک سازش کے تحت غیر قانونی اور غیر پارلیمانی طریقہ سے وزارت عظمیٰ سے ہٹا کر اسکے ساتھیوں سمیت بند کر دیا گیا تھا نیز یہاں کے عام مسلمانوں کو ہزاروں کی تعداد میں گرفتار کر کے جیلوں میں ڈال دیا گیا تھا ان پر بے پناہ ظلم و ستم روا رکھا گیا تھا، گولیاں برسائی گئی تھیں اور بے عزتی اور بے حرمتی کی گئی تھی کیا انہوں نے اس کے خلاف کبھی اپنی آواز بلند کی تھی اور اس کی تحقیقات کرانے کا مطالبہ کیا تھا؟ اگر ایسا نہیں کیا گیا اور یقیناً نہیں کیا گیا تو پھر آج اس کی ضرورت کیوں محسوس کی جا رہی ہے؟ گزشتہ پانچ سال کے اندر بھی یہاں کے مسلمانوں پر وہ کون سے مظالم ہیں جو توڑے نہیں گئے کیا کبھی ان مسلم ممبران نے اس کی زحمت گوارا کی کہ یہاں آ کر بچشم خود

حالات کا مشاہدہ کرتے اور مظلوم مسلمانوں کی تالیف قلوب کرتے حالانکہ ان کا یہ فرض تھا مسلمان ہونے کی حیثیت سے بھی اور اسمبلی اور پارلیمنٹ کا ممبر ہونے کے اعتبار سے بھی کہ وہ کشمیر آتے اور مسلمانانِ جموں و کشمیر کے معاملات میں دلچسپی لیتے مگر افسوس کہ کسی نے بھی ایسا نہ کیا اور نہ ان مظلوم مسلمانوں کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کیا یا حق کی حمایت کی۔ حافظ صاحب اور ان کے ساتھیوں نے ۹ اگست ۵۳ء کے سانحہ پر تو زبان تک نہیں کھولی اور تحقیقات کا کوئی مطالبہ نہ کیا جب شیخ عبداللہ پر امریکہ کے ساتھ سازباز کرنے کا الزام لگایا گیا تھا تو اس وقت بھی حافظ صاحب اور ان کے یہ ساتھی خاموش رہے اور انہوں نے اس کے متعلق حکومتِ ہند سے بالکل دریافت نہ کیا حالانکہ ان کو علم تھا کہ یہ الزامات سراسر بے بنیاد اور جھوٹے ہیں۔ میں آج بھی اس کا یقین دلاتا ہوں کہ اگر کوئی بھی الزام میرے خلاف سچا ثابت ہو تو میں نہ صرف یہ کہ تمام ہندستان سے معذرت خواہ ہوں گا بلکہ جو بھی سزا میرے لئے تجویز کی جائے گی اسے بھگتنے کے لئے تیار ہوں گا۔

لکھنؤ کے بجائے سری نگر، "حافظ صاحب اور ان کے رفقاء سے میں یہ عرض کروں گا کہ مجھے ان کی مجبوریوں کا احساس ہے لیکن

لکھنؤ میں کشمیر کے مسئلہ پر غور کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ قضیہ زمین بر زمین ہوا کرتا ہے اگر مسلم ممبران اسمبلی اور پارلیمنٹ نیک نیتی سے یہ چاہتے ہیں کہ کشمیر کا مسئلہ حل ہو تو اس کے لئے لکھنؤ موزوں مقام نہیں وہ قدرے جرأت سے کام لیں اور کشمیر تشریف لائیں اور سرینگر آ کر کشمیری عوام کے سامنے اپنی تجاویز پیش کریں۔ میں انہیں اس کی دعوت دیتا ہوں کہ وہ اپنا کنونشن سرینگر بلائیں گو ہم غریب اور مفلس ہیں مگر ان کی آؤ بھگت اور مہمانداری میں جہاں تک ہو سکے گا کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے ان سب کو سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔ ان کے کنونشن میں شرکت کر کے ہم اپنا دکھ درد ان کو سنائیں گے اور اپنا موقف ان کے سامنے رکھیں گے یہ ضروری ہے کہ یہاں کے لوگوں کے حالات سننے کے بعد وہ کوئی نظریہ قائم کریں اور ہمیں مشورہ دیں۔ اس طریقہ سے ہندوستان کو بھی فائدہ پہونچے گا اور کشمیر کو بھی ورنہ لکھنؤ میں بیٹھ کر بیجانے بوجھے اور بن دیکھے تجاویز پاس کر دینا کچھ معنی نہیں رکھتا۔ یہ کوئی ذمہ دارانہ اقدام نہیں۔ ملکوں کی قسمت کے فیصلے اسطرح دور بیٹھ کر نہیں کئے جاتے۔

عوام کو مشورہ:۔ عوام کو میرا یہ مشورہ ہے کہ وہ افواہوں پر اعتماد نہ کریں اور نہ ان سے پریشان خاطر ہوں۔ یاد رکھئے اجیل خانوں میں بند

کرنے سے کشمیر کا قضیہ طے نہیں ہوگا اور نہ ہی عوام پر سختیاں کرنے سے یہ مسئلہ حل ہوگا۔ پنڈت نہرو بہت بڑے آدمی ہیں۔ اُن کی رہنمائی سے ہندستان ہی مستفید نہیں بلکہ دنیا بھر کی نگاہیں اُن کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ کشمیر کے بارے میں وہ کوئی ایسا طرزِ عمل اختیار نہیں کریں گے جس سے ان کی عالمگیر شہرت اور عزت کو دھبہ لگے اور کشمیر کے حالات کی جانب اپنی توجہ خاص دے کر وہ کشمیر کے چالیس لاکھ انسانوں کے دلوں کو موہ لینے کی کوشش کریں گے۔ کیا میری آواز صدا بہ صحرا تو ثابت نہیں ہوگی؟"

سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے شیخ صاحب نے عوام کو صبر و تحمل اور مصمم عزم و ارادہ اور مضبوطی کے ساتھ آپس میں اتحاد اور ربط و ضبط قائم رکھنے کی تلقین کی اور قرآن کریم کے اس ارشاد کو دہرایا۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا وَ اتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ "القرآن پ۲۔ آل عمران"

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور لگے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم اپنی مراد کو پہونچو۔

جمعتہ الوداع کے موقعہ پر جامع مسجد میں تقریر

۱۸ اپریل کو اس مبارک تقریب پر جامع مسجد سرینگر میں لاکھوں کی تعداد میں مسلمان جمع تھے۔ جنہوں نے شیخ محمد عبداللہ کی آمد پر ان کا استقبال اللہ ہو اکبر کے نعرہ ہائے تکبیر سے کیا۔

شیخ صاحب نے کھڑے ہو کر سب سے پہلے قرآن مجید کی ان آیات شریف کی تلاوت کی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝۱۸۳ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ
عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ
مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ
لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۱۸۴ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ
هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ
الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ
اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ
وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۱۸۵ (البقرہ ع ۲۲)

ترجمہ :- اے پیروانِ دعوتِ ایمانی! جس طرح ان لوگوں پر جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں روزہ فرض کر دیا گیا تھا اسی طرح تم پر بھی فرض کر دیا گیا ہے تاکہ تم برائی سے بچو (یعنی برائیوں سے بچنے اور پرہیزگار ہونے کی تم میں صلاحیت پیدا ہو) (یہ روزہ کے) چند گنے ہوئے دن ہیں (کوئی بڑی اور ناقابلِ برداشت مدت نہیں ہے اور نہ ایسا ہے کہ بغیر کسی مدت کی تحدید کے عام طور پر حکم دے دیا گیا ہو) پھر جو کوئی تم میں بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اس کیلئے اجازت ہے کہ دوسرے دنوں میں روزہ رکھ کر روزہ کے دنوں کی گنتی پوری کرے اور جو کوئی ایسے ہوں کہ ان کیلئے روزہ رکھنا ناقابلِ برداشت ہو (جیسے نہایت بوڑھا آدمی کہ نہ تو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہے اور نہ یہ توقع رکھتا ہے کہ آگے چل کر قضا کر سکے گا) تو اس کے لئے روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دینا ہے پھر کوئی اپنی خوشی سے مزید نیکی کرے (یعنی اس مقررہ تعداد سے زیادہ مسکینوں کو کھانا کھلائے) تو یہ اس کے لئے مزید اجر کا موجب ہوگا لیکن اگر تم سوجھ بوجھ رکھتے ہو تو سمجھ لو کہ روزہ رکھنا تمہارے لئے (ہر حال میں) بہتر ہے۔ یہ رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن کا نزول (شروع) ہوا ہے۔ وہ انسانوں کے لئے رہنما ہے ہدایت کی روشن صداقتیں رکھتا ہے اور حق کو باطل سے الگ کرنے والا ہے پس جو کوئی تم میں سے یہ مہینہ پائے تو چاہیے کہ اس میں روزہ رکھے یا جو کوئی بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو تو اس کے لئے یہ حکم ہے کہ دوسرے دنوں میں چھوٹے ہوئے روزوں کی گنتی پوری کر لے۔ اللہ تمہارے لئے نرمی چاہتا ہے۔ سختی و تنگی نہیں چاہتا اور یہ اس لئے ہے کہ گنتی پوری کر لو اور

اس لئے اللہ نے تم پر راہ سعادت کھول دی ہے تو اس پر اس کی بڑائی کا اعلان کرو نیز اس لئے کہ اس کی شکر گزاری میں سرگرم رہو!

اس کے بعد علامہ اقبالؒ کے ذیل کے اشعار پڑھے ؎

نفس تو مثلِ شتر خود پرور است — خود پرست و خود سوار و خود سر است

مرد شو آور زمام او بکف — تا شوی گوہر اگر باشی خزف

ہر کہ بر خود نیست فرمانش رواں — می شود فرماں پذیرِ دیگراں

لا الٰہ باشد صدف گوہر نماز — قلبِ مسلم را حجِ اصغر نماز

در کفِ مسلم مثالِ خنجر است — قاتلِ فحشا و بغی و منکر است

روزہ بر جوع و عطش شبخون زند — خیبرِ تن پروری را بشکند

اور پھر حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"عزیزو، بھائیو، بزرگو!

دفعہ ۵۰ کا نفاذ:۔ میری خوش قسمتی ہے کہ اس مبارک موقعہ پر مجھے آپ کو مخاطب کرنے کی سعادت حاصل ہوئی آپ کو اس کا علم ہے کہ حکومت کشمیر کی طرف سے جلسوں اور جلوسوں پر دفعہ ۵۰ نافذ کر کے پابندی لگا دی گئی ہے۔ اس لئے میں اس جامع مسجد میں کوئی ایسی بات نہیں کہوں گا جو قانون کے احترام کے منافی ہو اور اپنی تقریر

دینی احکام کی توضیح اور تشریح تک محدود رکھوں گا۔ امید کہ آپ بھی اپنی روایتی امن پسندی اور صبر و سکون سے کام لیں گے اور خداوند تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ وہ ہماری مشکلات کو حل کرے۔

روزہ کے فضائل و برکات:۔ میں نے آپ کے سامنے قرآن کریم کی جو آیات تلاوت کی ہیں ان میں روزہ رکھنے کا حکم اور اس کے فلسفہ کی وضاحت کی گئی ہے نیز یہ بتایا گیا ہے کہ اس کے فضائل اور برکات کیا ہیں۔ یہ ہر بالغ مرد اور عورت پر فرض ہے اور اس طرح بھوکا اور پیاسا رہنے کا مقصد صرف یہ نہیں کہ انسان جسم کو تکلیف و مشقت کا عادی بنائے بلکہ نفسِ انسانی کی اصلاح اور تہذیب ہے اور اسی پر زیادہ زور بھی دیا گیا ہے تاکہ انسان کے اندر متقی اور پرہیزگار بننے کی قوت پیدا ہو، صبر و سکون کا وہ عادی بنے اور نفسیاتی خواہشات کو قابو میں رکھنے کا وہ سبق سیکھے۔

روزہ سے قوتِ ضبط و استقلال، عزم و ارادہ، حوصلہ، صبر اور طاقت بڑھتا ہے۔ جسم میں مضبوطی، روح میں تازگی، دماغ میں پختگی اور دل کو تسلّی ہوتی ہے بے لوث اور بے غرض خدمت کرنے کا جذبہ ایثار اور قربانی پیدا ہوتا ہے اور پھر انسان اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق کی نگہداشت

اپنا فرض سمجھ کر انجام دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ اُسے خالقِ کُل مانا جائے اور اُس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے اس کے بغیر کسی کی عبادت نہ کی جائے اور بندوں کا حق یہ ہے کہ انسان ہر انسان کی جان۔ مال اور عزت کی حفاظت کرے اور اس میں کسی قسم کی بھی تمیز روا نہ رکھے۔ بلکہ اُسے خدا تعالیٰ کی عبادت سمجھے اور پوری پوری دلجمعی سے انجام دے۔ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی دلوں کو تسلّی اور اطمینان بخشتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں آیا ہے کہ "الا بذکر اللہ تطمئن القلوب" آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت دلوں کو اطمینان دینے والی اور تسلّی بخش ہے۔

رمضان شریف کے بے شمار فضائل ہیں اور روزہ کی برکتیں اَنگنت ہیں۔ اُن سے فائدہ اُٹھانے اور فیض یاب ہونے کیلئے رسول اکرم حضرت محمد صلعم کے احکام سے آگاہی اور انکے مطابق عمل کرنا ضروری ہے ؎

از پیامِ مصطفےٰؐ آگاہ شو فارغ از اربابِ دُونِ اللہ شو

انسان جسم اور روح کا مرکب ہے۔ میں اس سے پہلے بھی معراج شریف کے سلسلہ میں بتا چکا ہوں کہ انسان جسم اور روح کا مرکب ہے اور جسم کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ نفسیاتی خواہشات کو اُبھار کر روح پر

غالب آئے مگر جو لوگ خدا کے احکام پر سختی سے عمل کرتے ہیں ان کی روح جسم
سے کبھی مغلوب نہیں ہوتی اور اپنے نفس کی اصلاح سے وہ اپنے اندر اتنی
پختگی پیدا کر لیتے ہیں کہ جسم ان کا مطیع اور غلام ہو کر رہ جاتا ہے اصل
میں وہی لوگ متقی اور پرہیزگار ہوتے ہیں اور دیگر ارکانِ اسلام کی طرح
روزہ بھی ان کے نفس کی اصلاح میں بہت بڑا پارٹ ادا کرتا ہے۔ آپ
بھی متقی اور پرہیزگار بننے کی کوشش کیجئے۔ یہی روزہ کا فلسفہ ہے
جب انسان کے نفس میں اصلاح و تہذیب ہو جائے تو اس پر یہ لازم
آتا ہے کہ خدا کے بندوں کے ساتھ نیک سلوک کرے نیکی اور بھلائی کا
یہی وہ راستہ ہے جس پر چلنے کے لئے خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو تاکید
کی ہے مگر افسوس ان مسلمانوں پر ہے جو اس راستہ سے منحرف ہیں
اور اپنے ہی بھائیوں کو انہوں نے تختۂ مشقِ ستم بنا رکھا ہے اصل میں
وہ خدا کے ان احکام کو بھول گئے ہیں اور رمضان شریف کے اس
مبارک مہینہ کی بھی انہوں نے قدر و منزلت نہیں کی اس کی کیا وجہ؟
اس کی وجہ یہ ہے کہ نفس امارہ ان پر غالب آگیا ہے اور مادی جسم نے
ان کی روحانی قوت کو ختم کر دیا ہے۔

رمضان شریف کا مبارک مہینہ: ۔ رمضان شریف کا یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں قرآن مجید کا نزول شروع ہوا تھا اور اسی روزہ کیلئے اس وجہ سے بھی مخصوص کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کے نزول کی یاد تازہ رہے اور مسلمان روزہ رکھنے کے ساتھ ہی قرآن مجید کی تلاوت کریں، اس پر عمل کرنے کی مسلسل مشق جاری رکھیں اور اس کے مفہوم اور معنی کو بھی سمجھنے کی کوشش کریں۔ تراویح کا مقصد بھی یہی ہے آج بھی قرآن کریم کی روشن صداقتیں ساری دنیا کے گوشہ گوشہ کو منور کر رہی ہیں مگر وہ قلب بینا کہاں جو اس سے مستفیض ہو اور وہ چشم بصیرت کہاں جو اس سے کسب نور کرے۔ روزہ کے حقیقی معنوں کو صحابہ کرام نے اور خاص کر حضرت علیؓ نے نہ صرف سمجھا بلکہ اپنے آپکو اُن کے سانچے میں ڈھالا یہی وجہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو ابو تراب کے لقب سے نوازا تھا اس لئے کہ نفسیاتی اصلاح و تہذیب سے وہ جسم پر غالب آگئے تھے اقبالؒ نے اس حقیقت کو اس طرح واضح کیا ہے ؎

شیر حق ایں خاک را تسخیر کرد   ایں گلِ تاریک را اکسیر کرد
مرتضیٰ کز تیغ او حق روشن است   بو تراب از فتح اقلیم تن است

آپ بھی اپنے جسم پر قابو پا سکتے ہیں بشرطیکہ اپنے نفس کی اصلاح و تہذیب کریں اور رمضان شریف کا یہ مہینہ اسی لئے مقرر کیا گیا ہے اور ہر سال یہ

آتا ہے اور گزر جاتا ہے مگر ہم میں سے کتنے ہیں جو قرآن مجید کے احکام کے مطابق عمل کرتے ہوئے اس کی بے شمار نعمتوں سے بہرہ اندوز ہوتے ہیں بلاشبہ روزہ سے بھوک اور پیاس کی قوت کی آزمائش ہوتی ہے نہ صرف اپنی بلکہ دوسروں کے متعلق بھی احساس تازہ ہوتا ہے اور انسان کے دل میں دوسروں کے لئے ہمدردی اور دلسوزی کے جذبات ابھرتے ہیں۔

روزہ کی تاکید :- روزہ کی تاکید دُنیا کے دوسرے مذاہب میں کی گئی ہے مگر بعض مذاہب نے جو شرطیں اس کے بارے میں لگا رکھی ہیں وہ بہت سخت ہیں اس کے برعکس اسلام میں روزہ دار کے لئے بڑی سہولتیں ہیں اور اس کی تفصیل قرآن مجید نے خود بتائی ہے جو آیات شریفہ میں نے شروع میں پڑھی ہیں اُن سے اس تفصیل کا پتہ چلتا ہے کہ وہ کون سی حالتیں ہیں جن میں کسی کو روزہ سے مستثنیٰ کیا جا سکتا ہے مگر اس استثنائی حالت میں بھی اسے فدیہ کیسے ادا کرنا چاہئے نیز سفر و حضر کے بارے میں بھی روزہ کے احکام کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ اتنی سہولتوں کے بعد بھی اگر کوئی مسلمان رمضان شریف کے اس مبارک

مہینہ کو لہو و لعب، ہوس رانیوں اور ستم کوشیوں میں گزارے تو اس سے زیادہ بدبخت کون ہو گا۔ ماہ رمضان کا یہ آخری جمعہ ہے اس لئے اسے جمعۃ الوداع کہتے ہیں اور آج ہم روزوں کو رخصت کر رہے ہیں اس امید پر کہ بشرطِ زندگی آئندہ سال یہ پھر آئے گا اور ہمیں ان کی نعمتوں اور برکتوں سے بہرہ مند ہونے کا موقعہ ملے گا۔ آیئے ہم سب مل کر اپنے ربّ العزت سے دعا مانگیں کہ وہ اسکی توفیق دے کہ اس ماہ مبارک کی برکت سے ہمارے نفس کی اصلاح و تہذیب ہو تاکہ ہم بنی نوع انسان کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکیں۔

ہمارے ساتھی :- ہمارے جو ساتھی جیلوں میں بند ہیں، میں نہیں کہہ سکتا کہ ان میں کتنوں کو روزے رکھنے کا موقعہ ملا ہے کیونکہ وہ تمام انتظامات مفقود ہیں جو روزہ رکھنے کے لئے ضروری ہیں۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ ہمارے وہ بہادر ساتھی ان تمام دقتوں اور مشکلوں کے باوجود اپنے اس فریضہ کو بھی اسی طرح ادا کرتے ہوں گے جیسے کہ وہ دوسرے فرائض ادا کرتے ہیں مشکلات

سے گھبرانا نہیں چاہیئے بلکہ ہمت کے ساتھ آگے بڑھنا چاہیئے کیونکہ آنکھیں بند کرنے سے خطرات ٹلتے نہیں اور ہمت ہار کر بیٹھ جانے اور دل چھوڑ دینے سے معاملات طے نہیں ہوتے۔ کام تو کرنے ہی سے انجام پاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے بار بار اس امر کی تاکید کی ہے کہ انسان جفاکش اور محنتی بنے تاکہ مضبوط اور بہادر بن کر نوعِ انسانی کی بے لوث خدمات سرانجام دے سکے۔ رسول اللہ صلعم شعب ابی طالب میں تین سال تک اپنے تمام اصحاب کے ساتھ نظر بند رہے مگر اس نظر بندی اور اس کے باعث مصیبت میں بھی خدا کی یاد میں ہمہ تن معروف رہے اور یہ نظر بندی خدا کی عبادت کے راستے میں حائل نہ ہو سکی اس لئے ہماری بھی یہی سعی ہونی چاہیئے اور ہمارے راستے میں بھی جتنی مصیبتیں آئیں انہیں خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے یادِ خدا میں لگے رہنا چاہیئے۔ اسی کی لگن میں مگن رہنا کلید کامیابی ہے ؎

در جہاں روشن تر از خورشید شو صاحب تابانیٔ جاوید شو

آخر میں پھر آپ سب سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ نہایت

ہی پُرامن طریق سے اپنے اپنے گھروں کو جائیں اور فضا کو پُرامن رکھنے میں میری مدد کریں۔ حکمران جماعت دفعہ ۱۴۴ کی آڑ میں امن شکنی کا ارادہ رکھتی ہے۔ اب آپ سب کا فرض ہے کہ حکومت کو امن کے نام پر امنی پھیلانے کا موقعہ نہ دیں۔ اگر میں یا میرے ساتھی گرفتار کر لئے جائیں تب بھی آپ ضبط سے کام لیں اور مستقل مزاج رہ کر امن کو ہر قیمت پر قائم رکھیں۔ امیدِ کامل اور یقین واثق ہے کہ آپ سب میری اس آواز پر لبیک کہیں گے۔ بڑے صبر و تحمّل سے امن قائم رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا مددگار ہے اور اس کا سہارا بہترین سہارا ہے۔

عید الفطر کی تقریب سعید پر عیدگاہ میں تقریر۔

۲۱ اپریل ۵۸ء کو سری نگر میں عید الفطر کی تقریب سعید پر عیدگاہ میں لاکھوں کے مجمع میں تقریر کرتے ہوئے شیخ محمد عبد اللہ نے حاضرین کو یوں خطاب کیا۔

"مسلمانانِ کشمیر!

میں آج عید الفطر کی اس تقریب سعید پر اپنی طرف سے اور اپنے ساتھیوں اور ان رفیقوں کی طرف سے جو اس وقت قید و بند کی سختیاں جھیل رہے ہیں آپ کو صمیمِ قلب سے 'عید مبارک' پیش کرتا ہوں اور ساتھ ہی میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ان رفیقوں کے حق میں دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحیح و سلامت رکھے اور ہم سب کو استقامت اور صبر کی توفیق دے۔"

اس کے بعد شیخ صاحب نے علامہ اقبالؒ کی یہ دعائیہ نظم پڑھی۔

یارب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے ۔۔۔ جو قلب کو گرما دے، جو روح کو تڑپا دے

پھر وادیٔ فاراں کے ہر ذرے کو چمکا دے ۔۔۔ پھر شوقِ تماشا دے، پھر ذوقِ تقاضا دے

محرومِ تماشا کو پھر دیدۂ بینا دے ۔۔۔ دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلا دے

بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل
اس شہر کے خوگر کو پھر وسعتِ صحرا دے

اس دور کی ظلمت میں ہر قلبِ پریشاں کو
وہ داغِ محبت دے جو چاند کو شرما دے

رفعت میں مقاصد کو ہمدوشِ ثریا کر
خودداریٔ ساحل دے، آزادیٔ دریا دے

احساس عنایت کر آثارِ مصیبت کو
امروز کی شورش میں اندیشۂ فردا دے

میں بلبلِ نالاں ہوں اک اجڑے گلستاں کا
تاثیر کا سائل ہوں محتاج کو داتا دے

پھر سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا

"حکومت کی حیلہ جوئی اور بہانہ سازی کی وجہ سے ملک کے موجودہ سیاسی مسائل پر تبصرہ کرنے سے معذور ہوں اور ان حالات میں جب مجھے کل اس کا خیال آیا کہ صبح عید کی نماز ادا کرنے کے لئے عید گاہ جانا ہے تو یہاں آپ لوگوں کو کیا پیغام دینا ہوگا اس وقت میری سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا۔ روزوں کی فضیلت اور ان کا فلسفہ تو جمعتہ الوداع کے موقعہ پر بیان کر ہی چکا تھا اور یہ واضح کر دیا تھا کہ روزہ کا حقیقی مقصد خدائی فضیلت اور بزرگی کا اعتراف ہے۔ اب کوئی اور موضوع نہ تھا جس پر میں روشنی ڈالتا آخر یہ فیصلہ کیا کہ صبح نماز سے فراغت پانے کے بعد جب قرآن مجید تلاوت کے لئے

کھولوں تو سب سے پہلے جس آیت شریف پر نظر پڑے اسی کو خدا کی
بشارت سمجھ کر بطور پیغام آپ کو پیش کر دوں۔ چنانچہ آج صبح قرآن کھولتے
ہی سورۂ قصص پر نظر پڑی اُسے پڑھا اور واقعی اسے برمحل پیغام
پایا۔ اسی پیغام خداوندی کو پڑھ کر سناتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

طٰسٓمٓ ⓵ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ⓶ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ
نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ⓷ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا
فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ
اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ⓸ وَ
نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَ
نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ⓹ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ
وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا
يَحْذَرُوْنَ ⓺ القرآن۔ (ابتدائی آیات) "القصص"

ترجمہ:- طسم۔ یہ کتاب واضح کی آیتیں ہیں۔ ہم آپ کو موسیٰ اور فرعون
کا کچھ قصہ ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سناتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو
ایمان رکھتے ہیں۔ فرعون سر زمین میں بہت بڑھ چڑھ گیا تھا

اور اس نے وہاں کے باشندوں کو مختلف فرقوں میں کر رکھا تھا کہ ان میں سے ایک جماعت کا زور گھٹا رکھا تھا ان کے بیٹوں کو ذبح کرا تا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ واقعی وہ بڑا مفسد تھا اور ہم کو یہ منظور تھا کہ جن لوگوں کا زمین میں زور گھٹایا جا رہا ہے ہم اُن پر احسان کریں اور ان کو پیشوا بنا دیں اور ان کو مالک بنائیں اور اُن کو زمین میں حکومت دیں اور فرعون اور ہامان اور اُن کے تابعین کو ان کی جانب سے وہ واقعات دکھلائیں جن سے وہ بچاؤ کر رہے تھے۔

"اُس آیت شریف کی شانِ نزول یہ ہے کہ فرعون نے ایک رات یہ خواب دیکھا کہ بیت المقدس کی طرف سے ایک آگ ایک حصّہ میں پھیلی ہوئی ہے اور فرعون کی قوم کے تمام گھر اس آگ سے جل گئے لیکن بنی اسرائیل کا محلہ بچ گیا۔ صبح کو جب فرعون سو کر اُٹھا تو اس نے اپنے نجومیوں کو جمع کر کے خواب کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے کہا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے ہاتھوں تیری بادشاہت کا زوال ہوگا اور مصر میں انقلابِ عظیم کا باعث ہوگا۔ تب فرعون نے بنی اسرائیل کے ہر پیدا ہونے والے لڑکے کے قتل اور لڑکی کے زندہ رکھنے

کا حکم دیا۔ جب ہزاروں لڑکے قتل ہو گئے تو وزیروں نے ایک درخواست پیش کی کہ اگر اسی طرح لڑکے مارے گئے اور بنی اسرائیل کے بوڑھے اپنی موت مر گئے تو حضور کی قوم کی ذلیل خدمتیں کس سے لی جائیں گی تب فرعون نے حکم دیا کہ اچھا ایک سال اُن کے لڑکے مارے جانے چاہئیں اور ایک سال زندہ چھوڑے جائیں۔ حضرت ہارون زندہ رکھنے اور حضرت موسےٰؑ قتل کے سال پیدا ہوئے تب خدا نے موسٰی کی ماں کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اگر تجھے خوف ہے تو صندوق میں رکھ کر موسٰی کو نہر میں ڈال دے۔"

اس کے بعد شیخ صاحب نے آیات قرآنی کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا

مفہوم :- "بنی اسرائیل کی ہدایت اور ان کے سدھار کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسےٰؑ کو مبعوث کیا تھا اور حضرت موسےٰؑ نے قوم کو پیغام حق سنایا حاکم وقت فرعون عوام پر ظلم وستم توڑ رہا تھا، ان پر طرح طرح کی سختیاں روا رکھتا تھا اور انکو اس طرح دبائے ہوئے تھا کہ اُبھرنے کا کوئی موقعہ نہیں ملتا تھا۔ یہاں تک کہ فرعون کے حکم سے بنی اسرائیل کے لڑکے پیدا ہوتے ہی قتل کر دئے جاتے اور صرف لڑکیوں کو زندہ رہنے کی اجازت

ہوتی اس انسانیت کش پالیسی کی یہ وجہ تھی کہ نجومیوں نے فرعون سے کہا تھا کہ بنی اسرائیل میں سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جسکے ہاتھوں اس کا خاتمہ ہوگا اس لئے فرعون نے بنی اسرائیل کے نوزائیدہ بچوں کو قتل کر دینے کا حکم جاری کر دیا تھا مگر قدرت کا قانون اٹل ہوتا ہے اُسے موسیٰؑ کو پیدا کرنا تھا اور دینِ حق کی اشاعت کا کام اس کے سپرد کرنا تھا۔ چنانچہ فرعون کی ان سختیوں کے باوجود نعرۂ حق بلند ہوا اور حضرت موسیٰؑ نے قوم کو پیغامِ حق سُنایا۔ اس سلسلہ میں فرعون کا جو حشر ہوا تاریخ عالم کے اوراق اس کے شاہد ہیں کہ کس طرح دریائے نیل اسے اور اس کی جماعت کو ایک ساتھ بہا کر لے گیا۔ قدرت کے ہاتھوں ظالموں کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے اور انکو یہی سزا ملتی ہے

"ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے ارشاد... دی تھی کہ وہ اپنی قوم سے کہہ دے کہ زمین کے حقیقی وارث اور مالک وہی ہیں۔ اگر آپ بھی حقیقی معنوں میں صراطِ مستقیم پر چل کر اللہ تعالےٰ کی فرماں برداری کریں اور اسکی ہدایات اور اس کے احکام پر عمل کریں، قرآن کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنائیں تو پھر کوئی وجہ نہیں

کہ آپکو خدا اس زمین کا مالک اور وارث نہ بنائے۔ قرآن دنیا کیلئے بالعموم اور مسلمانوں کیلئے بالخصوص ایک بہترین راہنما ہے آپ اسے مشعلِ راہ بنائیں۔ رسول اللہ صلعم کی بعثت کے وقت عرب کی جو حالت تھی وہ ظاہر ہے۔ اگر آپ تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں تو آپ پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ عرب جہالت اور لاعلمی کے گہرے گڑھے میں گرے ہوئے تھے انہوں نے چوری، شراب خوری، دختر کشی کو اپنی روزمرّہ زندگی کا شعار بنا رکھا تھا وہ خطرناک جرائم میں مبتلا تھے اور خدائے واحد کو بھول گئے تھے، بلکہ اسکے برعکس انہوں نے اپنے دلوں کو کئی خداؤں سے آباد کر رکھا تھا خدا نے ان کی ہدایت کیلئے حضرت محمد صلعم کو مبعوث کیا۔ دنیا کے اس ہادی برحق، عاشقِ الٰہی نے چالیس برس غاروں اور تنہائیوں میں عبادتِ خدا کی آخر غاروں سے نکلکر انہوں نے نعرۂ حق بلند کیا اور دنیا کو حق و صداقت کا پیغام دیا۔

مولانا ظفر علی خان نے اس مفہوم کو کتنے دلکش پیرایہ میں نظم کیا ہے ؎

وہ شمع اُجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز جھلکنے والی تھی وہ دنیا کے درباروں میں
گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں، یہ نور نہ ہو سیّاروں میں
جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی ابو بکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ

ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبی، کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

یہ پیغام حق و صداقت پہونچانے پر ان کو کیا کیا تکلیفیں دی گئی تھیں کسی سے پوشیدہ نہیں مگر وہ حق کی آواز برابر بلند کرتے رہے اگر مسلمان اس ہادیٔ برحق کے بتائے ہوئے راستہ پر چلیں تو کبھی مصائب و آلام کا شکار نہیں ہونگے بلکہ ہر مرحلہ پر سرخرو ہوں گے مگر افسوس کہ مسلمان اسلام کے صحیح راستہ سے دور نکل گئے ان کے دلوں میں کئی معبود بسے ہوئے ہیں اور حقیقی معبود کو وہ فراموش کر چکے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ مشکلات، سختیوں، تنگ دستی اور مظالم کا آئے دن شکار ہوتے ہیں اس لئے آپ خدا کے بتائے ہوئے راستہ پر چلیے، لوگوں کے ساتھ انصاف کیجئے۔ نماز پنجگانہ ادا کیجئے۔ قرآن مجید پر عمل کیجئے اور اسے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ اگر خدا کے بھیجے ہوئے کلام پر عمل کیا جائے اور حضرت محمد صلعم کے بتائے ہوئے راستہ پر خلوص کے ساتھ چلا جائے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم کامیاب و کامران نہ ہوں اور ہمیں مصائب و مشکلات سے نجات نہ ملے قرآن مجید تمام دنیا کیلئے ایک بہترین رہنما، لائحہ عمل اور مشعلِ ہدایت ہے مگر افسوس کہ ہم نے اسے پسِ پشت ڈال دیا ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے دلوں پر وہ کیفیت طاری نہیں ہوتی جو سَابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ پر ہوتی تھی۔

ہم قرآن مجید کی تلاوت ضرور کرتے ہیں مگر اس کے مفہوم و مطلب سے بے خبر رہتے ہیں۔ عام طور پر اس کا علم ہی نہیں ہوتا کہ قرآن مجید کی جو تلاوت کی گئی ہے اس کا مقصد کیا ہے اور خدا نے اس سے ہمیں کیا ہدایت کی ہے اور کیسی تعلیم دی ہے۔ اگر مسلمان ایک ایک آیت شریف کو سمجھے اور اس کے مفہوم اور اس کی وسعت کو اپنے سامنے رکھے تو اس کا دل کشادہ اور اس کی روح بالیدہ ہوگی اور وہ اپنے آپ کو ایک بحر بے کنار میں پائے گا۔

"آپ کو میرا یہ پیغام ہے کہ حق و صداقت سے کبھی منہ نہ موڑیئے یقیناً آپ کو ہر مصیبت سے نجات ملے گی اور آپ ہی اس سرزمین کے وارث اور مالک ہونگے۔ خدا سے میری یہ دعا ہے کہ وہ تمام لوگوں کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھے اور ان کے حال پر رحم و کرم کی نظر رکھے۔"

"میں اوقاف اسلامیہ کے منتظمین کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے عیدگاہ میں خاطر خواہ انتظام کیا۔"

گرفتاری کے وقت قوم کے نام پیغام

۲۹ر اور ۳۰ر اپریل ۵۸ء کی درمیانی شب کو جب شیخ محمد عبداللہ کو اُن کے مکان واقع صورہ سے دوبارہ گرفتار کیا گیا تو انہوں نے قوم کے نام ذیل کا پیغام اپنے خاندان کے افراد کے ذریعہ دیا:۔

"ملک کی آزادی کے حصول اور عوام کے سُود و بہبود کی خاطر دنیا کے عظیم رہنماؤں نے بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کی ہیں اس لئے میری اس گرفتاری سے آپ بے حوصلہ نہ ہوں۔ آپ کا یہ فرض ہے کہ لوگوں کو جا کر میرا یہ پیغام دیں کہ وہ پُر امن رہیں اور عدم تشدد کے حربہ سے ظلم و تشدد کے خلاف اپنی جدوجہد جاری رکھیں۔ مجھے اُمید ہے کہ میری یہ نظر بندی بہت کم مدت کے لئے ہوگی اور سچ کی ہر حالت میں جیت ہوگی۔"

تاریخ کشمیر معہ جغرافیہ کشمیر

"تواریخ گلدستہ کشمیر" مولفہ پنڈت ہرگوپال خستہ تقسیم ملک سے قبل ۱۸۷۷ء میں لکھی گئی ہے اور اب نایاب ہو چکی ہے۔ اس کتاب میں فاضل مولف نے راجگان تاجداران کشمیر کے عروج و زوال کی ہزاروں سالہ تواریخ کے علاوہ کشمیر کا جغرافیہ اور دیگر بیش بہا معلومات جمع کر کے گویا سمندر کو کوزے میں بند کیا ہے۔ یہ کتاب نہ صرف کشمیر کی قدیم تواریخ ہی ہے بلکہ اس میں موجودہ دور یعنی ڈوگرہ فرمانروایان کشمیر تک کے تاریخی حالات نہایت ہی مبسوط اور تواتر سے دیئے گئے ہیں۔ اس طرح سے یہ کتاب بعض خامیوں کو چھوڑ کر کشمیر کی تواریخ پر ایک جامع اور بصیرت افروز کتاب ہے۔

چونکہ فی زمانہ کتابوں کی قیمت میں بعض ناگزیر وجوہات کی بناء پر زبردست اضافہ ہو چکا ہے اور تواریخ کے طالبعلم اور عام قارئین کیلئے کشمیر کی تواریخ کے مختلف ادوار پر کتابیں خریدنا مشکل ہو رہا ہے نیز یہاں کی سرکاری زبان اردو میں اس وقت ایسی کوئی کتاب دستیاب نہیں ہے جس میں کشمیر کی قدیم اور موجودہ دور تک کے تاریخی واقعات یکجا کئے گئے ہوں۔ کشمیر کی تواریخ سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کی اسی ضرورت کو مدنظر رکھکر "تواریخ گلدستہ کشمیر" کو دوبارہ شایع کیا گیا ہے۔

قیمت :- ۱۰۰/= روپیہ۔

شیخ غلام محمد

شاہین پبلشرز۔ مائسمہ بازار سرینگر کشمیر

فکرِ اقبال کے بعض اہم پہلو

مرتبہ۔ جگن ناتھ آزاد۔

"فکرِ اقبال کے بعض اہم پہلو" کتاب چھپ کر تیار ہو گئی ہے۔ قارئین کرام اس کتاب میں مندرج ابواب کے عنوانات اور ان ابواب کے مصنفین کے ناموں ہی سے اس کتاب کی اہمیت اور افادیت کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے۔ کہ قارئین ہماری اس کوشش کو پسند فرمائینگے۔ کتاب خوشنما گیٹ اپ میں چھپکر تیار ہے۔

قیمت: ساٹھ روپیہ

شاہین بکسٹال اینڈ پبلشرز مائسمہ بازار

بڈشاہ چوک سرینگر کشمیر۔

ہماری تازہ مطبوعات